موضوع: تاریخ اسلام کے ابتدائی 400 سال، ایرانی محدثین اور ایرانی
صوفیاء کا اسلام کی تشکیل نو میں کردار
اسلام کی تشکیل نو پر ایرانی اثرات
ریاست مدینہ کا خاتمہ اور مملکت کوفہ کا قیام
چوتھی صدی ہجری کے خاتمہ کے ساتھ ہی اسلام کی تشکیل نو اور مستقل تقسیم مکمل ہوئی۔ ملت اسلامیہ کا اتحاد پارہ پارہ ہوا۔ اس کتاب میں انتہائی ادب سے ان ایرانی محدثین اور ایرانی صوفیاء کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے جو ان عوامل کے ذمہ دار ہیں۔ سیاسی تنازعات کو کیسے مذہبی اور روحانی تحفظ دے کر ریاست مدینہ کی نفی کی گئی
تحقیق وتالیف
منصور احمد صدیقی
مکتبہ صحاف

نام کتاب:	اسلام کی تشکیل نو پر ایرانی اثرات ریاست مدینہ کا خاتمہ اور مملکت کوفہ کا قیام
ناشر:	مکتبہ صحاف راولپنڈی کینٹ
تاریخ اشاعت:	ستمبر 17، 2024 – 12 ربیع الاول 1446ھ
گرافک اینڈ ڈیزائن:	الصحاف گرافکس
تعداد اشاعت:	1000
قیمت:	Rs. 2000
رابطہ ای میل:	mans.cliff@gmail.com

آیۃ الکرسی سورۃ البقرۃ آیۃ ۲۵۵

فہرست مضامین

عرض ناشر

وجاهدو ا فی اللہ حق جهاده هوا جتبا کم وما جعل علیکم فی الدین مو حرج ملة ابیکم ابراهیم هو سما کم مسلمین من قبل وفی هذا لیکون الرسول شهیدا علیکم و تکونو ا شهداء علی الناس فاقیموالصلواة و آتوا الزکاة واعتصمو ا باللہ هو مولا کم فنعم المولی و نعم النصیر۔ 22:78

ترجمہ: اور اللہ (کی راہ میں) جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور تم پر (دین کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔ اور تمہارے لئے تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا) اس نے پہلے یعنی پہلی کتابوں میں تمہارا نام مسلمان رکھا تھا ۔اور اس کتاب میں بھی وہی نام رکھا ہے تو تاکہ جہاد کرو تاکہ پیغمبر تمہارے لئے شاہد ہوں۔ اور تم لوگوں کے بارے میں شاہد ہو۔ اور نماز پڑھو اور زکواۃ دو۔ اور اللہ کی رسی کو پکڑے رکھو۔ وہی تمہارا دوست ہے، اور خوب دوست اور خوب مدد گار ہے۔

اس کتاب میں مصنف نے بہت محنت سے مستند معلومات کو یکجا کر کے پیش کیا ہے کہ کس طرح ریاست مدینہ کے خاتمہ کے بعد مملکت کوفہ کو عروج حاصل ہوا۔ امت کے خلاف فرقہ واریت کی صورت میں کی جانے والی سازش کے محرکات میں سے سب سے اہم ایک دوسرے کے خلاف کدورت کی مصنوعی پیداوار تھی، جس کی وجہ سے امت مسلمہ ہمیشہ کیلئے تقسیم ہو گئی۔ قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غلط اور من مانی تشریحات و تعبیرات اور ان سے من پسند نتائج اخذ کر لینے اور ان نتائج کی بنیاد پر ایک دوسرے کے خلاف نفرت پھیلانے سے ایک ساتھ بیٹھنے کا جواز ہی ختم کر دینے سے ممکن ہی نہ رہا کہ ریاست مدینہ کا دور کبھی واپس آ سکے گا۔ اسلامی تاریخ کے پہلے 400 سالوں میں ہی ایرانی محدثین اور ایرانی صوفیاء نے نصوص شرعیہ کا سہارا لیکر عامۃ الناس کے ذہن اور قلوب میں راہ راست سے ہٹی ہوئی توضیحات اور توجیہات داخل کر دیں۔

محدثین کی حد تک تو یہ ممکن تھا کہ وہ سیاسی واقعات کی رپورٹنگ کر رہے تھے حالانکہ یہ کام مؤرخین کا ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن فتنہ پروروں کی ہٹ دھرمی، ضد، عناد، لالچ، اور خلافت اسلامیہ پر قبضہ کی سازشیں اور شارٹ کٹ کی تلاش، علاوہ ازیں مفاد پرستی، اسلامی تعلیمات کے خلاف نسل پرستی اور ٹھوس سیاسی واقعات کو توڑ

موڑ کر اپنی مرضی کے مذہبی مفہوم کا نکالنا ایسی سازش تھی جس کے دوررس اثرات مرتب ہوئے۔ اور ظنی نصوص شرعیہ کی غلط تعبیر کر کے اپنے من پسند معانی گھڑ لئے گئے۔

نسلی، قبائلی، ذات اور برادری کی بنیاد پر حکومت پر قبضہ کے دعوے کو کوئی پذیرائی حاصل نہیں ہوئی اور نہ کوئی ان کے ساتھ کھڑا ہوا، یہ چھوٹے چھوٹے گروہ خلافت اسلامیہ کے خلاف خروج کرتے اور ہلاکت کا شکار ہوتے رہے۔ خلفائے بنی امیہ اور ان کی حکومت میں صحابہ کرام شامل تھے اور تابعین کا دور تھا۔ اس کے بعد خلافت عباسیہ میں ان سیاسی روایات کو مذہبی بنانے کے عمل کو سرکاری سرپرستی حاصل ہوگئی، اسکی بنیادی وجہ کہ بنو عباس عجمی حمایت اور نسل پرستی کا نعرہ لگا کر اقتدار میں آئے اور جعلی حدیثوں کے انبار لگا دئے گئے ۔

ان الذین فرقوا دینھم و کانو شیعا لست منھم فی شئی ء انما امر ھم الی اللہ ثم ینبئھم بما کانو یفعلون ۔ 2:103

ترجمہ: جن لوگوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے یقینا ان سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ وہی ان کو بتائے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے۔

ایرانی تصوف نے اپنی بنیاد ہی فرقہ واریت کی بنیادوں اور نسل پرستی پر تعمیر کی۔ فروعی اعتقادات کے انبار لگا دئے، ان کا سارا زور ایرانی علاقوں میں ہی رہا اور بہت بعد میں انہوں نے اپنی مذہبی تشکیل کو مکمل کیا اور حسب اور نسب کی بنیاد پر دین میں نقب لگائی جو صریحا غیر اسلامی اعتقادات کا مجموعہ ہے، چھ سو سال بعد کھینچ تان کر سلسلہ امام الاوصیاء تک پہونچا کر ختم نبوت پر کاری ضرب لگائی۔

جیسا کہ اس کتاب میں تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے کہ کس طرح ایرانی محدثین اور ایرانی صوفیاء نے ریاست مدینہ کے خاتمہ کا اہتمام کیا اور مملکت کوفہ کو قائم کیا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سیاسی گروہ جنہوں نے مذہب کالبادہ اوڑھ کر فرقے بنالئے تھے وہ بعد کے ادوار میں سیاسی پارٹیوں کی شکل اختیار کر گئے اور پریشر گروپ بن گئے۔ ایرانی محدثین نے جو بیج بوئے تھے وہ تناور درخت بن گئے اور تصوف نے وہیں سے اپنے بنیادی عقائد مستعار لئے تھے۔

یہ کوئ فرقہ ورانہ کتاب نہیں ہے اس میں مختلف فرقوں اور انکے عقائد کا ذکر موضوع کی مناسبت سے ہے۔ گو اب ایسا کوئ ری سیٹ بٹن نہیں ہے کہ جسے دبانے سے اسلام دوبارہ ریاست مدینہ کے دور میں چلا جائے لیکن جہاں جہاں غلطیاں ہوئیں ان سے سبق سیکھا جاسکتا ہے۔

البتہ ملت اسلامیہ میں ہیجان کی کیفیت کم کرنے کیلیۓ اصل کو فرع اور فرع کو اصل کا درجہ دینے کا رویہ ختم کرنا ہو گا، فرائض کی بجائے نفلی عبادتوں پر اصرار کرنا اور مستحبات پر زور دے کر انہیں واجبات کے دائرہ میں داخل کرنے سے پرہیز کرنا ہو گا، اور جو لوگ ان بدعات کو شخصیات کے نام سے یا ان کی پہچان سے پھیلاتے ہیں ان کا رد کرنا ہو گا۔ جو لوگ فروعی مسائل کو شدت سے پھیلاتے ہیں، فرقہ پرستی ان کا پیشہ اور پیسے کمانے کا دھندا ہوتا ہے، شکم پرور اور سیاسی عہدوں کے لالچی ہوتے ہیں۔

ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالی کے فضل و کرم سے یہ میری ساتویں کتاب مکمل ہوئی۔اس سے پہلے لکھی گئی کتابوں کو بہت پذیرائی حاصل ہوئی اور بے شمار دانشوروں نے خطوط بھیجے اور اخباروں میں تبصرہ شائع ہوئے، یہ کتاب بھی ایک ریسرچ ورک ہے اور مخاطب دانشور اور طالب علم ہیں۔

خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہونے کی وجہ سے خلیفہ کہلاتا ہے اور امیر معروفات کا حکم دینے منکرات سے روکنے کی وجہ سے کہلاتا ہے

یا ایھا الذین آمنو ا اطیعو ا اللہ و اطیعو ا الرسول و اولی الامر منکم -4:59

اے ایمان والو! تم اللہ تعالی اور اسکے رسول کی اطاعت کرو اور ان کی بھی جو ان میں صاحب امر ہیں-

اسلام میں اولی الامر کی امتیازی حیثیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اہل سنت کے نزدیک یہ لفظ مختلف اصطلاحات کے ساتھ استعمال ہوا اور فقہاء، مؤرخین اور دانشوروں نے بیان کیا۔ مثلاابن عبد ربہ نے عقد الفرید متوفی 328ھ نے اولوالامر کو' السلطان' لکھا ہے، ابو النصر فارابی نے السیاسیات المدنیہ متوفی 330ھ میں اولوالامر کو رئیس اول کہا ہے، الجصاس نے احکام القرآن متوفی 370ھ میں اسے السلطان کا نام دیا ہے، ابن رشد نے ھدایۃ المجتہد میں اسے سلطان الامر کہا ہے، الرازی نے تفسیر کبیر میں امیر الامراء کہا ہے، ابن کثیر نے البدایہ والنہائیہ میں اسے اکبر الامراء، ابن خلدون نے مقدمہ ابن خلدون میں الامام الاکبر، السیوطی نے تاریخ الخلفاء میں خلیفہ اور المسعودی نے مروج الذہب میں اسے امیر المومنین کہا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق نے خلیفۃ الرسول اور بعد میں 1300 سال تک سلطنت عثمانیہ کے خاتمہ تک مسلمانوں کے امیر کیلئے لفظ خلیفہ ہی استعمال کیا جاتا رہا۔ منصب خلافت پر فائز شخص کو ہی امام اور امیر المومنین کہاجاتا ہے ۔حضرت علی بھی خلیفہ کہلاتے تھے اور عالم اسلام کی واحد شیعہ حکومت فاطمیہ نے بھی اسے خلافت کا نام دیا۔ سوائے خمینی کے کہ جس نے 1400 سال بعد اسے امام کا ٹائٹل دے دیا- سلاطین اپنے آپ کو نائب الخلافت اسلامیہ سمجھتے تھے۔

امامت اور خاتم الولایت والی تھیوریاں ایرانی محدثین اور ایرانی صوفیاء کی ایجاد تھیں۔اس کتاب میں مستند حوالوں سے پہلے چار سو سال کی اسلامی تاریخ بیان کی گئی ہے جس میں ان فتنوں کی بنیاد رکھی گئی، یہ نہ تو کسی قسم کی فرقہ واریت پر مبنی کتاب ہے اور نہ ہی کسی فرقے کے خلاف لکھی گئی ہے، بلکہ 1400 سال کے دوران جتنے بھی فرقے وجود میں آئے ان سب تخم ایران میں ہی بویا گیا تھا۔ یہ فساد ایران اور کوفے سے سینکڑوں میل دور افریقہ میں ادریسیوں، مہدویوں اور فاطمیوں کے ذریعہ پھیل گیا- یوروپی ممالک میں اس کا وائرس بیکتاشی، علاوی، علوی اور قزلباشوں کی صورت میں پھیلا-صوفیوں نے مجوسی اور ہنودی فلاسفی کے ساتھ ملا کر یہی سلسلہ پھیلائے حالانکہ ہندو اور مجوسی دونوں اپنے مردوں کو یا تو جلا دیتے ہیں یا گدھوں کو کھلا دیتے ہیں۔ جبکہ ان کے مردے مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ شامنزم میں روح کی پرستش کی جاتی تھی اور صائبین کے اپنے پوجا کے طریقے تھے اور یہ سب مذاہب ایران اور ملحقہ علاقوں میں پائے جاتے تھے- حلول، آتما، وحدت الوجود، ہمہ اوست، آواگون کے ساتھ لوگوں کو یہ باور کروانا کہ یہ پتھر، پانی، آگ اور درخت وغیرہ سب خدا ہیں یا خدا کا سایہ ہیں، ایک طرف نور بشر کا ہنگامہ برپا ہے دوسری طرف خدا کا سایہ پیدا کر کے اپنے فلسفہ تصوف کو تقویت پہنچائی گئی۔

نہ تو یہ کتاب حرف آخر ہے اور نہ ہی مصنف عقل کل ہے بلکہ اسے ایک طالب علم کی تحقیقی کاوش سمجھ کر پڑھا جائے اور غلطیوں سے آگاہ فرمایا جائے۔ کوئی بھی رائے قائم کرنے سے پہلے براہ مہربانی اتنا ضرور کیجئے کہ اول سے آخر صفحہ تک ایک مرتبہ مکمل کتاب کا مطالعہ فرمایئے اور ہماری دعا ہے کہ

رب اشرح لی صدری لا و یسرلی امری لا واحلل عقدة من لسانی لا یفقھو قولی ص : طحہ: 12

اے میرے رب میرا حوصلہ اور فراخ کر دے اور میرا کام مجھ پر آسان کر دے اور میری زبان سے بستگی دور کر دے تا کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں

منصور احمد صدیقی

26 ستمبر 2024ء- 21 ربیع الاول 1446ھ

ایرانی شیعت اور اسلام کی تشکیل نو

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ االلّٰہِ وَبَرَکَاتُہ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ االلّٰہِ الصَّالَحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا االلّٰہَ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہ، وَرَسُوْلَہ

اِنَّا خَلقنکُم مِن ذَ کَرٍ وَّ اُنثٰی وَ جَعَلنکُم شعوبًا وَّ قَبَآ ئل لِتَعا رَفُوا ا نَّ

آ کرَ مَکُم عندَ ا للّٰہِ ا تقکم (الحجرات 13)

ترجمہ: ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو، اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

وسَیُجَنّبہَا ا لاتقَی لا اَ لّذِی یؤتِی مَا لَہ یتَزَکّی ج وَمَا لِا حَدٍ عَندَہ

مِن نِعمۃٍ تُجزی لا اِلّا ابتغَآ ءَ وجہِ رَبّہِ ا الاَ علی ج (الیل : 17- 20)

ترجمہ: آخرت میں وہ شخص دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے گا جو اپنے نفس کو پاکیزہ بنانے کے لیے اپنا سب مال اللہ کی راہ میں لٹا دیتا ہے، حالانکہ اس پر کسی کا کوئی احسان نہ تھا۔ جس کا بدلہ اتارنا ہو بلکہ اپنے خداوند اعلیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے۔

کُلُکُم بَنُو ادَمَ و ادَمُ خُلِقَ مِن تُرَابٍ وَ لیَنتھِینَ قَّوم یفخُرُونَ بِآ بَا ءِہِم

اَو لیَکُو نَنّ اَھَونَ عَلَی اللّٰہِ مِن ا لجِعلَانِ (بزّار)

ترجمہ:تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے

الْحَمْدُ اللهِ الَّذِیْ اَذْ هَبَ عَنْكُمْ عَيْبَۃَ الْجَا ہِلِيَّۃِ وَ تَكَبُّرُهَا يَا اَيُّهَا النَّاسُ،

النَّاسُ رَجُلَانِ ، بِرٌّ تَقِیٌّ كَرِيْمٌ عَلَى االلهِ ، وَفَا جِرٌ شَقِیٌّ هَيِّنٌ عَلَى االله ،

النَّا سُ كُلُّهُمْ بَنُوْا آدَمَ وَ خَلَقَ االلهُ آدَمَ مِنْ تُرَاب - ترمذی

(ترجمہ) تعریف ہے اس اللہ کی جس نے تم سے جاہلیت کے عیب اور اس کا تکبر دور کر دیا۔

لوگو! تمام انسان بس دو ہی حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں ایک نیک اور پرہیزگار جو اللہ کی نگاہ میں

عزت والا ہے ، دوسرا فاجر اور شقی جو اللہ کی نگاہ میں ذلیل ہے ۔ سارے انسان آدم کی

اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا تھا۔

قرآن کے تصور کائنات کی روسے انسانوں کا حقیقی فرمانروا بھی وہی ہے، جو اس کائنات کا حاکم فرمانروہ ہے، اس لئے انسانی معاملات میں حاکمیت کا حق اللہ تعالی کو ہی پہونچتا ہے، لہذا اس کے سوا کوئی انسانی یا غیر انسانی طاقت بطور خود حکم دینے اور فیصلہ کرنے کی مجاز نہیں، اللہ تعالی انسانی زندگی کے کسی بھی حصہ میں اپنی اس حاکمیت کو بزور طاقت مسلط نہیں کرتا بلکہ قرآن کے ذریعہ وہ انسان کو یہ دعوت دیتا ہے کہ اسکی حاکمیت کو تسلیم اور اسکی اطاعت کو اختیار کیا جائے، ارشاد باری تعالی ہے

ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والا رض

در حقیقت تمہارا رب اللہ ہے، جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا -القرآن 54:7

ان الحکم الا للہ

حکم اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں- القرآن 12:40

خلافت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد امت مسلمہ کے دینی اور دنیوی امور کے تحفظ اور انصرام کیلئے آپ کے ایسے متفق علیہ جانشین کی ضرورت تھی جس کے ہاتھ میں پوری امت کی قیادت ہو اس لئے حضور اکرم کے بعد ایسا قائد پیدا کرنے کے لئے خلافت کا منصب ضروری تھا، لہذا امت پر فرض تھا کہ وہ اتفاق رائے یا کثرت رائے سے اپنا ایک سربراہ مقرر کرے۔

جمہور کے نزدیک خلیفہ اللہ تعالی کا براہ راست جانشین یا قائم مقام نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے، اسکی تصدیق حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے اس جواب سے ہوتی ہے جو آپ نے کسی کے خلیفۃ اللہ کہنے پر فرمایا۔

' میں خلیفۃ اللہ نہیں بلکہ خلیفۃ الرسول ہوں'

ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، شاہ ولی اللہ، قدیمی کتب خانہ ج 1 صفحہ 16

ملکی نظم ونسق برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کے لئے رعایا پر خلیفہ کی اطاعت و فرمانبرداری واجب ہوتی ہے کیونکہ خلافت دینی اور دنیوی اقتدار کا ایک خوشگوار امتیاز ہے، خلافت ایک ایسی تنظیم تھی جو بالکل قرآن وسنت کی بنیاد پر قائم کی گئی تھی، لیکن اس کا دارومدار دینوی اقتدار پر قائم ہوتا تھا، اس لئے قرآن پاک میں بار بار اسکی تشریح کی گئی۔

وعداللہ الذین امنو امنکم و عملو الصلحت لیستخلفنہم فی الارض

کما استخلف الذین من قبلہم

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ

ان کو ملک کا حاکم بنائے گا جیسا کہ ان سے قبل لوگوں کو حاکم بنایا گیا تھا -القرآن 24: 55

ریاست مدینہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت صحابہ ؓ کے ہاتھ میں تھی، اس دور میں حکومتی امور باہمی مشاورت سے طے کئے جاتے تھے، خلیفہ اول کے عہد میں مجلس شوری موجود تھی، اس مجلس شوری کا انتخاب

خلیفہ اہلیت اور تقوی کی بنیاد پر کرتے تھے اور وہ احکام شریعت سے آگاہ ہوتے تھے، بیت المال کو قومی امانت تصور کیا جاتا تھا اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے عہد تک اس پر کوئی پہرہ دار بھی نہیں رکھا گیا تھا۔

ابن سعد، طبقات الکبری اور السیوطی، تاریخ الخلفاء، نور محمد کارخانہ صفحہ 79

عشر اور مالیہ کی رقم غریبوں اور محتاجوں کے علاوہ فوج کی ضروریات پوری کرنے کیلئے استعمال ہوتی تھی، حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں مفتوحہ علاقوں کی اراضی کو سٹیٹ پراپرٹی قرار دے دیا گیا اور اس کی آمدن سے فوج کے اخراجات پورے ہوتے اور حقداروں کو وظائف دئے جاتے، اس کے علاوہ محکمہ مال قائم کیا جسے دیوان کہا جاتا تھا، چائلڈ ویلفئر بینیفٹ دوسو درہم تک تھا۔

ریاست مدینہ میں خلفاء کی زندگیاں انتہائی سادہ ہوتی تھیں، انہوں نے کبھی ذاتی سیکیورٹی نہیں رکھی، نہ کسی قسم کا پروٹوکول، ہر شخص براہ راست مل سکتا تھا۔

Islam A Short History, Karen Armstrong, Nigarshat page 60

عام مسلمانوں کے نزدیک خلافت و امامت ارکان اسلام میں داخل نہیں ہے۔ اگر یہ دین کا رکن ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باقاعدہ اس کا اعلان فرماتے، جیسا کہ دین کے سب سے اہم رکن نماز میں حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو جانشین بنا کر نماز پڑہانے کا حکم دیا تھا، خلیفہ وقت کیلئے نماز کا امام ہونا بھی لازم و ملزوم تھا ، جب تک اسلامی خلافت رہی، خلیفہ وقت یا سلاطین بہ نفس نفیس امامت کے فرائض انجام دیا کرتے، حتی کہ امیر یزید بن معاویہ ؓ کی اقتداء میں حضرت حسن ؓ و حسین ؓ بھی نمازیں ادا کرتے رہے، تمام طالبین آئمہ ریاست مدینہ میں خلیفہ وقت کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے رہے بلکہ جب خلفاء بنو امیہ سے ملنے جاتے تو ان کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے۔

خلافت کے مقابلہ میں امامت کا لفظ حضرت عثمان غنی ؓ کے دور میں یا اسکے بعد پیدا ہوا، جس کا بانی عبد اللہ ابن سباء اور وہ گروہ تھا جو شہادت عثمان ؓ میں ملوث تھا، اسی گروہ کو خطرہ تھا کہ کہیں انہیں ان کے کئے جرم کی سزا نہ مل جائے اس لئے یہ تھیوریاں گھڑی گئیں، قاتلوں کو سزا تو نہیں دی جا سکی، بجائے اسکے ہزارہا مسلمان جنگوں کی بھینٹ چڑھ گئے، اقتدار کے کیلئے کیا کیا پاپڑ نہ بیلے گئے پھر یہ سب کوفہ میں اکٹھے ہو گئے

اور حضرت علیؓ کے گرد حلال وتقدیس کا ہالہ قائم کرکے انہیں امامت کے منصب پر فائز کر دیااور یہ کہا کہ امامت صرف آل علیؓ کا حق ہے،اس وقت تک لفظ حدیث کا نام ونشان بھی نہ تھا بلکہ عباسی حکمرانوں اور آل بویہ کو خوش کرنے کیلئے متنازعہ فیہ احادیث ایرانیوں نے بعد میں گھڑیں، اسماعیلی اور زیدی بھی وجود میں نہیں آئے تھے اور نہ ہی فاطمی اور غیر فاطمی والاشوشہ چھوڑا گیاتھااور اور نہ ہی حسنی یا حسینی اولادوں کا کوئی وجود تھا، آل عباس والاشوشہ بھی بہت بعد میں چھوڑا گیا،نسلی امامت کا سلسلہ بھی بعد کی پیداوار ہے، تفصیلات آگے صفحات میں دی گئی ہیں۔

ریاست مدینہ کا خاتمہ 35ھ 656ء میں ہی ہو گیا تھا جب خلیفہ عثمان بن عفان ؓ کو شہید کیا گیا اور بجائے قاتلوں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جاتا ان کو سرکاری سرپرستی میں محفوظ پناہ گاہ کوفہ میں مہیا کر دی گئی ، صحابہ کرام بھی مختلف کیمپس میں تقسیم ہوگئے، اسلامی سلطنت کا دارالخلافہ کوفہ قرار پایا۔
جنگ جمل، جنگ صفین کی ہولناکیوں کے بعد کوفی کیمپ میں دراڑ آگئی اور یہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور بالآخر اسی داخلی کھینچا تانی میں خلیفہ علی ؓ ابن ابی طالب کی شہادت 40ھ میں ہو گئی - اس کے بعد کوفہ مملکت اسلامیہ کے خلاف سازشوں کا گڑھ بن گیا اقتدار کی ہوس میں وصی رسول اور امامت کا کھیل کھیلا جانے لگا -آئے دن امام، مہدی اور وصی پیدا ہونے لگ گئے ، لوگ مدینہ منورہ میں بیٹھ کر امامت عطاء کرتے اور ان کے پیروکار کوفے میں ہنگامے مچاتے ، لیکن خوش قسمتی سے اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا اور فارس وخراسان تک کے علاقے فتح ہوگئے ۔

خلافت بنی امیہ کے خاتمہ کیلئے ہر قسم کا سیاسی کارڈ کھیلا گیا،جس میں امامت، خلافت،عرب مخالف جذبات بھڑکانے سے لیکر نومسلم موالیوں کے جتھے بنائے گئے اور خراسان میں نفرت کی آگ بھڑکا دی گئی ، 132ھ میں خلافت بنوعباس ان ہی کھنڈروں پر تعمیر ہوئی، اسی دوران زیر زمین پرانے اسلام کی مرمت اور نئے فرقوں تشکیل نو کا کام جاری رہا ، خراسان، فارس میں محدثین، مفکرین، مفسرین، تاریخ نویسوں اور صوفیوں کے جتھے پیدا ہونے لگ گئے اور انہوں نے کوفہ، بصرہ اور بغداد پر دھاوا بول دیا انہی ایرانیوں نے ہی وصی رسول، خاتم ولایت، مہدویت اور اہل بیت کے فسانے گھڑ کے لاکھوں جعلی حدیثیں و روایتیں مارکیٹ میں سٹاک کردیں ، یہ ایک پیشہ بن گیا تھا کہ جو جتنا زیادہ جھوٹ پھیلاتا تھا

اسے اتنی ہی پذیرائی ملتی تھی ،دوسری طرف نئے پیدہ شدہ امام اوران کے جتھے دھڑادھڑ خروج کر رہے تھے ، اس کھیل میں بڑے بڑے پاک پوتر امام اور محدثین شامل تھے ۔

یہ ہمارا مرتبہ نہیں ہے کہ بلند پایہ محدثین، فقہ کے اماموں، صوفیاء یا تاریخ نویسوں پر کوئی فتوا جاری کر سکیں ،لیکن اب یہ اٹھارویں یا انیسویں صدی کا دور نہیں ہے کہ جب علماء کو سوائے گنتی کی چند کتابوں کے بنیادی کتابیں ہی میسر نہیں تھیں کہ وہ منصفانہ فیصلے کرسکتے، آج نہ صرف عالم اسلام بلکہ مغربی تعلیمی اداروں سے بھی معلومات کا حصول ممکن ہے، بلکہ انٹرنیٹ کی آسانی سے بعض مثبت یا منفی ہر طرح کا مواد میسر ہے، لہذا آسانی یہ ہے کہ برڈ آئی ویو سے علماء اپنے پرانے مؤقف سے رجوع کریں، لیکن بنی امیہ سے بغض، ولایت اور اہل بیت کے سحر میں گرفتار اور پہلے سے بنے ہوئے مائنڈ سیٹ سے غیر جانبدارانہ ریسرچ کی کوئی امید نہیں ہے۔

علماء اور سکالر صحاح ستہ سے ہی صرف استدلال نہیں کرتے بلکہ اپنے سابقہ مؤقف کی حمایت میں چھٹے درجہ تک کی کتابوں بشمول صوفی روایات کو بھی پیش کر دیتے ہیں - لہذا ایک نظر علم الحدیث پر بھی ڈالی گئی ہے اور دوسری سمت سیاسی نظریات کے جواز کیلئے جن شخصیات کی ضرورت تھی انہیں بلند مقام پر فائز کرنے کیلئے جو جعلی روایات گھڑی گئیں ان کا جائزہ بھی لیا گیا ہے ۔

سیاسی مفادات کیلئے ان کا سب سے پہلا نشانہ رسالت کے متوازی یا اس سے برتر کسی عہدہ کی تخلیق تھی جس کے لئے ضروری تھا کہ :

وحی کی اہمیت کو ختم کر دیا جائے اور حدیث کو قرآن کے برابر لا کر وحی قرار دے دیا جائے ، لہذا وحی متلو اور غیر متلو کا شوشہ چھوڑا گیا - قرآن مجید تو مکمل نازل ہو چکا تھا اور اس میں اضافہ قطعی ناممکن تھا لیکن اسکی حیثیت کم کرنے کیلئے چور دروازہ سے متنازع اور فرقہ واریت پر مبنی احادیث کو کتابوں شامل کیا گیا ۔

روایات کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، ذات مبارکہ اور انکے خاندان پر حملہ کیا گیا:

شریعت کا حامل نبی اور غیر شریعتی نبی کا شوشہ چھوڑا گیا۔ بغیر وحی کے نبی کا عہدہ تخلیق کیا گیا اور اسے براہ راست اللہ سے رابطے کرتا بتایا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صلبی بیٹوں کے نام آل محمد سے نکال دئے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صلبی بیٹیوں اور انکے شوہروں اور انکی اولادوں کے نام اولاد رسول اور آل محمد سے نکال دئے گئے۔

ازواج مطہرات ؓ کو آل بیت، اہل بیت، آل رسول اور آل محمد اور گھرانہ رسول سے فارغ کر دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہراتؓ کو جو گھر دئے انکا نام بیت عائشہ ؓ، بیت حفصہ ؓ کی بجائے حجرہ قرار دیا گیا۔ جیسے نعوذ باللہ کسی سرائے میں روم ہوتے ہیں، کہ کہیں یا تاثر نہ مل جائے کہ وہ ایک گھر تھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس گھرانے کے سربراہ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور پھوپھیوں اور انکی اولادوں کو فارغ کر دیا گیا، ان کی اہمیت کم کرنے کیلئے ان کا اسلام لانا ہی مشکوک بنا دیا گیا۔

اسلام میں نبوت کی اہمیت ختم کر کے اسے بازنطینی اور کسری طرز کی شہنشاہیت اور شہزادگی میں تبدیل کر دیا گیا اور ابو طالب کی نسل میں سے ایک کے بعد ایک وصی تعینات کر دیا گیا۔

قرآن مجید کی حیثیت کو ہی مشکوک بنا دیا گیا اور اس کو ظاہری قرآن اور باطنی قرآن میں تقسیم کر کے آیات کے مطالب ہی بدل دئے گئے۔

آج سے سینکڑوں برس پہلے کے ایرانی محدثین، صوفیاء اور تاریخ نویسوں کیلئے میدان کھلا پڑا تھا کہ ابو طالب اور انکی اولاد کیلئے کیسے کیسے حکومت کرنے کا جواز فراہم کیا جائے، دنیا تو دنیا بلکہ آخرت اور جنت پر بھی کیسے انکی اجارہ داری قائم کر دی جائے، پل صراط ہو یا شفاعت کا مسئلہ ہو، جہاں کوئی لوپ ہول ملا اسے حدیثوں کو گھڑ گھڑ کر پر کر دیا گیا، درود بھی فرقہ ورانہ گھڑ لیا گیا جس میں آل محمد کے علاوہ کوئی اور شامل نہ ہو اور آل محمد کا مطلب آل ابو طالب کو ٹھہرایا گیا، ابو طالب کی اولاد کے مناقب میں روایات

پیدا کر دی گئیں۔ درود و صلواۃ جس کا بنیادی مقصد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کرنا تھا مختصر ہوتے ہوتے آل و سلم تک مختصر رہ گیا اور اس میں لفظ رسول کی اہمیت کم اور آل رسول کی اہمیت زیادہ کر دی گئی۔

پہلی چار صدیوں میں یہ دھندہ سرکاری سرپرستی میں چلتا رہا، جب تک کہ نئے مستقل مذاہب کا قیام عمل میں نہیں آیا اور ان فرقوں نے اپنی اپنی ٹیکسٹ بکس تیار نہیں کر لیں، اسکے بعد علماء کے پاس معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، علماء لکھی گئی حدیثوں کے دفاع میں جذباتی ہو کر تنقید کرنے والوں کو منکر اسلام، منکر حدیث اور کافر قرار دینے کے فتوے جاری کرنے لگ گئے، تمام مجوسی، ایرانی، شیعہ، رافضی اور زندیق راویوں کو ثقہ قرار دے کر ان کی حدیثوں کو صحیح قرار دینے کیلئے بیسیوں کتابیں وجود میں لائی گئیں۔ بعض روایات صریحاسیاسی نوعیت کی تھیں۔

کہیں کہیں سے علماء کی آواز اٹھتی ہے کہ اہل بیت اور آل محمد کا مطلب رسول اللہ کی ازواج ہیں، رسول اللہ کی تین بیٹیاں اور بیٹے بھی تھے اور درود میں صحابہ اور ازواج پر درود پڑھنا ان ہی کتابوں میں درج ہے، لیکن نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے، انہیں صوفی براڈکاسٹنگ نیٹ ورک ناصبی، وہابی اور منکر ولایت کا لیبل لگا کر غیر موثر کر دیتا ہے۔

علویوں میں اندرون خانہ خلافت، امامت اور مہدی کے نام پر اتنے جھگڑے بڑھ چکے تھے کہ ایک شخص دعوی کرتا تو اس کے مخالف اسے کذاب ٹھہرا کر نیا امام کھڑا کر دیتے، آئے دن گروہ در گروہ خلافت اسلامیہ کے خلاف خروج کرتے اور مارے جاتے رہے، حضرت علیؓ کی فاطمی اور غیر فاطمی اولادیں الگ الگ امام اور مہدی منتخب کرتی رہیں - مختار ثقفی، زیدیہ اور اسماعیلیہ مسلسل مرکزی خلافت کے خلاف حالت جنگ میں رہے- آل بویہ کی حکومت آئی تو مہدی کی غیبت صغری 260ھ کے 50 سال بعد اثنا عشری مذہب کی پیدائش ہوئی۔ بویہی حکومت نے پہلی مرتبہ 30 جنوری 963ء مطابق 352ھ نوحہ اور ماتم کی بنیاد رکھی، اور چار سال بعد بغداد میں جبری ماتم کی ابتداء کی - مغرب کی سمت مصر، شام اور یمن پر فاطمی اسماعیلی سلطنت قائم ہوئی اور 984ء مطابق 373 ھ یہ ملتان تک پھیل گئے -

سن 35ھ کے بعد علویوں میں ایک اور گروہ کوفہ میں پیدا ہوا جن کو خارجی کا نام دیا گیا ، یہ بھی حدیث گھڑنے کی فیکٹریاں چلا تے رہے ۔ خوارج بنیادی طور پر علوی نظریات کے حامی تھے اور عثمان ؓ غنی و بنی امیہ سے شدید بغض رکھتے تھے، جمل اور صفین کے دوران علوی کیمپ میں شامل تھے، لیکن واقعہ تحکیم کی سیاسی مخالفت کے بعد علیؓ ابن طالب اور علویوں کے بھی دشمن ہو گئے ۔

خلافت بنی امیہ کے 132ھ میں خاتمہ کے بعد شروع شروع میں تو بنی عباس، علویوں کے مناقب میں گھڑی ہوئی حدیثوں کا فائدہ اٹھاتے رہے، لیکن 136ھ کے بعد وہ بھی علویوں کے آئے دن کے جھگڑوں سے تنگ آگئے اور بنی عباس کو اپنی خلافت و امامت کا جواز پیدا کرنے کی ضرورت محسوس ہو ئی تو انہوں نے بھی اپنی حدیث گھڑنے کی فیکٹریاں لگالیں – 198 ھ کے لگ بھگ اس میدان میں معتزلہ کا بھی اضافہ ہو گیا۔

آئندہ صفحات پر مختلف عنوانات کے تحت مزید تفصیلات کو ترتیب دیا گیا ہے۔

اموی خلافت اور اہل سنت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب میں کوئی ملک گیر حکومت نہیں تھی البتہ مکہ میں شہری حکومت قائم تھی، مکہ میں دس سرداروں کی ایک کمیٹی تھی جن کے پاس بیس عہدے تھے جن میں سب سے پاورفل عہدہ' عقاب، کہلاتا تھا، یہ عہدہ حضرت ابوسفیان ؓ کے پاس تھا، جنگوں میں سپہ سالاری کے فرائض بھی یہ انجام دیتے تھے۔

بیرونی طاقتوں کے ساتھ سیاسی اور تجارتی معاہدے بھی عقاب کے ساتھ طے ہوتے تھے، اس دور میں سیاسی اقتدار کے ساتھ امویوں کے معاشی حالات بھی بہت بہتر تھے، حضرت ابوسفیان ؓ کا تجارتی نیٹ ورک شام و عجم تک پھیلا ہوا تھا، اور عرب کے دستور کے مطابق' ہرباع' بھی انہیں ہی ملتا تھا، تجارتی قافلوں کی حفاظت

کیلئے' نظام خفارہ' قائم تھا جس کی آمدن بھی انہیں ہی ملتی تھی، نظام خفارہ کی وجہ سے غیر ممالک اور قبائل قریش میں تجارتی معاہدے ہوتے تھے، اور یہ تمام معاہدے حضرت ابو سفیان ؓ سے ہی ہوتے تھے-

حضرت ابو سفیان ؓ نے اپنی خداداد صلاحیتوں، بلند ارادے، اعلی حوصلے، بے مثال تدبر اور جرات و بہادری سے اس میں اضافہ کیا تھا، اس وجہ سے ان کا شمار عرب کے چوٹی کے مدبروں اور سپہ سالاروں میں ہوتا تھا-

تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابو سفیان ؓ اور انکے خاندان نے ذاتی حیثیت میں مسلمانوں کے خلاف کوئی نمایاں کردار ادا نہ کیا، کیونکہ مسلمانوں سے جتنی بھی جنگیں ہوئیں ان میں حضرت یزید بن ابی سفیان ؓ اور حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان ؓ کا نام کہیں نظر نہیں آتا، جنگ بدر سے شروع ہونے والی مخالفتیں فتح مکہ کے بعد ختم ہو گئیں، اسکی تصدیق قرآن مجید سے ہوتی ہے

عسى الله ان يجعل بينكم و بين الذين عاديتم منهم مودة ط

والله قدير ط والله غفور رحيم

بہت ممکن ہے کہ اللہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری عداوت ہے دوستی کر دے

اور اللہ کی بڑی قدرت ہے اور اللہ تعالی غفور رحیم ہے- 13:49

اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاندان بنی امیہ کا خاص طور پر بہت خیال کرتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو سفیان ؓ کو کہیں یہ احساس نہ ہو کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے مرتبہ میں کوئی کمی آگئی ہے، اسکے علاوہ وہ ام المومنین ام حبیبہ ؓ کے والد بھی تھے، سب سے پہلے حضرت ابو سفیان ؓ کو جرش کا والی بنایا اور حضرت امیر معاویہ ؓ کو کاتب وحی مقرر فرمایا۔

بنی ہاشم اور بنی امیہ کی رقابت کی کہانیاں بیان کی جاتی ہیں ان میں کوئی حقیقت نہیں، یہ روایت اس کی نفی کرتی ہے، حضرت عباس ؓ لشکر اسلام میں شامل تھے اور آپ کی تجویز پر ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سفیان ؓ کے گھر کو دارالامن قرار دیا تھا۔

طبری، تاریخ الامم والملوک، جلد 7 صفحہ 264 ، تطہیر الجنان واللسان، ابن حجر الہیتمی، تاریخ مدینہ ودمشق، ابن عساکر،

جب حضرت عمر فاروق ؓ کا دور خلافت آیا تو انہوں حضرت عباس ؓ اور حضرت علیؓ کو باغ فدک کا انتظام سپرد کر دیا تھا، لیکن دونوں باہمی اتفاق سے اس کا انتظام نہ کر سکے، دونوں نے حضرت عمر ؓ سے اس کی تقسیم کی درخواست کی تو حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا:

' میں نے یہ صرف تمہارے گزارے کے لئے دیا تھا، اس پر وراثت کا قانون جاری نہیں کیا جا سکتا

یہ سن کر دونوں خاموش ہو گئے۔

السیوطی، تاریخ الخلفاء، صفحہ 336

طبری کے مطابق عام الجماعت کے وقت جب حضرت حسن ؓ اور حضرت امیر معاویہ ؓ میں صلح پا گئی تو حضرت امیر معاویہ ؓ نے ایک سفید کاغذ پر مہر لگا کر حضرت حسن ؓ کے پاس بھیج دی کہ جو شرائط لکھو گے ہمیں منظور ہوں گی، انہوں نے جواب دیا اسے منظور کر لیا، بنی عباس بعد میں اسی واقعہ پر پھبتیاں کستے تھے کہ خلافت کو بیچ دیا۔ حضرت امیر معاویہ ؓ کی اس مہر پر ' لا قوۃ الا باللہ ' کندہ تھا کہ بجز اللہ کسی میں طاقت نہیں۔

المسعودی، تنبیہ الاشراف صفحہ 161

خلافت بنو امیہ کا دور حکومت عام الجماعت 41ھ سے لیکر 132ھ تک ہے، یہ دور ایک طرح سے خلفائے ثلاثہ کا تسلسل تھا اور کثیر تعداد میں صحابہ کرام حیات تھے اسی وجہ سے باعث موجب و برکت کا سبب تھا، اور دین کے خلاف سازشوں نے ابھی منظم صورت اختیار نہیں کی تھی، ابھی وہی ریاست مدینہ والی فضا تھی، کثیر تعداد میں تابعین موجود تھے البتہ سیاسی بے چینی کوفہ تک محدود تھی، خوارج نے محدود علاقوں میں سر اٹھایا ہوا تھا – درمیان میں نو سال کیلیئے خلافت ابن الزبیر ؓ قائم ہوئی تھی، اسلامی افواج مخالفین کو شکست دیتے ہوئے بڑھتی چلی جا رہی تھیں – سندھ، سوڈان، کابل، افریقہ، لیبیا، قسطنطنیہ، بخارا اور سمرقند تو خلافت امیر معاویہ ؓ میں ہی اسلامی مملکت میں شامل ہو چکے تھے جب 60ھ میں حضرت امیر معاویہ ؓ کی وفات ہوئی تو اس وقت عراق، شام و مصر اور فلسطین بشمول بیت المقدس پہلے ہی فتح ہو چکے تھے۔

اس دور کے اہم واقعات میں عہد خلیفہ یزید بن امیر معاویہ ؓ 60ھ - 64ھ میں خوارزم، سمرقند کی فتح ہوئی، بعد کے ادوار میں بازنطینی سلطنت سے جنگ میں فتوحات حاصل ہوئی، فتح خوارزم 62ھ، فتح سمرقند 62ھ، ترمیم کعبہ 64ھ۔

خلافت عبدالملک بن مروان 65ھ، مختار ثقفی کے فتنہ کا 67ھ میں قلع قمع، حجاج بن یوسف کو امیر کوفہ 75ھ میں تعینات کیا گیا،، عبداللہ ابن زبیر ؓ کی شہادت 73ھ کے بعد حجاز بھی خلافت بنی امیہ کے زیر نگین آگیا، بازنطینی ایمپائر سے جنگ 77ھ، شہر واسط کی تعمیر 82ھ، ابن اشعث کے خروج کا خاتمہ 83ھ، مصیصہ کی فتح 84ھ، 72ھ میں سب سے اہم کارنامہ بیت المقدس میں ' قبۃ الصخریٰ ' کی تعمیر تھی۔

خلافت ولید بن عبدالملک 85ھ، فتح آرمینیا 85ھ، شہر اردبیل کی تعمیر 85ھ، فتح صاغان اور ارض روم 86ھ، عمر بن عبدالعزیز والی مدینہ 87ھ، فتح صغد اور فرغانہ 88ھ، جامع مسجد اموی دمشق کی تعمیر 87ھ، فتح میورقہ و منورقہ 89ھ، فتح طالقان 90ھ، محمد بن قاسم کی سندھ آمد 92ھ، فتح اندلس کا واقعہ 92ھ،

ولید بن عبدالملک نے قصر امارہ کو تعمیر کرایا، حرم پاک مکہ مکرمہ کو وسعت دی اور مزین کیا، مسجد نبوی کی از سر نو تعمیر کی، شام میں مساجد اور مدرسے تعمیر کرائے۔

خلافت سلیمان بن عبدالملک 96ھ، خلافت عمر بن عبدالعزیز 99ھ، خلافت یزید ثانی 101ھ، جنگ بہرزان 104ھ، فلسطین کے قدیم شہر رملہ کے کھنڈرات پر نیا شہر اسی نام سے آباد کیا۔

خلافت ہشام بن عبدالملک 105ھ، فتح قیساریہ فتح 107ھ، فتح غور 108ھ، فتح قلعہ القطاسین 109ھ، جنگ ارض روم 110ھ، فتح طلیطہ 112ھ، سمرقند کی تیسری جنگ 113ھ، وفات الباقر 114ھ، جنگ اتراک 119ھ، تومان شاہ کو شکست 121ھ، زید بن علی کا خروج 122ھ، مراکش اور الجزائر میں جنگ 123ھ، رومیوں کی قدیم بستی رقہ کے قریب ایک نیا شہر رصافہ تعمیر کیا۔

یزید بن عبدالملک نے صحرا کی جنوب مغربی سمت ایک محل مؤقر کے نام سے تعمیر کرایا جس کے آثار آج بھی موجود ہیں۔

یزید ثانی بن یزید بن عبد الملک نے شرق اردن کی چوکیوں قسطل اور ازرق کی از سر نو تعمیر کی اور ایک قصر مشتا تعمیر کرایا۔

یزید بن الہشام امیر الحج 123ھ۔

خلافت ولید ثانی 127 ھ، فتنہ اباضیہ 130ھ، ابو مسلم خراسانی کا خراسان پر قبضہ 131ھ، خلیفہ مروان ثانی اور بنی امیہ کا قتل عام 132 اور 133ھ ۔

خلافت بنو امیہ میں اسلامی حکومت سپین سے لیکر چین تک پھیلی ہوئی تھی۔ عصر اموی میں خلفائے بنی امیہ عدالت کے معاملے میں مخل نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی عدلیہ پر سیاسی معاملات اثر انداز ہوتے تھے، قاضی علم کتاب وسنت، نظائر خلفاء راشدین اور اجتہاد کی روشنی میں مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے ۔ البدایہ والنہایہ۔ ابن کثیر، تطہیر الجنان۔ ابن حجر مکی

پروفیسر نکلسن اپنی کتاب ہسٹری آف عربیک لٹریچر میں حضرت امیر معاویہ ؓ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں' حضرت امیر معاویہ ؓ ایک تجربہ کار مدبر سیاستدان تھے، اپنی مملکت کو متحد کرنے، مخالفتوں کو فرو کرنے، رعایا کے دلوں کو مسخر کرنے اور لوگوں کے برانگیختہ جذبات کو سرد کرنے میں آپ مشہور فرانسیسی سیاستدان زشلو کے ہم پلہ تھے، آپکو انسانی طبائع پر اتنا عبور حاصل تھا کہ آپ اپنی تمام مخالف جماعتوں کے اعتدال اور صائب رائے اشخاص کو اپنی طرف کھینچ لیتے تھے۔

عہد حضرت امیر معاویہ ؓ کے بربر شمالی افریقہ میں مرتد ہو جاتے، اس کے تدارک کیلئے شہر قیروان آباد کیا، کثیر تعداد میں رومی بھی اسلام لائے، کثیر تعداد میں مساجد کی تعمیر کروائی، پرانی مسجدوں کی مرمت کروائی، زیاد بن ابی سفیان ؓ نے بصرہ کی مسجد کو دوبارہ تعمیر کروایا، عبد الرحمن بن سمرہ نے بصرہ میں کابلی طرز کی مسجد تعمیر کروائی، مصر میں مسجد کے میناروں کا رواج نہیں تھا مسلمہ بن مخلد نے تمام مسجدوں کے مینار تعمیر کروائے، قبرص میں کئی مسجدیں تعمیر کرائیں، عقبہ بن نافع ؓ نے قیروان میں عظیم الشان مسجد تعمیر کروائی، خانہ کعبہ کی خدمت کیلئے کئی غلام مقرر کئے، دیبا اور حریر کا غلاف چڑھوایا، غیر مسلموں کی جان و مال کی حفاظت کیلئے

انتظامات کئے اور ہر ممکن کوشش کی کہ گورنروں اور حکام کے ہاتھوں غیر مسلموں کو کوئی گزند نہ پہونچے اس سلسلہ میں عقبہ بن عامر کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔

حضرت امیر معاویہ ؓ کے عہد میں مختلف صوبوں میں جن حکام کو مقرر فرمایا انکی فہرست کے مطابق:

بصرہ: بسر بن ارطاۃ، عبداللہ بن عامر، زیاد بن ابی سفیان، سمرہ بن جندب، عبداللہ بن عمرو بن غیلان الثقفی

کوفہ: مغیرہ بن شعبہ، عبداللہ بن خالد بن اسید، الضحاک بن قیس الفہری، النعمان بن بشیر

مدینہ منورہ: مروان بن الحکم، سعید بن العاص، ولید بن عتبہ بن ابی سفیان

مکہ مکرمہ: خالد بن العاص بن ہشام

طائف: عنسبہ بن ابی سفیان بن حرب

مصر: عمرو بن العاص ؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عتبہ بن عامر الجہنی، مسلمہ بن مخلد الانصاری

الجزیرہ: ابو ہاشم بن عتبہ

آرمینیہ: حبیب بن مسلمہ الفہری

مندرجہ ذیل صوبوں کے ماتحت علاقوں پر والی مقرر کئے گئے تھے:

عراق عجم : کے صوبے میں بلاد فارس، عمان و بحرین، کرمان و سجستان، کابل و خراسان، ماوراء النہر اور سندھ و پنجاب کے علاقے شامل تھے

حجاز : یمن اور عرب وسطی کا صوبہ

مصر : اور مصر کے نشیبی علاقہ کو ملا کر ایک صوبہ بنایا گیا

بلاد الجزیرہ، آرمینا، آذربائجان، ایشیائے کوچک : کے علاقوں پر مشتمل صوبہ

شمالی افریقہ : میں مغربی مصر، اندلس، سسلی، سردانیہ اور بلیلاء کے علاقوں پر مشتمل صوبہ تھا جس کا صدر مقام قیروان تھا، گورنر افریقہ بلاد اندلس اور طنجہ پر حاکم مقرر کرتا جسکا دارالحکومت قرطبہ ہوتا تھا

41 ھ میں عراق کے خراج پر عبداللہ بن دراج کو معمور کیا

زیاد 45 سے 50ھ تک بصرہ کے اور 50 سے 53ھ تک صوبہ کوفہ پر حاکم تھے سب سے پہلے دیوان قائم کئے، تمام رجسٹروں کی نقلیں تیار کرائیں، خطوکتابت کیلئے محرر مقرر کئے، موالیوں کو بھی ملازمتیں دیں

حضرت امیر معاویہ ؓ کے حکومتی مشیروں میں عرب کے مشہور مدبر حضرت عمرو بن العاص ؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ اور حضرت زیاد بن ابی سفیان ؓ شامل تھے، حکومت چلانے کیلئے مختلف محکمے بنائے گئے جسکے چیف سیکریٹری سرجون بن منصور الرومی تھے، سیکریٹری محکمہ مال عبید اللہ بن اوس غسانی اور سیکریٹری خاتم، عبداللہ بن محمد حمیری تھے، جوائنٹ سیکریٹریز میں عبدالرحمن بن دراج، جبیر بن حی، مرداس سلیمان بن سعید شامل تھے – امن وامان کیلئے محکمہ پولیس نے تجارت اور مال کی آمدورفت کیلئے نظم ونسق برقرار رکھا، پولیس عدلیہ کے ماتحت تھی اور عدالتی فیصلوں پر عمل درآمد کرواتی تھی، جرائم کی روک تھام، سماج دشمن عناصر کی سرکوبی، احکامات کا نفاذ، حدود الہیہ کا قیام بھی پولیس کے فرائض میں شامل تھا، انسپکٹر جنرل پولیس قیس بن حمزہ اور پھر زمل بن عمرو مقرر کئے گئے، صیغہ پولیس کو بطور خاص ترقی دی اور امن وامان کا یہ حال تھا کہ کوئی گری پڑی چیز بھی نہیں اٹھاتا تھا، عورتیں رات کو تنہاء دروازے کھلے چھوڑ کر سوتی تھیں، والی عراق زید کا دعوی تھا کہ کوفہ سے خراسان تک اگر کسی کا ایک ٹکڑا بھی گم ہو جاتا تو مجھے پتہ چل جاتا ہے۔

اینٹی ٹیررازم کیلئے محکمہ بنایا جس میں زیر زمین خوارج اور سبائی دہشتگردوں کے ٹھانوں میں نام کے اندراج کئے جاتے، صوبہ شام میں حضرت ابوالدرداء کو مقرر کیا اور زید نے جعد بن قیس تمیمی کو عراق میں اسکا ڈائریکٹر مقرر کیا۔

وزارت دفاع کے ذمہ نئے قلعوں کی تعمیر اور پرانوں کی مرمت شامل تھی، جن میں روم میں قلعہ جبلہ، روڈس کا قلعہ، مدینہ منورہ میں قصر خل کا قلعہ اور طرطوس، مرقیہ اور بیلفارس کے قلعہ شامل ہیں، وزارت عدل و انصاف کے قیام سے رعایا کی دادرسی پر خصوصی توجہ دی گئی، ظلم وجبر کا نشان مٹادیا گیا، نظام قضاء اور عدالت کا

اثر یہ ہوا کہ مفلس وطاقتور سب کی ہمدردیاں آپکے ساتھ ہو گئیں، ایک قاضی امیر المومنین کو بھی عدالت میں طلب کر سکتا تھا، قاضی اپنے اجتہاد اور غور وفکر سے فیصلے کرتے اور قاضی اپنے معاملات میں بغیر کسی حکومتی دباؤ کے آزاد تھے۔

ویلفئر سروسز کے سرکاری اہلکار قریہ قریہ پھرتے اور پتہ کرتے کس کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور کس کے ہاں مہمان آیا ہے، اور اسکی خبر سے حکومت کو آگاہ کرتے، لوگوں کو وظائف دئے جاتے، آبپاشی اور نہروں کی کھدائی اور تالاب بنائے گئے، مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں نہر کظامہ، نہر شہداء وغیرہ تعمیر کی گئیں، زیاد بن ابی سفیان ؓ نے نہر معقل کو صاف کروایا، عبید اللہ بن زیاد نے نہر نجارا کے کوہستان میں کھدوائی، بند باندھ کر پانی کے تالاب بنائے گئے، مدینہ منورہ میں پانی کی فراوانی سے پیداوار بڑھ کر ڈیڑھ لاکھ وسق کھجور اور گندم ایک لاکھ وسق پیدا ہونے لگیں، حضرت عبد الرحمن بن ابو بکر ؓ کے ذریعہ نہر معقل کھدوائی اور اسکا افتتاح حضرت معقل بن یسار ؓ سے کروایا۔

عہد معاویہ ؓ میں فوج کی تعداد 2 لاکھ 40 ہزار تھی، جس میں سے کوفہ 60 ہزار، بصرہ 80 ہزار، مصر 40 ہزار، اور شام میں 60 ہزار تھی، سیدنا عقبہ بن نافع ؓ نے جب شہر قیروان کی بنیاد رکھی تو وہ بھی اسلامی تاریخ کا ایک رومانی واقعہ تھا اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے یہ 55ھ میں مکمل ہوا، منجنیق کا استعمال شروع کیا گیا۔

خلافت بنی امیہ اور بعد میں خلافت ہارون رشید تک جمعہ کے خطبہ میں خلفائے راشدین میں سے پہلے تینوں خلفاء اور امیر معاویہ ؓ کا نام پڑھا جاتا تھا، اس وقت تک یہ عام خیال تھا کہ حضرت علی ؓ کی خلافت قائم ہی نہیں ہوئی تھی - دراصل خلافت بنو امیہ کے دور میں عالم اسلام میں فرقے وجود میں ہی نہیں آئے تھے، سوائے سیاسی فرقہ واریت کے جس میں خارجی اور علوی نمایاں تھے ۔

مذہبی فرقہ واریت بغداد میں میں خلافت کی منتقلی کے بعد پیدا ہوئی، لہذا سوائے سیاسی فیصلوں کے دینی معاملات میں بنی امیہ کو الزام نہیں دیا جا سکتا، شہادت حضرت حسین ؓ اور شہادت عبد اللہ ابن زبیر ؓ بڑے سیاسی واقعات ہیں جن کو مذہبی شکل بہت بعد میں دی گئی، حضرت حسین ؓ کا ساتھ تو حجاز، کوفہ یا بصرہ کی

کسی سیاسی یا دینی شخصیت نے بھی نہیں دیا تھا - جبکہ حضرت عبداللہ ابن زبیر ؓ کے ساتھ ایک کثیر تعداد میں ہر طرح کی شخصیات تھیں اور انہوں نے حجاز، عراق، یمن اور مصر تک اپنے والی تعینات کر دئے تھے ۔

البتہ روایات کے بیان کرنے کا ایک طوفان آیا ہوا تھا، اور محدثین ایسی روایات بیان کر رہے تھے، جو کہ نئے اعتقادی فرقے وجود میں لانے کا پیش خیمہ تھا، لہذا حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ، نے ثقہ روایات کو جمع کرنے کیلئے اور جعلی روایات کے سیلاب پر بند باندھنے کیلئے، سرکاری سطح پر پہلی مرتبہ مہم چلائی، لیکن نتائج حاصل ہونے سے پہلے، حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کا انتقال ہو گیا، جس کے بعد سرکاری سطح پر فرقے بنانے کا عمل، خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں شروع ہوا ۔

شیعہ مذہب کی مرحلہ وار پیدائش کے بارے میں تفصیلات آئندہ ابواب میں دی گئی ہیں، لیکن سنی مذہب کی بنیاد خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں رکھی گئی، شروع میں یہ سلسلہ حب علی اور بغض معاویہ پر مشتمل تھا، اسکی وجوہات یہ تھیں کہ عباسی حکومت کا قیام خلافت بنی امیہ سے سیاسی نفرت پر مبنی تھا - دوسرے عباسیوں نے بنیادی طور پر علوی پارٹی کی جذباتیت کو کیش کیا اور اس سے مکمل فائدہ اٹھایا، اس میں سقم یہ تھا کہ اس وقت شیعہ سیاسی پارٹی میں قریشی، ہاشمی، طالبین، علوی، فاطمی اور غیر فاطمی کی تقسیم نہیں ہوئی تھی- اور یہ سب بعد میں ہوا، اسکا اندازہ عباسیوں کو پہلے نہیں ہوا تھا اور محمد الحنفیہ کی اولاد میں سے ابوہاشم نے جب امامت عباسیوں کو منتقل کی تو عباسی یہی سمجھتے رہے کہ ترپ کا یکہ ہاتھ لگ گیا ہے اور اس زمانے کے تمام شیعہ ان کی حمایت کریں گے، اس وقت امامت نص سے ہونے کی تھیوری ایجاد ہی نہیں ہوئی تھی، سب کچھ زیر زمین تھا، اور تقیہ کا کاروبار عروج پر تھا ۔

طبری نے 132ھ میں ابوالعباس سفاح کی حلف برداری کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے اپنی تقریر میں بنی امیہ کو بہت صلواتیں سنائیں اور خیال کا اظہار کیا کہ ان کی بداعمالیوں اور ظلم و جبر کے سبب خدا نے راتوں رات ان پر ایسا عذاب بھیجا کہ ان کا جاہ و حشم جشم زدن میں قصہ پارینہ بن گیا ۔

المامون اور المعتضد کے عہد میں امیر معاویہ ؓ کی کردار کشی کی باقاعدہ مہم چلائی گئی، بے شمار جعلی روایات گھڑی گئیں، جن میں سے طبری کی ایک روایت کے مطابق ایک بار رسول اللہ نے ابوسفیان ؓ کو معاویہ ؓ اور

انکے بیٹے یزید، کے ساتھ گدھے پر سوار دیکھا، فرمایا خدا کی لعنت ہو ان سواروں پر- ایک اور جھوٹی روایت میں یہ بھی کہا کہ ایک بار رسول اللہ نے ابن عباس کے ذریعہ حضرت معاویہ ؓ کو کتابت وحی کیلئے طلب فرمایا وہ اس وقت کھانا کھا رہے تھے اس لئے حکم کی تعمیل نہ کرپائے، راوی کہتا ہے، رسول اللہ نے فرمایا، کہ خدا اس کا پیٹ کبھی نہ بھرے- روایات گھڑنے والوں نے یہ بھی روایت کی، کہ اس پہاڑی درے سے ایک شخص ظاہر ہو گا جسے قیامت کے روز آخر ہماری امت سے الگ اٹھایا جائے گا ، راوی کے مطابق دیکھنے والوں نے دیکھا، کہ اس درے سے نکلنے والے شخص معاویہ ؓ تھے، ایک روایت میں تو یہاں تک کہا گیا کہ جب تم منبر پر معاویہ ؓ کو پاؤ تو اسے قتل کردو ۔ بحوالہ طبری جلد 7، صفحہ 53 – 58

صحیح مسلم میں ابن عباس ؓ سے روایت نمبر 2604 ، میں بھی اسی قسم کی درفطنیاں عباسی خلفاء نے ڈلوائیں اور سب سے آسان تھا کہ روایت گھڑنے میں ابن عباس کا نام ڈال دیا جائے۔

یہ وہی بنوعباس تھے، جو آل بیت کے حمایتی اور بنوامیہ کے دشمن تھے، کہ بازی پلٹ گئی اور انہوں نے شیعہ البیت والی امامت اور نص والے دعوے کو اپنی خلافت کے خلاف سازش تصور کیا، اب میدان میں ان کے دشمن صرف آل طالبی علوی آل البیت تھے جو مستقل خروج کر رہے تھے- اس وجہ سے عباسیوں نے تصور آل عباس کو آل بیت میں تبدیل کر دیا- ابن عباس ؓ کے ماورائی تصور کی تشکیل ہوئی، محدثین کی روایات نے انہیں تفقہ الدین کی اس بلند چوٹی پر فائز کر دیا، جہاں کبار صحابہ کا فہم بھی ان سے بہت پیچھے رہ گیا ۔ حتی کہ ان سے قرآن کی پہلی تفسیر بھی منسوب ہو گئی، اور بنوامیہ کی مخالفت اور آل بیت کی حمایت کے بین بین خلافت کا نظری جواز فراہم کر دیا ۔

ابوہاشم نے مرتے وقت تحریک کی قیادت محمد علی عباسی کو منتقل کی تھی اور ان اسرار و علوم سے بھی مطلع کر دیا تھا، جو انہیں محمد الحنفیہ نے بتائے تھے، یہ واقعات دراصل شیعہ تحریک کا حصہ تھے، اور یہ ہاشمیہ تحریک ہی سمجھی جاتی تھی – کیونکہ اسکی کمان مستور امام محمد علی عباسی کے ہاتھ میں تھی جو عراق اور خراسان میں بنی امیہ کی حکومت کے خلاف سرگرم تھے ۔ زید بن علی کی خروج میں قتل ہونے کے بعد، زیرزمین تحریک کی تمام ترہمدردیاں حمیمہ کے مستور امام کی طرف ہو گئیں، جو ابومسلم خراسانی کی قیادت میں جمع ہوئے، اور ان کے جھنڈے کا رنگ کالا قرار دیا گیا، اسطرح مشہور روایت کہ خراسان سے کالے جھنڈوں والے نکلیں گے

سامنے لائی گئی ۔ نفس ذکیہ نے منصور کو اپنے خط میں طعنہ دیا تھا کہ آل عباس دراصل علوی آل بیت کی عوامی مقبولیت اور ہمدردی کے سہارے ہی اقتدار میں آئے تھے ۔

نفس ذکیہ کے خط بنام خلیفہ منصور میں، آل فاطمہ کا تصور پیش کیا گیا ۔ نفس ذکیہ نے اپنے حق خلافت پر دلیل قائم کرتے ہوئے لکھا تھا، کہ ہمارے والد وصی اور امام ہیں، نبیوں میں ہمارے والد محمد دیگر انبیاء سے افضل ہیں، رسول اللہ کی بیٹیوں میں سب سے بڑھ کر فاطمہ سیدۃ النساء، اور مولودین میں حسن و حسین جوانان جنت ہیں۔ اس گھڑی ہوئی روایت کو آگے چل کر فاطمیین مصر نے اپنے خطبہ میں شامل کر لیا۔ بہت بعد میں کسی وقت سنیوں نے بھی اپنے خطبہ میں شامل کر لیا ۔ نفس ذکیہ کو اس وقت ادراک نہیں تھا کہ وہ تو حسنی ہیں، اور حسینیوں نے انکی پوری نسل کو امامت سے خارج کر دیا، اور دوران خروج بھی مدد نہیں کی۔

نفس ذکیہ کے خروج 145ھ کے بعد آل عباس کی شیعہ تحریک سے شیعت کا رنگ ہلکا ہونے لگا ۔ عباسی خلفاء حضرت امیر معاویہ ؓ کی انتظامی بصیرت اور اسلامی ایمپائر کی تشکیل میں ان کے کلیدی رول کی تحسین کرتے پائے گئے۔ خاص طور پر خلیفہ منصور عباسی معاویہ ؓ کی سیاسی بصیرت کا قائل تھا- چونکہ عامۃ المسلمین کیلئے امیر معاویہ ؓ کا مقام ایک کاتب وحی اور صحابی کا بھی تھا، اس لئے اموی حکومت پر سخت تنقید کے باوجود آل عباس کے لئے حضرت معاویہ ؓ کے خلاف لب کشائی میں احتیاط لازم تھی، یہی وجہ ہے کہ مامون اور معتضد کے علاوہ دوسرے عباسی خلفاء کے عہد میں حضرت امیر معاویہ ؓ کے خلاف لاف و گزاف کا سلسلہ حد اعتدال میں نظر آتا ہے ۔

کتاب 'عیون الاخبار' مسلم بن قتیبہ کے مطابق، المامون نے ایک بار شیعہ امام الرضا سے پوچھا، کہ امت کی قیادت کے لئے آپ خود کو کس طرح سزاوار سمجھتے ہیں؟ اگر یہ حوالہ علی ؓ کی قرابت کا ہے، تو رسول اللہ کی وفات کے وقت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریبی ورثاء زندہ تھے، اور اگر یہ استحقاق فاطمہ ؓ کے حوالے سے ہے، تو حسن ؓ اور حسین ؓ کی موجودگی میں، علی ؓ کا اس منصب پر قابض ہو جانا، گویا ان کے حقوق غصب کرنے کے مترادف ہے۔ کہا جاتا ہے الرضا ؒ سے اس اعتراض کا کوئی جواب نہ بن پڑا اور خاموش ہو رہے۔

استحکام خلافت کے بعد آل عباس نے وارث رسول کی حیثیت کی نشر و اشاعت شروع کردی، کہا گیا کہ رسول اللہ کی وفات کے وقت ان کے سب سے قریبی عزیز، ان کے چچا عباسؓ موجود تھے، ان کی موجودگی میں خلافت کی وراثت کسی کو تقسیم نہیں ہوسکتی ۔

آل عباس نے اپنے اس دعوے کے حق میں، کہ رسول اللہ نے نہ صرف یہ کہ اپنے چچا عباسؓ کو وارث قرار دیا تھا، بلکہ ان کے حق میں وصیت بھی کردی تھی - یہ روایت پیش کرتے تھے - ' ھذا عمی و بقیت آبائ ' کتاب الموضوعات لا ابوالفرج ابن جوزی مدینہ 1386 –جلد2 صفحہ 31

ام سلمیؓ سے ایک روایت کے مطابق: ام سلمیؓ کہتی ہیں، ہم لوگ رسول اللہ کی مجلس میں تھے اور اس بات پر بحث چل رہی تھی، کہ آیا خلافت پر آل فاطمہ متمکن ہوں گے، تو رسول اللہ نے یہ سن کر فرمایا آل فاطمہؓ کبھی بھی خلافت حاصل نہ کرپائیں گے، یہ منصب تو ہمارے چچا کے بیٹوں کیلئے مخصوص ہے یہاں تک کہ وہ اسے مسیح کو سونپ دیں گے ۔ ' حتی یسلمونھا الی المسیح ' -

رسول اللہ نے فرمایا عباسؓ میرے وصی اور وارث ہیں- بلاذری، انساب جلد3، صفحہ 5

رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے ابراہیم علیہ السلام کی طرح اپنا دوست بنایا، جنت میں میرا مقام ابراہیم کے مقابلے میں ہوگا، اور ہمارے چچا عباسؓ کو خدا کے ان دونوں دوستوں کے درمیان جگہ ملے گی - اخبار العباس صفحہ 131

ترمذی نے ابن عباسؓ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ نے ایک دن عباسؓ اور انکی آل اولاد کو اپنے ہاں طلب کیا، ابن عباسؓ کہتے ہیں عباسؓ آئے، ہم لوگ بھی ان کے ساتھ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سب لوگوں کو ایک ہی چادر کے اندر ڈھک لیا، اور دعا فرمائی کہ یا اللہ عباسؓ اور ان کے بچوں کے سارے گناہ بخش دے اور خلافت کو ان کے سلسلہ نسب میں باقی رکھ ۔

ابن عباس نے روایت کی ہے اللہ نے فہم القرآن سے خاص طور سے نوازا تھا، اور رسول اللہ نے خاص طور پر ان کے تفقہ فی الدین کیلئے دعا فرمائی تھی۔ ' الھم تفقہ فی الدین و علمہ التاویل '

آل عباس کی اموی مخالف تحریک میں شمولیت محمد بن علی عباسی کے زمانے میں ہوئی، ورنہ اس سے پہلے آل عباس امویوں کے شریک و سہیم رہے، اور ان کے اقتدار سے بھرپور فائدہ اٹھاتے رہے۔ ابن عباس نے صلح حسنؓ و معاویہؓ میں اہم رول پلے کیا، اس خدمت کے عوض، انہیں بعض روایتوں کے مطابق بصرہ کے سرکاری خزانے سے نوازا گیا۔

جب عبداللہ ابن زبیرؓ اور امیر یزید بن معاویہؓ کے درمیان خلافت کے مسئلہ پر معرکہ آرائی ہوئی تو بنو عباس نے امویوں کا ساتھ دیا۔ اخبار العباس کی ایک روایت کے مطابق، ابن عباس نے اپنی موت کے وقت اپنے لڑکوں کو یہ وصیت کر دی تھی، کہ وہ ابن الزبیرؓ سے وابستہ ہونے کی بجائے عبدالملک کے پاس چلے جائیں ، وہ اگر انہیں اپنے مستقر کے انتخاب کا اختیار دیں، تو الشراط کی پہاڑیوں کو اپنا مسکن بنائیں، کہ بنو امیہ کے بعد شراط پر ایسے خاندان کی حکومت ہوگی، جو عز و شرف میں اہل بیت میں سب سے بڑھ کر ہوگی اور یہ تم لوگ خود ہوگے۔ اخبار العباس صفحہ 131

آل عباس کے مطابق علیؓ کے والد ابو طالب نے حالت کفر میں وفات پائی، جبکہ عباسؓ نہ صرف اسلام کی دولت سے مالامال ہوئے، بلکہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشاورت میں شرکت کا شرف بھی حاصل ہوا ۔ کتاب المنمق فی اخبار قریش، ابو جعفر محمد بن حبیب، حیدرآباد 1964 صفحہ 28-31، بلاذری، انساب جلد 3 صفحہ 5

ایک کافر چچا کو مومن چچا پر ترجیح نہیں دی جاسکتی، رہا علیؓ کی علوئے مرتبت یا وصایہ کا معاملہ، تو اگر اس میں کچھ حقیقت ہوتی، تو امامت ابو بکرؓ اور عمرؓ کے ہاتھ میں نہ جاتی، جبکہ واقعہ یہ ہے کہ ارباب شوری نے عثمانؓ کو علیؓ پر ترجیح دی ۔ تاریخ طبری لائڈن 1879 ۔ 1901، جلد 3 صفحہ 213 ۔

علویوں کے دعوے کو اگر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے، تو کیا یہ حقیقت نہیں کہ حسنؓ نے اپنے حق امامت کو معاویہؓ کے ہاتھوں کب کا بیچ دیا- طبری جلد 3 صفحہ 214

نفس ذکیہ کے خلاف بغاوت کچل دینے کے بعد خراسانیوں کے درمیان ابوالجعفر المنصور نے جو خطبہ دیا تھا اس میں نہ صرف یہ کہ اس نے اپنے آپ کو آل بیت کے محافظ کی حیثیت سے پیش کیا بلکہ علویوں کے استحقاق خلافت کی سخت نکیر بھی کی ۔ مروج الذہب و معاون الجوہر -المسعودی بیروت 1965-1966، جلد 3 صفحہ 300، 301

روانديہ جیسے غلو پسند گروہ نے تو عباسی خلفاء کو خدائی صفات سے متصف سمجھنے لگے ۔ کتاب مقالات الاسلامین علی بن اسماعیل الاشعری، استنبول 1929 صفحہ 21 - مسعودی مروج الذھب جلد 3، صفحہ 236

تیسری صدی کے اختتام تک فقہاء اور محدثون اتنے مختلف حلقوں، بلکہ باضابطہ مکاتیب فکر میں بٹ گئے، جس کے نتیجہ میں سیاسی مقاصد کیلئے روایات بنائی گئیں ۔ طالبی، عباسی اور فاطمی داعیان خلافت نے بے شمار روایات گھڑلیں، تو کیا وجہ تھی کہ دیگر مقاصد کیلئے روایات نہ گھڑی جاتیں، یہ خیال عام ہونے لگ گیا کہ حدیث کی حیثیت قرآن پر قاضی اور فیصلہ کن ہے، بعد ازاں عہد شافعی میں سنت قولی کو سنت فعلی پر ترجیح دے دی گئی جس کی وجہ سے روایات کو مذہبی حیثیت حاصل ہو گئ ۔

عباسی خلافت 132ھ میں حکومت حاصل کرنے کے بعد سے لیکر ہارون رشید کی خلافت 170ھ تک اسی مخمصہ کے تحت چلتی رہی ۔ عباسیوں نے تمام کتابوں سے بنی امیہ کا نام کھرچنے، دارالخلافہ کی تبدیلی کو کافی سمجھا- علوی پارٹی جس کا ثمر عباسی کھا رہے تھے اس میں شامل ہر طرح کے گروہوں نے خروج کر شروع کردئے، جن میں زیدیہ، اسماعیلی، فاطمی، غیر فاطمی، حسنی، حسینی، کیسانیہ اور غلات بھی شامل تھے، علیؓ کی اولاد میں امامت کا عقیدہ پیدا ہونا، براہ راست عباسی خلافت پر حملہ تھا، اور علی کی فضیلت کی روایات کے انبار لگائے جا رہے تھے، ان حالات میں خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں اہم فیصلے کئے گئے۔

خلیفہ منصور نے امام مالکؒ کو مدینہ سے بلا کر ایک ایسے متفقہ مجموعہ بنانے کا کہا جس سے انتشار کی فضا میں کمی ہو سکے، مؤطا امام مالک سے اجماع کی امیدیں پوری نہ ہو سکیں کیونکہ محدثین کے پاس ایک روایت کی نفی کرنے کیلئے کئی کئی روایات موجود تھیں۔ آگے چند تفصیلات اس منظر نامہ کو سمجھنے میں مدد دیں گی ۔

عہد ماموں میں اسلام کا ایک متفقہ منشور مرتب کرنے کی کوشش کی گئی، ماموں اعتزال کا پروردہ تھا، اور قرآن قدیم ہے یا مخلوق، کا سوال زوروں پر تھا، معتزلہ کو حکومت میں اہم عہدوں پر متعین کر دیا گیا اور اسکے مقابلہ پر امام احمد بن حنبلؒ قرآن کے غیر مخلوق ہونے پر ڈٹ گئے۔

بالآخر المتوکل کے عہد میں حکومتی پالیسی تبدیل ہوئی اور معتزلہ عقائد سے مکمل کنارہ کیا گیا اور امام احمد بن حنبلؒ کو سرکاری سرپرستی میں اسلام کے عوامی منشور کی تدوین کا شرف حاصل ہوا، آگے چل کر اہل

سنت والجماعت کا عقیدہ ان ہی خطوط پر قائم ہوا، اسی دور میں مرقد حسینؓ پر علویوں کا ہجوم بڑھ رہا تھا اور درپردہ ایک خوفناک سازش پروان چڑھ رہی تھی۔ المتوکل نے اسکی مسماری کے احکامات جاری کئے۔ شیخینؓ اور امہات المومنینؓ کے خلاف سب وشتم کو قابل تعذیر جرم قرار دیا۔ طبری جلد 11 صفحہ 241

عیسائیوں اور یہودیوں کیلئے امتیازی نشان مقرر ہوئے، انکے لئے عوامی جلسوں میں صلیب نکالنے کی ممانعت ہوئی، اقوام غیر کی نو تعمیر شدہ معابد کے انہدام کے احکام جاری ہوئے، حتیٰ کہ عیسائیوں سے تعلیم حاصل کرنا بھی جرم قرار پایا۔ طبری جلد 11 صفحہ 49

امام احمد بن حنبلؒ کو حکومت میں شامل کر لیا گیا اور یہ گویا اس مؤقف کا اظہار تھا کہ علماء خلیفہ جبر کے تمام انحرافات کے باوجود، اس وقت اس کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھیں گے، جب تک وہ بعض بنیادی شرائط کی پاسداری کرتا رہے، مثلاً جمعہ، عیدین اور حج کا اہتمام بجا لائے، اگر ایسا ہوتا رہے تو مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ وہ حکومت کے خلاف تلوار نہ اٹھائیں، اور اسے زکاۃ اور عشر ادا کرتے رہیں ۔کتاب السنہ صفحہ 35

ایک قریشی خلیفہ کے خلاف کسی کو خروج کا حق حاصل نہیں ہے، اور خلیفہ کو اپنے نائب کی نامزدگی کا حق حاصل ہے۔ امام ابن حنبل کی نظری اصلاحات نے اہل سنت والجماعت والآثار کے نام سے ایک فرقہ کی بنیاد رکھی جو اپنی وسعت قلبی کے سبب، متضاد اور متخالف رویوں کے قبول و جذب کی غیر معمولی صلاحیت کا حامل تھا۔

حضرت علیؓ کی خلافت کے بارے میں بہت سے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ انکی خلافت پوری طرح مستحکم نہ ہو پائی تھی اور نہ ہی اس پر اتفاق عام ہو پایا تھا، اس لئے خلفاء راشدین المہدیین کا تذکرہ خلفائے ثلاثہ پر تمام سمجھا جاتا تھا ۔ امام احمد ابن حنبل نے پہلی مرتبہ حضرت علیؓ کو چوتھے خلیفہ راشد کی حیثیت سے فکر جمہور میں داخل کیا۔ مسئلہ خلافت پر مختلف فرقوں میں محاذ آرائی عروج پر تھی۔ روافض اور شیعہ خلفائے ثلاثہؓ اور امہات المومنینؓ کی شان میں گستاخیاں کرتے، جبکہ خوارج، عثمانؓ، معاویہؓ، علیؓ و عمرو بن العاصؓ کی شان میں گستاخیاں کرتے ۔

حضرت علیؓ کو چوتھے خلیفہ راشد بنانے پر علمائے سنت کا وفد امام احمد بن حنبلؒ کے پاس بھی آیا کیونکہ یہ امام احمد کا ذاتی فیصلہ تھا اور گویا ایک تاریخ از سر نو لکھی گئی تھی۔ وفد کے اراکین کہنے لگے اے ابو عبداللہ،

علی ؓ کو خلفائے ثلاثہ کے ساتھ ملحق کرنا اور انہیں اس مقام پر رکھنا طلحہ ؓ اور زبیر ؓ کی تنقیص ہے، کیا آپ نے ابن عمر ؓ کا وہ قول نہیں سنا کہ ہم عہد رسول میں ابو بکر ؓ سے افضل کسی کو نہیں سمجھتے تھے، ان کے بعد عمر ؓ کا درجہ تھا اور پھر عثمان ؓ کا اور اس کے بعد تو سارے اصحاب نبی برابر تھے، ان میں سے ہم کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے ۔ صحیح بخاری جلد4 صفحہ 203، باب مناقب عثمان بن عفان من کتاب بدء الخلق

لیکن امام احمد بن حنبل ؒ نے اس فیصلہ کو ساقط کرنے سے انکار کر دیا- طبقات الحنابلہ جلد1، صفحہ 292

امام ابو حنیفہ ؒ ہمیشہ سے رفض کا شکار رہے اور وہ حضرت عثمان ؓ پر حضرت علی ؓ کو فضیلت دیتے تھے- جبکہ امام مالک ؒ کا مؤقف ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے بعد تمام صحابہ یکساں مرتبہ کے حامل ہیں، امام احمد بن حنبل ؒ ہمیشہ سے اس قسم کے پیچیدہ اختلافات جو تاریخ کی مختلف تعبیرات کے پروردہ تھے، انہوں نے اس کا یہ حل نکالا کہ خلفائے ثلاثہ ؓ کے بعد علی ؓ کو چوتھے نمبر پر رکھ دیں ۔

ابتدائی صدیوں میں جب امت مسلمہ میں گروہی اور فرقہ ورانہ شناخت پوری طرح واضح نہیں نہ ہوئی تھی، کوئی خود کو اہل عدل والاستقامہ کہتا، تو کوئی اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کی حیثیت سے پیش کرتا، مخالفین کو مرجیہ، قدریہ، اہل الرائے سے مطعون کیا جاتا، احمد بن حنبل ؒ جو اپنے استاد امام شافعی ؒ سے حد درجہ متاثر تھے، خود کو اہل سنت والجماعت والآثار بتاتے، یقینا اسکا مطلب بعد کی اہل سنت والجماعت نہیں ہے، دوسری صدی میں اہل الرائے اور اہل سنت کی چپقلش میں امام شافعی ؒ کی کوششوں کے نتیجہ میں جب روایت کو علم کلام اور اہل الرائے پر سبقت حاصل ہو گئی، تو علمائے آثار کی قدر و منزلت بڑھ گئی ۔

اصحاب رسول ؓ کی ان مراتب بندیوں سے متنازع سیاسی امور پر چلنے والی زبانیں بند نہ ہو سکیں، تو ' الصحابہ کلھم عدول ' جیسی روایتوں کا سہارا لینے کی کوششیں کی گئیں۔ بتایا گیا کہ قرآن کی آیت ' محمد الرسول اللہ والذین معہ ' آئی ہے ، جس میں صحابہ کرام ؓ کا درجہ بتایا گیا۔ اس سلسلہ میں امام بخاری کا خیال ہے، کہ جس کسی نے بھی ایمان کی حالت میں رسول کو دیکھا، وہ صحابی ہے۔ امام احمد ؒ نے کتاب المناقب صفحہ 161 میں لکھا ہے کہ ہر وہ شخص جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک میں، ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک گھنٹہ رہنے کا موقع ملا ہو تو اس کا شمار اصحاب رسول ؓ میں ہو گا، خواہ اس

نے آپ کی زبان سے ایک بھی لفظ نہ سنا ہو، حتیٰ کہ جس کسی نے آپ کے سراپے کو ایک نظر دیکھا ہو، وہ بھی صحابی ہے۔ بعد ازاں اہل سنت میں ہر وہ شخص صحابی سمجھا جانے لگا، جو آپ کی حیات مبارکہ میں پیدا ہوا، خواہ وہ عقل وادراک نہ رکھتا ہو ۔ صوفیوں نے اس سلسلہ کو مزید وسعت دی کہ اویس قرنی کو بھی صحابی رسول قرار دے دیا، جنہیں رسول اللہ کی خدمت میں حاضری کا موقعہ نہ مل سکا ۔

سیوطی نے خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے ایک خطبہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ آپ نے فرمایا، لوگو تمہیں معلوم ہونا چاہیئے، کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے دو دوستوںؓ کی سنت ہے، وہ دین ہے، ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور اسکی حد میں رہتے ہیں، ان دونوںؓ کی سنت کے علاوہ، کسی دوسرے کی بات نہیں مانتے ۔ تاریخ الخلفاء صفحہ 160

اموی خلافت کے زمانے میں چوتھے خلیفہ کی حیثیت سے، حضرت امیر معاویہؓ کا نام لیا جاتا تھا، ایسا اسلئے ہے کہ جیسا امام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے، امر واقعہ یہ ہے حضرت علیؓ کی خلافت پوری طرح قائم نہ ہو پائی تھی، اور نہ ہی ان کے عہد میں مقصد خلافت حاصل ہوا تھا، معاویہؓ کی خلافت پر لوگ متفق ہو گئے تھے لیکن علیؓ کی خلافت پر ایسا نہ ہو سکا تھا ۔ منہاج السنہ جلد 2 صفحہ 149

بنوامیہ کے زوال کے بعد بھی بلاد مغرب میں چوتھے خلیفہ راشد کی حیثیت سے، امیر معاویہؓ کا نام لیا جاتا تھا ۔ حضرت علیؓ کے نام سے جمعہ کا خطبہ خالی ہوتا، اس لئے کہ اس عہد تک اکثر لوگ یہ سمجھتے تھے کہ علیؓ کی امامت پوری طرح قائم نہ ہو پائی تھی، اور انہیں تمام مسلمانوں کی حمایت حاصل نہیں ہو پائی تھی ۔ بعض لوگ سیاست علیؓ کی برملا تنقیص سے باز نہ آتے اور انہیں امت کے انتشار کیلئے متہم کرتے ۔ آل عباس کے دور میں معاویہؓ کی جگہ علیؓ کا نام خطبہ کا حصہ بنا، البتہ یہ خیال کہ ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ خلفائے راشدین ہیں تو یہ امام احمد بن حنبلؒ کی اختراع تھی جو بعد میں اسی ترتیب سے، خلفاء کی برگزیدگی کا حامل سمجھنا عامۃ الناس کیلئے عقیدہ کی حیثیت اختیار کر گیا، اب کسی کو یہ خیال نہیں آتا کہ حضرت علیؓ کی شمولیت کا فیصلہ، تیسری صدی کے ایک بزرگ نے کیا تھا ۔

خلیفہ اول ابو بکر صدیق ؓ کا خطبہ صرف رسول اللہ کی ذات مبارکہ پر صلواۃ وسلام کے بعد ختم ہو جاتا تھا خلفاء اربعہ کے عہد تک کسی صحابی اور قرابت دار نبی کے تذکرے سے جمعہ کا خطبہ خالی ہوتا تھا – حضرت علیؓ کے عہد میں جب خلفائے ثلاثہ کے خلاف زبانیں دراز ہو گئیں اور خارجی علیؓ اور معاویہؓ کی تنقیص میں ہرزہ سرائی کرنے لگے، توحضرت امیر معاویہؓ نے خطبہ میں خلفاء ثلاثہ کا نام شامل کر دیا، اور بعد میں خلفائے بنی امیہ نے حضرت امیر معاویہؓ کا نام بھی خطبہ میں شامل کر دیا- خلفاء عباسی نے خطبہ میں عمین محترم عباسؓ اور حمزہؓ کا اضافہ کیا، ترمذی اور صوائق المحرقہ میں ' اے اللہ عباس کی مغفرت فرما اور ان کی اولاد کو اسطرح بخشش دے کہ ان کے ظاہر و باطن کے تمام گناہ مٹ جائیں کوئی گناہ بخشش سے رہ نہ جائے ' ۔

یہ تجدید شدہ خطبہ عباسی دور بغداد میں پانچ سو سال، مصر کے دور میں تین سو سال، ترک سلطان سلیم اول کے دور سے خلافت عثمانیہ میں یہ خطبہ جاری و ساری رہا۔ یہ ہی خطبہ تمام بلاد اسلامیہ میں پڑھا جاتا ہے چاروں رسول اللہ کی بیٹیوں میں سے تین بیٹیوں زینبؓ، رقیہؓ اور ام کلثومؓ کو فاطمہؓ کا مقام نہ دیا گیا بعض شیعہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں قرار نہیں دیتے ۔ حالانکہ قرآن نے اسکی گواہی دی ہے ' یا ایھا النبی قل لا زواجک و بناتک ' 59:32 ۔ زینبؓ بنت رسول اللہ کے بیٹے علی بن ابوالعاصؓ اور بیٹی امامہ بنت العاصؓ مدینہ میں اپنے نانا کے گھر میں پرورش پاتے رہے ، آپ کے شوہر بھی اسلام لاکر مدینہ تشریف لے آئے۔ امامہ چھوٹی بچی تھیں جو سجدہ کی حالت میں کبھی رسول اللہ کی پیٹھ پر چڑھ جاتیں، فتح مکہ کے موقعہ پر جب آپ کی سواری مکہ میں داخل ہو رہی تھی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ نواسے علی بن زینبؓ سواری پر آپ کے ساتھ تھے ۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ جنگ یرموک میں علی ابن ابی العاصؓ کو عین عالم شباب میں شہادت نصیب ہوئی ۔ رقیہؓ بنت رسول اللہ کے ایک بیٹے عبداللہ تھے جن کا نام تاریخ سے کھرچ دیا گیا- سیدہ زینبؓ کی وفات سے پہلے رقیہؓ اور ام کلثومؓ پہلے ہی وفات پاچکی تھیں ۔ بعد کے روایت نویسوں نے جنت بانٹتے ہوئے ان تینوں بہنوں کو کوئی حصہ نہ دیا۔ یہ سب بیٹیاں اپنے والد کے مشن میں شریک و سہیم رہیں، پھر کوئی وجہ نہیں کہ ان کی قربانیوں اور قرابت پر خط تنسیخ پھیر دیا جائے– غالبا عباسی حکومت بھی شیعہ فتنہ سے خوفزدہ تھی

اور سنی مجتہدین بھی کسی سرکاری اشارے کی غیر موجودگی میں صرف فاطمہ ؓ اور انکی اولاد تک محدود رہ گئے پنجتن کی فضیلت کا قصہ شیعہ ابن نباتہ متوفی 374ھ نے اپنی کتابوں میں پیش کیا، جو بعد میں خطبہ کا حصہ بن گیا، عالم اسلام میں بے شمار ایسے علماء تھے جنہیں اصحاب الحدیث یا اہل رائے کہا جاتا تھا ، بعض اہل القیاس کہلاتے تھے۔ انکی فہرست علیحدہ دی گئی ہے لیکن ان میں سے جب مساجد سے الگ مدرسوں کا رواج شروع ہوا، توان مدرسوں میں شافعی، حنبلی اور حنفی مسالک کی تعلیم ہونے لگی۔

شافعیوں کو نظام الملک کی سرپرستی حاصل تھی جبکہ حنفیوں کو سلاجقہ کی سرپرستی حاصل تھی، حنبلی بھی بغداد میں اپنا وجود قائم رکھے ہوئے تھے۔ اسکے علاوہ دیگر مکاتیب فکر یا توغائب ہوچکے تھے یا غیاب کی راہ پر گامزن تھے۔امام ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد قاضی ابویوسف اور امام محمد اپنے عہد کی عباسی خلافت میں کلیدی رول ادا کرتے رہے۔ اس وقت تک کوئی بھی انفرادی، فقہی مسلک باقاعدگی کی شکل اختیار نہیں کرسکا تھا، البتہ 665ھ میں ملک ظاہر شاہ بیبرس کے حکم سے چاروں فقہی مسالک کیلئے علیحدہ علیحدہ قضاۃ کی نامزدگی کا اعلان کیا گیا۔ آگے چل کر نویں صدی کی ابتداء میں فرح بن برقوم نے، حرم کعبہ کیلئے چار علیحدہ علیحدہ مصلوں کا بھی اہتمام کردیا تھا ۔ کوئی پانچ سوسالوں تک مسجدوں میں امت مسلمہ علیحدہ علیحدہ فقہی نمازیں پڑھتی رہی ۔ یہ آئمہ اربعہ کے فقہوں کے قیام کی بنیاد بنا ۔ دیگر مسالک میں ظاہری شامل تھے عقیدہ کے لحاظ سے فرقوں میں ابوالحسن اشعری متوفی 324ھ کے اشعری، ماتریدی، اثری، جبری، قدری، اور جہیمیہ وغیرہ شامل تھے۔

ایک دوسرے کے اعتقادات پر کفر کے فتوے بھی لگائے جاتے تھے، محدثین کے مطابق جو شخص یہ کہے قرآن مجید قدیم ہے وہ کافر ہے، امام بخاری ؒ کے بقول میں اسے جاہل سمجھتا ہوں جو جہیمیہ کو کافر نہ سمجھے، عبدالرحمن بن مہدی کے بقول کہ اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہو اور میں کسی کو یہ کہتے سن لوں کہ قرآن مخلوق ہے تو فوری اسکی گردن ماردوں، ابن حنبل کے بقول قدری کے پیچھے نماز جائز نہیں، ابن حنبل کے مطابق تارک الصلواۃ کافر ہوجاتا ہے، لہذا اس کا قتل جائز ہے۔ اسکے علاوہ ہر شارح نے اپنے علم کے مطابق عقائد میں اضافے بھی کئے ۔ مثلا

طحاوی متوفی 321ھ نے صوفیاء کی کرامت کو مسلمہ عقیدہ کی شکل دی جس' طئی الارض ' جیسے تصورات کی دینی حیثیت مسلم ہوئی ۔

نسفی نے معراج اور معجزات کو اعتقاد میں شامل کئے، معراج کو ایک مسلمہ عقیدہ قرار دینے کے نتیجہ میں یہ بحث چل نکلی کہ معراج جسمانی تھی یا روحانی ، اور یہ کہ رسول اللہ کو رویئت باری تعالی جسمانی آنکھوں سے حاصل ہوئی تھی یا چشم دل سے؟

منکر نکیر، عذاب قبر، پل صراط اور اس قبیل کے بے شمار فتنہ پرور عقائد باہمی تکفیر کا سبب بنے- اہل سنت والجماعت میں بعض ایسے عقائد داخل کئے گئے کہ جن کو نہ ماننے والوں کو اہل سنت سے ہی خارج کر دیا جاتا تھا ۔

مصنف عبد الرزاق الصنعانی متوفی 211ھ نے اپنی روایت میں آنخضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے اور سایہ نہ ہونے کی روایات بیان کی ہیں، جبکہ ابن حجر اور ابن عدی، ذہبی نے اسے شیعہ بتایا ہے، ابن حبان کے مطابق بھی یہ شیعہ تھا۔ دیکھئے' باب تخلیق فی نور محمد'۔ اس روایت میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ بر صغیر کے ایک مذہبی صوفی سنی فرقے کی اساس ہے، وہ عبد الرزاق کو اہل سنت تو ثابت نہیں کر سکتے لیکن اپنے فرقے کی ساکھ بچانے کیلیئے اردو ایڈیشن میں یہ تھیوری پیش کی ہے کہ وہ شیعہ تھا لیکن رافضی نہیں تھا۔ مکتب نور۔ بریلی شریف، بھارت 2014ء

عصمت انبیاء کا عقیدہ خالص شیعہ عقیدہ تھا، یہاں تک کہ غزالی کے عہد تک اہل سنت والجماعت عصمت انبیاء کے قائل نہ تھے ۔ فخر الدین رازی متوفی 606ھ نے اسلام آنے کے چھ سو سال بعد عصمت انبیاء کی حمایت میں پرزور رسالہ لکھ دیا، رازی کی تحریروں اور شیعت کے پرزور اثرات کی وجہ سے سنی عقیدہ بن گیا، بلکہ یہ خیال بھی عام ہوا کہ بروز محشر جہاں شیعوں کو، اپنے آئمہ کی شفاعت حاصل ہو گی، تو سنی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم نہ ہوں گے، عصمت انبیاء کی بحث میں یہ لوگ اپنے آپ کو اصلی سنی اور خالص سنی کہلوانا پسند کرتے۔ اس بحث کے نتیجہ میں نیا پہلو پیدا ہوا کہ رسول اللہ کا سایہ ہوتا ہے یا نہیں- تفسیر مدارک میں حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ، رسول اللہ کا سایہ نہیں

ہوتا تھا، مبادی اس پر کسی شخص کا پیر پڑجائے، اور بے حرمتی کا مرتکب قرار پائے۔ خصائص کبری میں زکون تابعی کے حوالے سے بھی یہی بات کہی گئی کہ،سورج یا چاند کی روشنی میں رسول اللہ کا سایہ نہیں دیکھا جاتا تھا۔ قاضی عیاض نے الشفاء میں یہ تھیوری پیش کی کہ رسول اللہ کا سایہ نہ ہونا اس سبب سے تھا کہ، آپ نور سے تخلیق کئے گئے تھے۔ بعد میں اہل سنت کے علماء مجدد الف ثانی، عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں اس خیال کی تائید کی، انکے مؤقف کا سبب یہ ہے کہ نسفی جنہیں یہ امام سمجھتے ہیں وہ سایہ رسول کے عدم وجود کے قائل تھے اسکے علاوہ اشعریوں اور غزالی کی موشگافیاں اب عقیدے کا حصہ بن گئی ہیں ،لیکن ان مباحث کی تعبیرات سے امت کی نجات کا کوئی سامان نہ ہوسکا۔

چوتھی صدی ہجری میں جب اہل تشیع نے اپنی روایتوں کے علیحدہ مجموعے مرتب کرڈالے، تو مناقب کی ان غلو آمیز روایات سے شیعہ کا ایک علیحدہ قالب تیار ہوا۔ دوسری طرف پرانے متروکہ مجموعوں کو سنی ماخذ کے طور پر دیکھا جانے لگا، حالانکہ انکی حیثیت مشترکہ ورثہ کی تھی اس میں شیعی روایتیں بھی بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ مثلا ایرانی محدثین نے شیعہ اور آل بیت والی روایات کو اپنے مجموعوں میں ڈال کر پتہ نہیں کس کی خدمت کی۔

بخاری میں اس قصہ کی گونج کئی مقامات پر سنائی دیتی ہے، کہ کس طرح حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحریر لکھوانے سے روک دیا۔

ترمذی اور مسند احمد میں غدیر خم کا واقعہ، جس میں علیؓ کو تمام مومنین کا مولی قرار دیا گیا، اور سونے پہ سہاگہ کہ حضرت عمرؓ کی طرف سے مبارکباد بھی لکھی گئی۔

بخاری میں اس صحیفہ کا تذکرہ، جو قرآن مجید کے علاوہ علیؓ کے پاس پایا جاتا تھا۔

مسلم میں خمرہ نماز اور متعہ کی روایت موجود تھی، جو خالص شیعہ مؤقف تھا اور سنی اسے ماننے سے گریزاں ہیں، نام نہاد سنی ایرانی محدثین کے مجموعوں میں مناقب آل بیت کی روایات کی بھرمار تھی، جن میں سے چند اسطرح ہیں

حدیث سفینہ : میرے اہل بیت کی مثال سفینہ نوح کی ہے۔ دیکھئے درج ذیل ماخذ۔

مستدرک الحاکم جلد2 صفحہ 343، حلیۃ الاولیاء- ابی نعیم جلد4 صفحہ 306، تاریخ بغداد-خطیب جلد12 صفحہ 19، درالمنشور- سیوطی ذیل آیت58 / 2، کنزالاعمال- المتقی جلد1 صفحہ 250، مجمع الزوائد- الہیثمی جلد9 صفحہ 167 –

حدیث مقاتلہ : علیؓ پر خدا کی رحمت ہو، حق علی کے ساتھ رکھیو۔

ترمذی جلد2 صفحہ 298، مستدرک الحاکم جلد3 صفحہ 119، تاریخ بغداد خطیب جلد14 صفحہ 21، مجمع الزوائد جلد7 صفحہ 134، کنزالعمال جلد6 صفحہ 157

حدیث نور : خلق آدم سے چودہ ہزار سال پہلے میں اور علیؓ خدا کے حضور بشکل نور موجود تھے، جب خدا نے آدم کی تخلیق کی تو اس نے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا،ایک میں ہوں، دوسرا علیؓ۔

احمد بن حنبل نے فضائل میں، سبط ابن الجوزی نے تذکرۃ الاخواص میں اور محب طبری نے ریاض النادرہ میں

حدیث الرایہ : کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہو گا، وہ اللہ اور اس سے رسول محبت کرتا ہے، اور رسول اس سے محبت کرتا ہے۔

مسلم کتاب الجہاد والسیر، الحاکم نے مستدرک میں، ابن حنبل نے مسند میں، ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں، نسائی نے الخصائص میں، متقی نے کنزالاعمال میں، بیہقی نے سنن میں اس روایت کا تذکرہ کیا ہے

حدیث خم غدیر: میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں خدا کی یاد دلاتا ہوں۔

مسلم2 صفحہ 299، مسند احمد جلد4 صفحہ 367، دارمی424

ان سنی احادیث کے باوجود اہل بیت کے دعویداروں کے یہ حالات ہوئے کہ :

عم رسول عباسؓ، و ابوطالب کی اولاد میں سے عقیلؓ اور علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی۔

حسنؓ اور حسینؓ دونوں نے امیر معاویہؓ کی بیعت کی۔

حسینؓ نے اپنے بھائی حسنؓ کی اتباع کرنے کی بجائے امیر معاویہؓ سے بیعت کرلی۔

محمد بن الحنفیہ ؒ نے زین العابدین ؒ کی امامت تسلیم نہیں کی۔

حسن مثنی بن الحسن نے اپنے دعوی امامت کے دوران زین العابدین ؒ کی امامت تسلیم نہیں کی۔

زین العابدین ؒ نے بھی حسن مثنی بن الحسن کی امامت تسلیم نہیں کی۔

زید بن زین العابدین نے الباقر کی امامت کا انکار کیا۔

الباقر ؒ نے اپنے بھائی زید بن علی کی امامت کو تسلیم نہیں کیا۔

محمد بن عبداللہ محض بن حسن المثنی نے اپنی امامت کا دعوی اور جعفر ؒ کی امامت کے انکار میں کیا۔

اور جعفر ؒ نے محمد بن عبداللہ محض کی امامت سے انکار کیا ۔

آل عباس جنھوں نے نعرہ شیعت بلند کر کے مسند خلافت پر قبضہ کیا تھا، آہستہ آہستہ شیعت سے متنفر ہوتے گئے، اور جیسے پہلے بیان کیا ہے خطبہ میں خلفائے راشدین اور عمین محترم کے نام شامل کر دئے، وہ ایک ایسی تنی ہوئی شیعہ سنی رسی پر چل رہے تھے، جس میں توازن قائم کرنے کیلئے اہل تشیع کو بھی خوش رکھنا چاہتے تھے، شاید یہ ان کی خام خیالی تھی، اور ان کی خلافت کو گہنانے میں آل بویہ اور اسماعیلی فاطمیوں کے علاوہ ہلاکو کے ہاتھوں زوال کا سبب شیعہ ابن علقمی اور طوسی ہی ثابت ہوئے تھے، اب انہوں نے علی جنہیں مظہر العجائب والی حیثیت حاصل ہو گئی تھی، انکے اہل خانہ کو بھی شامل کرنے کیلئے شباب الجنہ والی روایت خطبہ میں شامل کروا دیں، ظاہر ہے یہ کام سرانجام دینے کیلئے کسی نام نہاد سنی عالم دین کا ہی کندھا استعمال ہوا ہو گا ۔

بخاری اور مسلم میں حسن ؓ و حسین ؓ شباب اہل جنت قرار دینے کی کوئی حدیث نہیں ملتی نہ ہی فاطمہ ؓ سیدۃ النساء اہل جنت کا کوئی تذکرہ پایا جاتا ہے– البتہ ترمذی میں غالی شیعہ یزید بن ابی زیاد کے حوالے سے یہ حدیث موجود ہے۔ بحوالہ میزان اعتدال جلد3 صفحہ 311

اس طرح سنی فکر میں پنجتن پر مشتمل اسلام، کی ایک روحانی شاہی خاندان کا تصور ہمیشہ کیلئے راسخ ہو گیا ابن عربی جیسے متصوفین جن کی فکر کا سایہ سنی ذہن پر مسلسل پڑتا رہاہے، اس نے زور وشور سے پروپیگنڈا کیا کہ اللہ نے رسول اللہ سے اگلے پچھلے تمام گناہوں کی معافی کا جو دعدہ کیا ہے، اس میں اولاد فاطمہؓ اور قیامت تک آنے والے ان کے نسبی سلسلہ شامل ہیں، ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں سورۃ فتح کی آیت ' انا فتحنا لک فتحا مبینا ۔' کی تفسیر میں لکھاہے کہ اس بشارت کے مستحق قیامت تک آنے والی اولاد فاطمہ ہیں۔

فضائل ومناقب کی کتابوں میں ایسی روایات کثرت سے در آئیں جس سے یہ دلیل دلانا مقصود تھا کہ انسان خواہ کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو ذریت فاطمہ سے اس کا حسن سلوک اسکی نجات کیلئے کافی ہو گا۔ احمد بن حجر الہیتمی متوفی 974ھ نے اپنی کتاب الصوائق المحرقہ میں ایسی رویتیں نقل کی ہیں جس سے دلیل لانا مقصود ہے کہ جنت ذریت فاطمہ کے لئے مخصوص ہے، مکمل روایت اسکی کتاب میں دیکھیں الصوائق المحرقہ صفحہ 110 سنیوں میں تفضیل آل بیت کا غلو، پنجتن کی مروجہ تقدیس اور سادات کی روحانیت کی کہانیاں ایک تسلیم شدہ امر ہے۔ جس کے مظاہرے جمعہ کے خطبوں سے لیکر صوفیوں کی قبروں پر منعقد ہونے والی دھمالوں اور قوالیوں میں بآسانی دیکھے جا سکتے ہیں۔ بیشتر صوفی زیارت گاہیں اور ان پر لگائے فحش تھیٹروں اور میلوں میں جہاں نام نہاد اصلی اور خالص سنی عوام کا اژدہام ہوتا ہے، اس میں قوالی علی دا پہلا نمبر، علی دم دم دے اندر، نچ ملنگاں، شہباز کرے پرواز، رکھ لاج میری لج پال، جیسے گانے اور قوالیاں رافضی پروپیگنڈے پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر اسماعیلی داعیوں کی قبریں ہیں جو فاطمی حکومت کے قیام کے بعد اہل تصوف کے لبادے میں مختلف بلاد وامصار میں جو داعی بھیجے گئے انہوں نے تفصیل آل علی کا عوام میں بیج بویا۔ رہی سہی کسر نزاری داعیوں اور ان کے صوفیاء نے پوری کر دی۔ شیعہ جنہیں اہل بیت سے غلو کے سبب رافضی کہتے ہیں ان کی فکر نے سنی اذہان کو بگاڑ کے رکھ دیا – ناد علی جیسے شیعی تعویذ کو دافع بلیلات قرار دیا جاتا ہے۔ ہاتھ پر امام ضامن باندھا جاتاہے جسکی تاریخ یہ تھی کہ اسے سنی عباسی حکومت کی نظروں سے بچاؤ کیلئے خفیہ باندھا جاتا تھا۔ کہ شیعہ امام الرضا حفاظت فرمائیں گے۔

نماز میں سنی تشہد میں تفضیلیت کی ایک مثال شیعہ آل محمد کی شمولیت ہے جس کی ابتداء تو عباسی شیعت کے ہاتھوں ہوئ البتہ ایرانی محدثین کی کمال مہربانی سے تفضیل ومناقب کی شیعہ روایتوں نے اسے مرور زمانہ کے ساتھ سنی تشہد کا حصہ بنادیا۔

آل عباس' الرضا من آل محمؐد 'کے نعرے کے ساتھ آئے تھے - استحکام خلافت کے ساتھ آل محمد کی شمولیت اس وقت ایک سیاسی سٹریٹیجی کا حصہ تھی۔ البتہ آنے والے دنوں میں محمد کے ساتھ آل محمد پر درود تشہد کا حصہ بن گیا۔ جس نے دین کے نبوی اور ربانی قالب پر قبائلی رنگ آمیزی، نسل پرستی اور دور جہالت کی مہر لگادی۔

تشہد یا التحیات کے الفاظ جو حدیث کی مختلف کتابوں میں ابن عباسؓ ،عبداللہ ابن مسعودؓ اور دوسرے صحابہ کرام سے مروی ہیں - جنہیں مختلف مسالک نے اختیار کرر کھاہے تقریبا یکساں ہیں۔ نماز میں انکے وجوب پر کوئ اختلاف نہیں۔ البتہ تشہد کے بعد درود کی حیثیت علماء کے نزدیک اختلافی ہے۔ احناف کے نزدیک انکی حیثیت مستحب کی ہے واجب نہیں۔ حنبلی اور شافعی اسے فرض قرار دیتے ہیں - عہد رسول میں مسلمان صرف' الھم صلی علی محمؐد ' کہنے پر اکتفا کرتے تھے۔ النووی شارح مسلم نے لکھاہے کہ تشہد میں آل محمد کے اضافے کی کوئ حیثیت نہیں۔ لیس بشئ

زمحشری نے کشاف میں ابراہیم نخعی کے حوالے سے لکھاہے کہ صحابہ کرام نماز میں ' السلام علیک ایھا النبی و رحمتہ اللہ و برکاتہ ' کے بعد چاہتے تو کوئ اور دعا پڑھ لیتے ۔ بخاری میں عبداللہ ابن مسعودؓ سے جو تشہد مروی ہے اور امت میں متداول چلا آرہاہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں، جیسا کہ بخاری میں مذکور ہے،اس کے بعد جس کو جو دعا پڑھنی ہوتی پڑھ لیتا ' ثم یتخیر من الدعا اعجبہ فید عوا ' -

علماء کا اس بارے میں اختلاف چلا آتاہے کہ آل محمد سے مراد آل بیت رسول ہیں یا تمام متبعین محمد صلی اللہ وسلم اس میں شامل ہیں - ایک حدیث کے مطابق آپ نے فرمایا ' من سلک علی طریقی وھو آلی' - آل کے اس مفہوم کی تائید قرآن مجید کی اس آیت 40:46 سے بھی ہوتی ہے جس میں آل فرعون سے مراد امت فرعون ہے، فاطمی داعی ہوں یا اثنا عشری ان کے یہاں آل سے مراد امت اسلام نہیں۔ عباسی

خلفاء نے آل محمد کی حیثیت سے ہی اپنے استحقاق خلافت پر دلیل قائم کی تھی، بعضوں کے نزدیک قیامت تک تمام بنوہاشم صلواۃ وسلام کے مستحق ہیں، بعض اسے شیعہ پنج تن تک محدود سمجھتے ہیں ۔

حالانکہ بنوہاشم کو اس خصوصی اعزاز کا حامل ٹہرانا قرآن کے پیغام مساوات کے خلاف ہے جو تکریم کی بنیاد تقوی کو قرار دیتی ہے۔ دعائے ابراہیمی میں ' لا ینال عھدی الظالمین ' کا فرمان ربی اسی خیال کی وضاحت کیلیئے کافی ہے کہ خدا کے نزدیک ذریت کا حوالہ لائق اعتنا نہیں ، رہا آل محمد پر درود و سلام بھیجنے کا معاملہ تو قرآن مجید کسی آل محمد کا وجود ہی تسلیم نہیں کرتا ، جیسا کہ ارشاد ہے ' ما کان محمّد آبا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبین و کان اللہ بکل شئی علیما ' 33:40 ۔

تشہد کے بعد کسی درود کا ذکر نہیں ہے البتہ بخاری، مسلم، احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی سے مروی جو درود لکھا ہے اس میں ازواج اور ذریات پر بھی درود شامل ہے -محمد عاصم الحداد۔ فقہ السنہ۔ صفحہ 159

علمائے اسلام میں نبوت کے حوالے سے تشریعی اور غیر تشریعی التباسات کا جو سلسلہ چلا آتا ہے، اور جس نے مختلف وقتوں میں جھوٹے نبیوں کی آمد کو جواز فراہم کیا، یہ تصورات بنیادی طور پر اسماعیلی الاصل ہیں اور انکی شہرت اور مقبولیت کا سہرا تصوف کے شیخ اکبر محیی الدین ابن عربی کے سر ہے جسکی درپردہ اسماعیلی وابستگی کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، اسماعیلی عقیدہ کے مطابق محمد بن اسماعیل کو ساتویں ناطق، ساتویں رسول اور قائم کی حیثیت حاصل ہے، جن کی آمد پر شریعت کا باطنی دور شروع ہوا۔ فاطمی آئمہ اور ان کے کبار داعیوں کے ذہن میں اس بارے میں کوئی ابہام نہ تھا ، کہ رسالت کا سلسلہ محمد رسول اللہ پر ختم نہیں ہوتا، بلکہ محمد بن اسماعیل کو سلسلہ رسالت میں ساتویں ناطق کی حیثیت ایک اہم مقام حاصل ہے ۔

رسالت کی یہ تعبیر جمہور مسلمانوں کیلیئے قابل قبول نہیں تھی۔

سو ابن عربی نے نبوت کو تشریعی اور غیر تشریعی حصوں میں بانٹ ڈالا، انہوں نے اس خیال کی پرزور وکالت کی کہ محمد رسول اللہ پر جس نبوت کا اختتام ہوا ہے، وہ تشریعی نبوت تھی ورنہ غیر تشریعی نبیوں کا سلسلہ ابھی بند نہیں ہوا ہے۔ محی الدین عربی نے فتوحات مکیہ میں آیت ختم نبوت کی تشریح کی ہے ملاحظہ فرمائیں فتوحات مکیہ جلد دوم صفحہ 3 ۔

روایتوں کے زیر اثر لوگ ظہور مہدی، قائم الزمان اور حضرت مسیح کی آمد ثانی پر ایمان لے آئے تھے انکے لئے بھی یہ مسئلہ ذہنی خلجان کا باعث تھا کہ آخری رسول کی بعثت کے بعد حضرت عیسی کی دوبارہ آمد کا کیا مطلب ہے؟ تب سے اب تک نہ جانے کتنے غیر تشریعی نبوت کے دعویدار کبھی مہدیت، کبھی بابیت اور کبھی الہام زدہ صوفی پیر کی شکل میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور کبھی انہوں نے خود کو ظل نبی کے طور پر پیش کرنا مناسب جانا ہے۔

حنفی عالم ملا علی قاری متوفی 1041ھ کے بقول خاتم النبین کا مطلب یہ ہے کہ اب کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کر دے۔ ملا علی قاری موضوعات کبیر صفحہ 59

شیخ عبد القادر جیلانی کا بھی ایسا ہی خیال ہے کہ امت میں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں، جنہیں اللہ تعالی سری طور پر اپنے اور اپنے رسول کے کلام کے معانی سے آگاہ کرتا ہے، ایسے لوگوں کو انبیاء الاولیاء کہتے ہیں - حوالہ ' الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر ' جلد 2 صفحہ 25 اور ' وشرح الشرح العقائد نسفی ' حاشیہ 445 '

عبد الکریم جیلی نے غیر تشریعی نبوت کو نبوت الولایہ کے نام سے موسوم کیا ہے- ' الانسان الکامل ' صفحہ 85

عبد الوہاب شعرانی نے تو صراحتا لکھا کہ یہ سمجھنا غلط ہے کہ سلسلہ نبوت کا خاتمہ ہو گیا کہ بقول ان کے خاتمہ تو صرف تشریعی نبوت کا ہے، اور لا نبی سے مراد دراصل لا مشرع بعدی ہے۔ حوالہ ' الیواقیت والجواہر ' جلد 2 صفحہ 35۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کے مطابق محمد رسول اللہ پر اختتام نبوت کا مطلب یہ ہے، کہ آپ کے بعد کوئی ایسا شخص نہ آئے گا جسے اللہ تعالی شریعت دے کر لوگوں کی طرف مامور کرے۔ شاہ ولی اللہ، تفہیمات الہیہ، بتصحیح وتحشیہ، غلام مصطفی قاسمی، حیدر آباد پاکستان جلد 2 صفحہ 85

ساتویں ناطق اور ساتویں رسول کے اسماعیلی عقیدہ نے سنی فکر میں کچھ اسطرح اپنی جگہ بنائی کہ بڑے بڑے ارباب حل وعقد اس بات کا اندازہ نہ کرسکے کہ نبوت کی تشریعی اور غیر تشریعی نے کتنی آسانی سے ہمیشہ کیلئے ایک فتنہ کا دروازہ کھول دیا ہے اور یہ کہ اسلام میں ایسی کسی تقسیم کیلئے کوئی شرعی، دینی، عقلی اور قرآنی

بنیاد نہیں پائی جاتی ۔ اچ، ملتان، سندھ اور گجرات میں مشہور صوفی اسماعیلی پیر آئے جن میں نورالدین ستگر1079ء ، پیر شمس ملتانی1180– 1267ء ، پیر صدرالدین 1290 – 1409ء وغیرہ۔

البتہ ایسے محدثین جن پر رفض کا الزام لگا انہیں عوام نے یا تو مار ڈالا یا قتل کر دیا۔

نسائی پر رفض کا الزام لگا توانہیں ہلاک کر دیا گیا، انکے بیٹے ابو بکر کو روافض نے قتل کر دیا صرف اس وجہ سے کہ وہ حدیث بیان کرر ہے تھے جس کے مطابق ' علی ؓ دیوار کے اوپر سے ام المومنین ؓ کے گھر میں جھانکتے تھے ' ۔

ذہبی کے مطابق محمد عبداللہ بن محمد بن عثمان واسطی جو کہ امام دار قطنی کے استاد تھے، پر جب رفض کا الزام لگاتوانہیں مدرسہ سے بے دخل کر کے اسے پاک کرنے کیلئے دھویا گیا۔ تذکرۃالحفاظ جلد3صفحہ966 حیدرآباد

عباسی خلافت

تمام تاریخ کی مشہور کتابیں پڑھ کر اندازہ ہو تا ہے کہ جس طرح محدثین اور صوفیوں نے جھوٹی روایات کی ٹکسال لگائی ہوئی تھیں اسی طرح بنی امیہ اور بنو عباس کے خلاف ظلم اور بربریت کی مبالغہ آمیز داستانیں گھڑی گئیں، خاص طور پر علویوں پر بنی امیہ اور بنی عباس کے ظلم کی داستانیں ہوں یا امام ابو حنیفہ ؒ کو زندان میں زہر دے کر ہلاک کرنے کی کہانی ہو، اس طرح کی سینکڑوں فرضی کہانیاں تاریخ نویسوں نے یا محدثین نے روایات کے بہانے گھڑ کر شامل کر دی ہیں، اصول درایت پر علویوں پر مظالم والی بعض داستانیں مبالغہ آمیز ہیں، جن میں بے شمار زہر خوانی کے الزامات میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔

ابن الاشعت کے خروج کے دوران سر کردہ علوی حکومت کے خلاف انکی سر کردگی میں اکٹھے ہو گئے تھے، انکی کسی بیٹی سے حضرت حسن ؓ کو زہر دلوانے کی کہانی بنالی گئی، اسکی وجہ یہ تھی کہ اشعت بن قیس کندی ؓ صحابی رسول تھے اور حضر موت میں قبیلہ کندہ کے سردار تھے، ان کی شادی حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی ہمشیرہ

ام فروہ بنت ابی قحافہ ؓ سے ہوئی تھی، آپکی ایک بیٹی حبانہ کی شادی حضرت عثمان غنی ؓ کے بیٹے سے اور دوسری بیٹی قریبہ کی شادی بھی اسی خاندان میں ہوئی، اشعث بن قیس ؓ بہت بہادر سپہ سالار تھے، گورنر آذر بائجان بھی رہے، جنگ صفین میں حضرت علی ؓ کی فوج کے ایک حصہ کے کمانڈر تھے، سوال یہ ہے کہ انکی کسی بیٹی جعدہ سے حضرت حسن ؓ کی شادی کا افسانہ اور زہر خورانی کا واقعہ گھڑ لیا گیاہے، اگر یہ صحیح ہوتا تو انکے بیٹے محمد بن الاشعث ؒ جنکو مذکورہ جعدہ کا بھائی بتایا جاتاہے، وہ عبید اللہ ابن زیاد کے عہد میں گورنر طبرستان رہے ، عبد اللہ ابن زبیر ؓ نے اپنی خلافت میں گورنر موصل لگا دیا، جنگ حرورہ 67ھ میں یہ کمانڈر تھے جس نے مختار ثقفی کا قلع قمع کیا، اسی میں انکی شہادت ہوئی، ان پر مسلم بن عقیل کی حمایت کا الزام بھی لگا، انکے بیٹے عبد الرحمن بن محمد بن الاشعث ؒ جو 61ھ سے 73ھ تک گورنر رہے تھے، حجاج نے 80ھ میں انہیں اپنی عظیم الشان فوج کا کمانڈر بنایا تھا، پھر انہوں نے بغاوت کر دی اور مشہور علوی انکی کمانڈ میں شریک ہوئے، دائر الجماجم پر انہیں شکست ہوئی۔ یہ تفصیلات تمام مشہور کتابوں طبری، مسعودی، ابو الفداء، عقد الفرید، حجاج بن یوسف تاریخ کے آئینہ میں، اظہار حقیقت، محمد اسحق سندیلوی میں تحریر ہیں۔

یہ حکومت وسیاست کا سادہ سا اصول ہے کہ بغاوت چاہے مذہبی ہو یا سیاسی وہ معاف نہیں کی جاتی، ریاست مدینہ میں بھی یہی اصول کار فرما تھا اور بعد کی خلافت اسلامیہ میں بھی ایسا ہی روتا رہا، رسول اللہ کے دوہرے داماد اور خلیفتہ المسلمین، خلیفہ راشد کو شہید کر دیا گیا لیکن جب انہیں انصاف نہیں ملا تو اس سے زیادہ قرابت دار کون ہو گا، بعد کے علماء نے حق اور اجتہادی غلطیوں کے فتوے جاری کر دئے۔ جن کا یہ منصب ہی نہیں ہے۔

عباسی دور میں ایسا ہی انجام سفاک ابو مسلم خراسانی کا ہوا اور اسکے علاوہ المسعودی کے مطابق المنصور نے اپنے سفاک چچا عبد اللہ بن علی کے ساتھ کیا جنہوں نے آخری بنو امیہ کے خلیفہ مروان بن محمد کو نہ صرف بے دردی سے شہید کیا بلکہ ان کے بچوں تک کو قتل کر دیا،، عبد اللہ بن علی نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا تھا اسے بلا کر قید کیا لیکن چھت گرنے سے دب کن مر گیا، یہ ہی وہ شخص تھا جس نے بنی امیہ سے معافی کا وعدہ کرکے نوے افراد کو بلایا پھر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا، امویوں پر دستر خوان بچھا کر کھانا کھایا، یہ مقتولین مر رہے تھے لیکن عبد اللہ بن علی قہقہہ لگاتا رہا۔ ابن خلدون کتاب العبر، جلد 1 صفحہ 1120، ابن کثیر البدایہ والنہایہ ج 5 حصہ 10، صفحہ 45، 63

یہی حال عیسی بن موسی کا ہوا جو المنصور کا ولی عہد تھا اور جس نے نفس ذکیہ اور اسکے بھائی کو ٹھکانے لگایا تھا۔
الکامل فی التاریخ ج5 صفحہ 151، تاریخ الخلفاء صفحہ 261

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب قریش کے معزز سردار تھے، آپ نے ہی بنو خزاعہ سے دارالندوہ میں عہد و پیمان کر کے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا تھا اس معاہدہ کے بارے میں اپنے بیٹے زبیر سے کہا تھا۔

' اگر میری موت آئی تو زبیر بن عبدالمطلب کیلئے یہ میری وصیت ہے کہ میرے اور فرزندان عمرو خزاعی کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا وہ اس پر قائم رہے اور اسے ٹوٹنے نہ دے'۔

طبری تاریخ الامم والملوک جلد 1 صفحہ 11

ان کے دس بیٹے ہوئے حارث، زبیر، حجل، ضرار، مقوم، ابولہب، عباس، حمزہ، ابو طالب اور عبداللہ عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ اگر دس بیٹے ہوئے تو ایک بیٹے کو قربان کر دیں گے، قرعہ اندازی میں عبداللہ کا نام نکل آیا، انہوں نے عبداللہ کو قربان گاہ میں لٹایا ہی تھا کہ حضرت عباسؓ نے دوڑ کر اپنے والد کے نرغے سے چھڑایا، اس دوران حضرت عباسؓ کے چہرے پر چھری کا نشان آگیا، جو مرتے دم تک ان کے چہرے پر موجود رہا، قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس وقت ابو طالب اور زبیر بھی وہاں موجود تھے لیکن ان دونوں میں سے کسی نے عبداللہ کو بچانے کی کوشش نہیں کی حالانکہ دونوں ہی ان کے سگے بھائی تھے اس سے حضرت عباسؓ کی خاندان رسالت سے دلی وابستگی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، بعد میں عبدالمطلب نے سو اونٹوں کا کفارہ دیا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی جان بچ گئی ۔

ابن اسحق، سیرت اسحق اور ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ج2 صفحہ 654،666

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ بن مطلب کی کنیت ابو الفضل تھی، پیدائش مکہ میں ہوئی اور عمر میں دو تین سال بڑے تھے، حضرت عباسؓ نے رسول اللہ کے ساتھ مل کر تعمیر کعبہ میں حصہ لیا، دوران تعمیر ایک شخص نے رسول اللہ کو پتھر دینا چاہا لیکن حضرت عباسؓ نے اسے پیچھے ہٹا کر پتھر دے دیا، جس پر اس شخص نے ناراضگی کا اظہار کیا تو رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ' بیت اللہ کی تعمیر میں ہمارے ساتھ وہی شخص کام کرے گا جو ہم میں سے ہو گا'۔

مسعود احمد، تاریخ اسلام والمسلمین اور ابن سعد، الطبقات الکبری جلد 1 صفحہ 146

جب ابو طالب کی وفات قریب تھی تو انکے سرہانے ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ دشمنان اسلام موجود تھے، رسول اللہ، حضرت عباس ؓ کے ہمراہ وہاں پہونچے اس اثناء میں ابو طالب حالت سکرات میں تھے، تو رسول اللہ نے ان سے فرمایا۔

' اے میرے چچا آپ ایک بار لا الہ الا اللہ کہ دیں تا کہ میں اللہ کے پاس آپ کے ایمان کی گواہی دے سکوں' ۔

قریب بیٹھا ہوا ابو جہل انہیں دین عبد المطلب پر قائم رہنے کیلئے اصرار کر تا رہا، ادھر رسول اللہ انہیں دین حق کی دعوت دیتے رہے، لیکن ابو طالب نے دین حق قبول کرنے کی بجائے کہا' علی ملة عبدالمطلب ' یعنی میں عبد المطلب کے دین پر مر تا ہوں۔

ابن خلدون، کتاب العبر جلد 1 صفحہ 811 اور ابن ہشام، السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 1 صفحہ 416، اور یعقوبی، تاریخ یعقوبی نفیس اکیڈمی ج2 صفحہ 54

حضرت عباس ؓ کا ذریعہ معاش تجارت تھا لیکن آپ بینکنگ کا کام بھی کرتے تھے اور لوگوں کو سود پر پیسے دیتے تھے جس پر بہت بڑی سرمایہ کاری کی ہوئی تھی، مکہ کے اکثر لوگ آپ کے مقروض تھے، بینکنگ کا یہ سلسلہ فتح مکہ تک جاری رہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حج الوداع 10ھ مطابق مارچ 632ء کے موقعہ پر سود کی حرمت کا ذکر کیا اور حضرت عباس ؓ کا نام لیکر ان کے ہر قسم کے سود کو ساقط کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

' دیکھو ہر قسم کا سود ساقط کر دیا گیا ہے، البتہ تمہارے اصل مال تمہارے لئے حلال ہیں، اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اب کوئی سود نہیں ہے اور عباس ؓ کا سارا سود ساقط کر تا ہوں'۔ سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک حدیث 3084

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جب بیماری بڑھ گئی تو حضرت عباس ؓ ہی سہارا دے کر بیت عائشہ ؓ تک لائے، جب ہوش میں آئے تو آنحضور نے حکم دیا کہ ' حضرت ابو بکر ؓ کے گھر کے سوا تمام گھروں کے دروازے جو

مسجد میں کھلتے تھے بند کر دئے جائیں' ، حضرت عباسؓ نے آنحضور سے استفسار کیا' یارسول اللہ کیابات ہے کہ آپ نے مسجد میں کچھ دروازے کھلے رہنے دئے اور کچھ بند کروادئے' ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

' اے عباس نہ میں نے اپنے حکم سے دروازے کھلے رکھے نہ ہی اپنی مرضی سے بند کئے بلکہ جو کچھ بھی ہوا حکم خداوندی سے ہوا' ابن سعد، الطبقات الکبیر ج2 صفحہ 228، اور محمد قطب الدین، مظاہر حق، باب مناقب ابو بکر، ج5 صفحہ 600،601

خلافت کے بارے میں اہمیت کی حامل تین روایات ہیں جن کے محرک حضرت عباسؓ تھے جس وقتیکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شدت مرض کے آثار نمایاں تھے، اور حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ ہمیں چل کر خلافت کے بارے میں بات کرنی چاہیئے اس پر حضرت علیؓ جو جواب دئے اس پر تینوں روایات اسطرح ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا :

' خدا کی قسم میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا کیونکہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا تو لوگ قیامت تک ہمیں خلافت وامارت نہ دیں گے' ۔

' اے میرے چچا(عباسؓ) یہ حکومت آپ کی ہو گی، کوئ ہے جو آپ سے اس بارے میں جھگڑا کرے'

' میں ہرگز نہ جاؤں گا اگر آپ صلی اللہ علیہ رسلم نے نہیں کہا تو آپ کے بعد جب ہم خلافت طلب کریں گے تو لوگ ہمیں نہ دیں گے کیونکہ انہیں پتہ ہو گا کہ آپ نے اس کا انکار کیا تھا' ۔

صحیح بخاری، کتاب المغازی حدیث نمبر 4447، اور ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج5 ص 227 ، اور ابن سعد، طبقات الکبیر ج2 صفحہ 246، اور طبری، تاریخ الامم والملوک ج2 صفحہ 437

عباسی خلافت میں آغاز ہی سے بنی امیہ کیخلاف بغض بھرا ہوا تھا، جھگڑا یہ تھا کہ علوی خلافت کے زیادہ حقدار ہیں، بنی امیہ حقدار ہیں، بنو عباس حقدار ہیں یا قریش اور عرب کا حکومت پر حق ہے ۔ بنیادی اختلاف خلیفہ عثمان بن عفانؓ کی شہادت اور قاتلین کی سرپرستی سے شروع ہوا ۔ اس سے پہلے خلیفہ اولؓ بنی تیم سے تھے پھر خلیفہ دوئمؓ بنی عدی سے اور خلیفہ سوئمؓ بنی امیہ سے تھے ۔

اسکے بعد دعوی خلافت علوی سے ہاشمی ہوا، اور پھر اسکی صورتحال بدلتے بدلتے، علوی سے فاطمی اور غیر فاطمی ہوگئی ۔ مختار ثقفی چونکہ محمد الحنفیہ ؓ کی امامت کی تشہیر کرتا رہا، لہذا غیر فاطمی ہونے کے ناطے انہیں مانا نہیں گیا۔ لیکن ان ہی بیٹے ہاشم نے جب امامت بنو عباس کو سونپ دی، تو وہ جائز وارث سلطنت ٹھہرے۔

ابھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو 132 سال ہی گزرے تھے، کہ امت قرآن کو چھوڑ کر، ذاتوں اور برادریوں میں تقسیم ہوگئی ۔ یہ ہندو عقیدہ براہمن ازم سے بھی نچلی سطح پر چلا گیا، ہندوؤں میں تو ذاتیں پیشہ کے لحاظ سے بنائی گئی ہیں، لیکن اسلام میں یہ بنیاد نسل پرستی پر مبنی بنا دی گئی۔ اب یہ دوڑ شروع ہو گئی کہ کون ساحکمران یا حاکم خاندان مجوزہ اصلی یا خالص نسل سے ہے، بعد کے ادوار میں اسے اونچی ذات کے زمرے میں رکھا گیا، اس دوڑ میں جعلی نسب نامے گھڑے گئے۔ ایسے حکمرانوں اور خاندانوں کی ایک لمبی فہرست ہے جنکی نسل مشتبہ ہے لیکن وہ مصر تھے کہ ان کا تعلق اصلی یا خالص نسل سے ہے ۔

بنی عباس کو اقتدار حاصل کرنے کیلیئے بنی امیہ کے زوال کی ضرورت تھی ،اس کے لئے انہوں نے اپنے تمام کارڈ کھیلے جن میں بنو قریش، بنو ہاشم، اہل بیت، اور علوی وغیرہ ہر قسم کے کارڈ کھیلے، جنگ صفین کے وقوع پذیر ہونے تک صحابہ کرام بھی مختلف کیمپوں میں تقسیم ہوچکے تھے، یا غیر جانبدار ہوچکے تھے۔ امت میں عربی اور عجمی کی تقسیم ہوچکی تھی، عباسیوں نے پہلا کارڈ علوی حمایت حاصل کرنے کا کھیلا، اسکے بعد ابو مسلم خراسانی کی حمایت حاصل کی، جو موالی کارڈ کھیل رہا تھا، اسکے علاوہ مختار ثقفی جیسوں کی حمایت حاصل کی، ان میں سب سے اہم اینٹی عرب کارڈ کھیلا گیا- بالآخر بنی امیہ کی حکومت گر گئی، اور بنو عباس نے اقتدار میں آتے ہی تمام کتابوں سے بنی امیہ کی فضیلت کی تمام روایتیں کھرچ کھرچ کر نکال دیں، پورے خاندان کو قتل کر دیا اور اسکے بعد روایتیں گھڑنے کی فیکٹریاں قائم ہوگئیں۔ انہیں سب سے زیادہ اعتماد ان علماء، محدثین، تاریخ دانوں اور مفسرین پر تھا جن کا تعلق عجم سے تھا ۔ عباسی خلافت کوفہ میں قائم ہوئی تھی لیکن 145ھ میں بغداد کی بنیاد رکھی گئی اور خلیفہ ابو جعفر المنصور نے 20 اپریل 763ء مطابق 146ھ کو بغداد میں اقامت اختیار کی ۔

عباسیوں کے امام ابراہیم بن محمد نے ابو مسلم خراسانی حاکم خراسان کو خط لکھا جس میں عربوں سے اس کی نفرت کا اظہار ہوتا ہے، وہ لکھتے ہیں۔

' اگر تمہیں یہ قدرت حاصل ہو کہ خراسان میں کسی عربی بولنے والے کو زندہ نہ چھوڑو، ہر عربی بولنے والے کو قتل کر دو تو ایسا ضرور کر ڈالو'۔

ابن خلدون، کتاب العبر، ج1 صفحہ 1055

عجمی ہونے کی وجہ سے ابو مسلم خراسانی تو پہلے ہی عربوں سے سخت نفرت کرتا تھا، لیکن جب اسے اپنے امام کی طرف سے کھلی چھٹی مل گئی تو اس نے عربوں کا خون بہانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، اسکے بقول اس نے میدان جنگ کے علاوہ ایک لاکھ عربوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے، اور اسکے حکم سے 6 لاکھ عربوں کو تہہ و تیغ کیا گیا

حسن ابراہیم حسن، تاریخ الاسلام سیاسی، جلد2 صفحہ 210

ابو مسلم خراسانی نے عصبیت کا بیج بویا اور یمنی و مضری قبائل کو ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کیا، حتی کہ مسجدوں میں ایک قبیلہ دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا گوارا نہیں کرتا تھا، ابھی ٹیکسٹ بک فرقے وجود میں بھی نہیں آئے تھے کہ سیاسی اقتدار کی خاطر منافرت کے بیج بوئے گئے۔

ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج5 صفحہ 249

عباسیوں اور علویوں نے اقتدار پر قبضہ کیلئے مذہب کا سہارا لینے کی بھرپور کوشش کی، اس میں قرآنی آیات کے غلط مطالب نکالے گئے، سینکڑوں احادیث گھڑی گئیں، قرابت رسول کے واسطے دئے گئے، آج سینکڑوں برس بعد ان دعووں کا جائزہ لیا جائے تو یہ سب دعوے اسلام کی بنیادی تعلیمات کے خلاف تھے، ان روایات کے الفاظ ہی منہ بولتا ثبوت ہیں کہ انہیں مذہبی اجارہ داری کیلئے استعمال میں لایا گیا ہے، علویوں کو جب عوام میں پذیرائی حاصل نہ ہو سکی تو انہوں نے دنیوی اور دینی امامت کا شوشہ چھوڑا، لیکن اس کا مقصد حکومت کا حصول ہی تھا، بعد کے ادوار میں زیدیہ، اسماعیلیوں نے جو حکومتیں قائم کیں وہ برائے نام اسلامی تھیں، اثنا عشری فرقہ تو بنایا ہی بہت بعد میں گیا اور انہوں نے سینکڑوں برس امام مہدی کی رجعت کے انتظار میں گزار دئے،

جس طرح عباسیوں نے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کیلیئے مذہب کا استعمال کیا اسی طرح صفویوں نے بھی مذہب کا نام استعمال کر کے بادشاہت قائم کی۔

شیعان علی نے حضرت علیؓ اور امام مہدی کی شان میں جو حدیثیں گھڑیں وہ عباسیوں کے مناقب میں گھڑی گئی احادیث پر سبقت لے گئیں، دلچسپ امر یہ ہے کہ عباسیوں کے مناقب میں گھڑی گئی تمام روایات کا مرکز اور منبع ایرانی سنی محدثین تھے، جبکہ انہی ایرانی نام نہاد سنی محدثین نے شیعہ راویوں کی حدیثوں کو شامل کر کے دین کی کوئی خدمت نہیں کی، چوتھی صدی ہجری میں شیعہ محدثین نے خود اپنی کتابیں لکھیں۔

عباسی خلافت کے اولین امام محمد بن علی نے خراسان میں مرکز قائم کیا انکے نائبین ہی صرف ان سے مل سکتے تھے، اسکے علاوہ بارہ نقیب مقرر کیئے، یہ لوگ حج اور تجارت کے بہانے سفر کرتے اور لوگوں کو اموی خلافت کے خلاف برانگیخت کرتے اور اپنی تحریک میں شمولیت کی دعوت دیتے، اس وقت تک اہل بیت کا لفظ اس طرح ایجاد نہیں ہوا تھا جن معنوں میں بعد کے دور میں استعمال ہوا، عباسی' آل عباس' اور علوی 'آل علی' کیلیئے پروپیگنڈا کرتے، نقیب بھی خفیہ بیعت لیتے جس سے ایک دوسرے کے طرفداروں کو شبہ نہ ہوسکے، یہ اسی طرز کے داعی تھے جیسا کہ بعد میں اسماعیلیوں نے مقرر کیئے، ان کا پروپیگنڈا اموی دور میں ہونے والے مظالم کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا، جعلی حدیثوں سے ثابت کرنا کہ اہل بیت کی حکومت قائم ہونے والی ہے، اہل بیت کے حق جانشین کو پیش کیا جاتا اور جو دعوت مان لیتا اس سے امام کے نام خط لکھوا لیا جاتا تاکہ بعد میں بلیک میلنگ کے کام آئے۔

خراسان میں یہ تحریک 107ھ تک چلتی رہی، خراسان کے گورنر اسد بن عبد اللہ نے چن چن کر ان داعیوں اور نقیبوں کو قتل کیا جس سے یہ تحریک دب گئی ۔ تاریخ یعقوبی ج2 صفحہ 516

124ھ میں محمد علی عباسی کا انتقال ہو گیا اور بیٹا ابراہیم عباسی جانشین بنا، اور انہوں نے 128ھ میں ابو مسلم خراسانی کو نائب امام بنا کر خراسان بھیجا، اور خراسانی کو لکھا کہ ' اگر تمہیں یہ قدرت حاصل ہو کہ تم خراسان میں کسی عربی بولنے والے کو زندہ نہ چھوڑو اور ہر عربی بولنے والے کو قتل کر ڈالو تو ایسا ضرور کرنا '، ابراہیم عباسی کا خط پکڑا گیا اور انہیں موت کی سزا ہوئی، مرنے سے پہلے ابو العباس کو اپنا جانشین نامزد کر دیا۔

احمد امین مصری، فجر الاسلام، صفحہ 52

خلافت کے حصول کے جھگڑے میں ابراہیم عباسی کے وفات کے بعد کوفہ میں ابو سلمۃ الخلال نے خلافت آل ابو طالب میں منتقل کرنے کی کوشش کی لیکن اسے قتل کر دیا گیا ۔ المسعودی، مروج الذہب ج3ص 343

ابو العباس کے ہاتھ پر کوفہ میں 132ھ میں بیعت ہوئی اور اس نے جو خطبہ دیا وہ نسل پرستی، قبیلہ پرستی کا شاہکار تھا، اس نے کہا ' یہ بڑی تعریف کی بات ہے کہ آپ نے اپنے دین میں اپنے ابن عم کے طریقہ کو زندہ کیا' اس کے بعد ابو العباس نے ان قرآنی آیات کی تلاوت شروع جس کے مطابق وہ خلافت کو اپنا حق سمجھتے اور یہ سب وہی آیات تھیں جنہیں شیعہ آل ابو طالب کے حق میں استعمال کرتے ہیں، اسکے بعد اس نے شیعوں پر پھبتی کسی کہ ' گمراہ سبائیہ فرقہ کا یہ خیال باطل ہے کہ حکومت، خلافت، سیاست ہمارے یعنی آل عباس کے علاوہ دوسرے لوگوں کا حق ہے، اسکی توجیہ اور تاویل کرتے کرتے ان کی صورتیں بدل گئی ہیں' مزید کہا کہ ' بنو حرب اور بنو مروان نے اس امر کو زبردستی چھین لیا پس اللہ نے ہمارا حق دے دیا اور ہماری قوم کی تلافی کی'

ابو العباس نے ابو مسلم خراسانی کو جو کوفہ آیاہوا تھا تاکید کی ' خراسان میں جو بھی عربی بولنے والا تمہارے مؤقف کا حامی نہ ہو تو اس کا سر اڑا دو' ۔

عباسی افواج نے دمشق پر قبضہ کر لیا اور اسکے بعد ظلم وبربریت کی انتہاء کرتے ہوئے بنی امیہ کے شیر خوار بچوں تک کو قتل کر دیا، کوئی اموی متنفس زندہ نہیں چھوڑا، قبریں کھود ڈالیں، لاشوں کو صلیب پر چڑہایا، صرف چند شیر خوار بچوں کے یا جو اندلس کی طرف چلے گئے تھے، ان میں سے عبد الرحمن بن معاویہ بن ہشام نے اندلس میں جاکر دولت بنی امیہ کی بنیاد رکھی، یہ وہ لوگ تھے جو واقعہ کربلا پر مظالم کا ذکر کرتے تھے لیکن ان ہی لوگوں نے اس سے کہیں زیادہ بربریت اور سفاکی کا مظاہرہ کیا، یہ دعویدار تھے کہ خلافت انہیں قرآن وحدیث کی رو سے ملی ہے اور اس پر مذہبی اور الہامی رنگ چڑہا کر اقتدار کی سیڑھیاں چڑھے تھے ۔ الکامل فی التاریخ، ج5 ص24

A Short History of Sarcans, Ameer Ali page 102۔ History of the Arabs, Hitti page 85

سفاح کی بیوی سلمہ بنت یعقوب کا تعلق بھی بنی امیہ سے تھا۔ شارٹ ہسٹری آف سارکنز صفحہ 209

جس طرح بنو عباس نے حکومت پر قبضہ کیا اور ان کے دلوں سے ابھی تک خلافت بنی امیہ کا احترام دلوں سے نہیں گیا تھا، جب آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد کا سر ابو العباس السفاح کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے وہاں موجود لوگوں سے دریافت کیا کوئی مروان بن محمد کو پہچانتا ہے؟ تو وہاں موجود جعدہ بن ہبیرہ نے کہا ہاں میں جانتا ہوں یہ مروان بن محمد کا سر ہے جو کل تک ہمارا خلیفہ تھا، یہ سن کر السفاح نے اسے گھورا اور شرمندگی سے اٹھ کر چلا گیا۔ مروج الذہب و معاون الجوہر، المسعودی جلد 3 صفحہ 257-259

حالانکہ جعدہ بن ہبیرہ سے السفاح کا نزدیکی رشتہ تھا اور وہ ام ہانیؓ بنت ابو طالب کے خاندان سے تھا۔

عباسیوں کو خلافت مل گئی تو علویوں نے مالی فوائد اور خلافت میں حصہ لینے کے مطالبے شروع کر دئے، سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ابو الحسن علوی نے سفاح سے کہا میں نے ایک لاکھ درہم کا صرف نام سنا ہے، لیکن مجھے کبھی دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا، تو سفاح نے ایک لاکھ درہم منگوا کر سامنے رکھ دئے اور بعد میں اسکے گھر بھجوا دئے، اسی طرح ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ بیعت السفاح کے بعد عبد اللہ بن حسن علوی نے اقتدار میں سے حصہ مانگا تو سفاح کو بہت ناگوار گزرا، یعقوبی نے تاریخ یعقوبی میں لکھا ہے کہ سفاح نے ابو مسلمۃ الخلال اور سلیمان بن کثیر کو اس لئے مروا دیا کہ وہ علوی حمایت میں پروپیگنڈا کرتے تھے۔

تاریخ الخلفاء اردو صفحہ 258، البدایہ والنہایہ ج 5 حصہ 19 صفحہ 59،58، یعقوبی ج ص 564

عباسیوں نے مذہبی جذبات سے کھیلتے ہوئے اقتدار تو حاصل کر لیا تھا لیکن اپنی خلافت کے دوران وہ کبھی اتنی بڑی سلطنت پر حکمرانی نہ کر سکے جو خلافت بنو امیہ میں کے دور حکمرانی میں ان کے حصہ میں آئی تھی، اندلس اور افریقہ برائے نام مطیع رہا، مختلف علاقوں کے والی خود مختار ہو گئے، مشرقی سمت بادشاہتیں قائم ہو گئیں، ایک وقت ایسا آیا کہ صرف بغداد پر ان کی حکومت قائم رہ گئی، آل بویہ اور فاطمی بڑے بڑے علاقوں پر قابض ہو گئے، مذہبیت کا صرف یہ فائدہ ہوا کہ خلافت عباسی کو عالم اسلام میں مرکزی شہنشاہی حیثیت حاصل رہی۔

A Short History of Sarcans, Ameer Ali 209, 313 and History of the Arabs, Hitti page 318 , 328

ریاست مدینہ کے قیام سے 132ھ تک اسلامی ریاست پر عرب اجارہ داری تھی، اموی خلافت خالص عرب تھی اور اسکا خاتمہ دراصل عربوں کی موت تھی- جفاکشی، جنگی مہمات، جہاد کا جذبہ عربوں کا خاصہ تھا، تجارت اور لین دین کے معاملات ہوں یا معاہدات کی پاسداری ان کے اوصاف تعلیمات نبوی سے اور بھی نکھر گئے تھے، لیکن عباسی عرب اور قریشی ہونے کے باوجود عربوں سے خوفزدہ تھے، ان کی حکومت میں غیر عرب عناصر کا غلبہ تھا، انہیں یہ بھی خوف تھا کہ عرب اہل زبان ہیں اور عباسیوں کے پھیلائے ہوئے مذہبی جال میں آسانی سے نہیں پھنسیں گے، لہذا انہوں نے اپنے محافظ بھی غیر عرب مقرر کئے، ان کی جگہ ترک بھرتی کر لئے، موالیوں نے چونکہ باآسانی انکی امامت کی تھیوری قبول کرلی تھی لہذا ان کا اعتماد زیادہ تر ایرانیوں پر رہا، انہیں مال غنیمت میں سے حصہ بھی زیادہ دیا جاتا بلکہ دیگر نوازشات بھی ان کے حصہ میں آتیں۔

اب اسلامی حکومت کا اسلامی مرکز سے تعلق ختم ہو گیا، حضرت عثمانؓ کے دور تک اسلام کی مرکزیت قائم رہی لیکن جیسے ہی یہ کوفہ منتقل ہوا یہ شیعت کا گڑھ بن گیا اور رہی سہی کسر حضرت علیؓ کے دور حکومت میں جنگوں نے پوری کر دی، غالباً اسی خوف کی وجہ سے مرکزی حکومت پہلے دمشق منتقل ہوئی اور اسکے بعد ابوالسفاح پہلے حمام العین، پھر حرہ اور بعد میں ہاشمیہ چلے گئے۔ بعد ازاں کوفہ سے خوفزدہ ہو کر مرکز بغداد میں لے گئے، عرب نفرت کی وجہ سے عربی زبان کا بھی نقصان ہوا، ایرانی اثرات کی وجہ سے مذہب میں موشگافیاں ہونے لگیں، سینکڑوں فرقے ظہور پذیر ہوئے جن کی وجہ سے اسلام کو بہت نقصان پہونچا، بادشاہی نظام کے نفاذ سے قدیم عرب قبائلی نظام بے اثر ہو گیا، عربوں کا سیاسی شعور مردہ کر دیا گیا اور حکومت میں ان کا اثر ختم ہو گیا، خلافتی ادارے کو وراثتی ادارہ بنانے کے سلسلہ میں ایرانی نظریہ ' خداداد حق ' کو مذہبی تطبیق دینے کی کوشش کی گئی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کے ناطے خلافت میں موروثیت کا جواز پیدا کیا گیا۔

ابھی عباسی خلافت کو قائم ہوئے صرف 4 سال ہی ہوئے تھے، اور 136ھ میں خلیفہ ابوالجعفر المنصور کیلئے علوی وبال جان بن گئے، آئے دن کے خروج اور جھگڑوں سے عباسیوں کا مزاج تبدیل ہونا شروع ہو گیا اور علویوں کی بجائے عام اہل سنت کا انداز اپنانا شروع کر دیا، اس سلسلہ میں نفس ذکیہ اور خلیفہ منصور کے درمیان جو خط وکتابت ہوئی وہ سب تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے، اس بات کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ ان خطوط میں خلیفہ منصور نے شیعہ فلاسفی کا رد کیا ہے ۔

محمد نفس ذکیہ نے 145ھ میں عباسی خلافت کے خلاف خروج کیا ،اور مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا جہاں عباسی افواج سے مقابلہ میں ہلاک ہوگئے، انکے ایک بھائی کا نام ابراہیم اور دوسرے کا ادریس تھا، ابراہیم نے بصرہ سے خروج کیا اور 145 ھ میں اس پر قبضہ کر لیا۔ اسکے بعد فارس کے شہر اہواز اور الواسط پر قبضہ کر لیا، اور کوفہ کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا، لیکن عباسی افواج نے 146ھ میں ہلاک کر دیا۔

ان کا تیسرا بھائی ادریس تھا جو بھاگ کر مغرب کی طرف چلا گیا، اور مراکش میں ادریسی سلطنت کی بنیاد 172ھ میں رکھی، یہ زیدیہ شیعہ تھا، اس خاندان کی حکومت 364ھ تک رہی۔

تاریخ کی کتابیں جن میں اس دور کی تاریخ لکھی گئی تھی، اب ناپید ہیں مثلا معمر ابن المثنی اور عمر ابن الشبہ وغیرہ کی کتابیں، اب جو بھی معلومات ہیں وہ یا تو طبری سے لی گئی ہیں یا کتاب' طالبین جنگیں' جسے ابو الفرج اصفہانی نے تصنیف کیا ہے، اصفہانی زیدیہ شیعہ تھا، طبری کی شیعہ پرستی اسی کتاب میں آگے بیان کی گئی ہے۔

اس سے پہلے حضرت امام ابو حنیفہ ؒ نے زید بن علی کی حمایت میں فتوا بھی دیا تھا، زید بن علی نے خلافت بنی امیہ کے خلاف خروج کیا تھا، اور 122ھ میں ہلاک ہوئے، یہ زیدیہ فرقہ کے امام تھے۔

خلیفہ ابو الجعفر المنصور عباسی کے عہد میں پہلے علوی اس انتظار میں رہے، کہ شاید عباسی جعفر صادق ؒ کو خلافت دے دیں گے، لیکن جب یہ ممکن نہ ہوا تو مخالف ہوگئے، اسی کے عہد میں پہلے محمد اور ابراہیم نفس ذکیہ نے خروج کیا اور مارے گئے ۔ شیعہ حمایت کے سبب امام ابو حنیفہ کو قید میں ڈال دیا گیا تھا- اسکے علاوہ انکے بھائی جو گورنر مدینہ تھے اسکے حکم سے امام مالک بن انس ؒ کو کوڑے مارے گئے، جسے خلیفہ منصور نے سخت ناپسند کیا اور گورنر کو سخت سزا دی۔

المنصور نے 139ھ میں بیت اللہ کے گردونواح میں مکانات خرید کر اسے وسعت دی، اسی طرح منی میں مسجد تعمیر کی وہاں پہلے مسجد نہیں تھی، بصرہ میں عید گاہ بنوائی، قصر الذہب کے درمیان اور قصر رصافہ میں مسجدیں تعمیر کیں، فرقہ راوندیہ کی بیخ کنی کی جو المنصور کو رب کہتے تھے، 150ھ میں استاذ سیس کی بیخ کنی کی جس نے نبوت کا دعوی کیا تھا، کہتے ہیں وہ المامون کا نانا تھا، سنباز نامی شخص جو ابو مسلم خراسانی کا بدلہ لینے اٹھ کھڑا

ہوا تھا بیخ کنی کی، جعلی محدث عبدالکریم بن ابی العوجا جس نے چار ہزار جعلی حدیثیں گھڑی تھیں سولی پر چڑھا دیا، نفس ذکیہ اور اس کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ کو اسی کے عہد میں قتل کیا گیا، بغداد کی تعمیر اسی کے دور میں شروع ہوئی۔

الکامل فی التاریخ ج5 صفحہ 164، تاریخ الخلفاء صفحہ 262، الفخری فی اداب سلطانیہ، ابن طقطقی صفحہ 257

طبری جلد6 صفحہ 299، 309، 310

خلیفہ المنصور نے حضرت عثمان غنیؓ کے پڑپوتے محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان کو قید کر کے ہلاک کروادیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ محمد بن عبداللہ کی بیٹی رقیہ بنت محمد بن عبداللہ، نفس ذکیہ کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ کی زوجہ تھیں، اور دوسرے نفس ذکیہ کی مدد کی تھی۔ البدایہ والنہایہ جلد5 حصہ 10 صفحہ 82

ابو الجعفر المنصور نے اپنے مرنے پر 60 کڑوڑ درہم اور ایک کڑوڑ 40 لاکھ دینار چھوڑے – مروج الذھب و معاون الجوہر ج3 صفحہ 308

مہدی بن جعفر المنصور : 158 تا 169ھ

163ھ میں مقنع خراسانی زندیق کے فتنہ کا قلع قمع کیا، سینکڑوں زندیق قتل کر دئے گئے، زنادقہ کے خلاف کتابیں تحریر کرائیں، طبری اور تاریخ معتزلہ

مہدی نے حرم کعبہ میں توسیع کی اور ارد گرد کے مکانات خرید کر اس میں شامل کئے، یہ آخری خلیفہ تھا جس نے حرم شریف میں توسیع کروائی، بصرہ کی جامع مسجد میں بھی توسیع کرائی۔

الاخبار الطوال، دینوری ص628 اور یعقوبی ج2 صفحہ 628، 629

مدینہ منورہ سے 500 انصار اپنی ذاتی حفاظت کیلئے ساتھ لایا اور انہیں جائدادیں بھی دیں۔ طبری

ابن کثیر کے بقول اس نے تیس کڑوڑ درہم اور ایک لاکھ کپڑے کے تھان اہل حجاز میں تقسیم کیئے نیز اس نے مصر سے آئے ہوئے تین لاکھ دینار اور یمن سے آئے 2لاکھ دینار بھی مکہ اور مدینہ کے باشندوں میں تقسیم کیئے۔
ابن کثیر ج5 حصہ 10 صفحہ 132

حجاج کرام کیلیئے مکہ کے ساتھ سرائے خانوں کے ساتھ پانی کے حوض بنوائے، مکہ مکرمہ میں سڑکیں، عالیشان عمارتیں اور حوض بنوائے، اسکے علاوہ فلاح عوامی بہبود پر 60 ہزار درہم اور ایک کڑوڑ 40 ہزار دینار خرچ کیئے۔ ابن کثیر، ابن خلدون، السیوطی، یعقوبی اور المسعودی وغیرہ

مہدی صحابہ کرام ؓ سے بہت محبت کرتا تھا اس کا اندازہ ' آل ابو بکر ؓ ' کو دیوان میں شامل کرانے سے ہوتا ہے، مہدی سے پہلے ' آل ابو بکر ؓ ' کے نام دیوان سے خارج کر دئے گئے تھے، مہدی نے خلافت ملنے کے بعد دیوان کا جائزہ لیا اس میں آل ابو بکر ؓ کو نہ پاکر ان کے نسب کو خاندان رسالت میں شامل کر کے دیوان میں ان کے ناموں کا اندراج کرایا اور پھر اس حکمنامے کو تمام عاملوں اور گورنروں کو بھجوا دیا۔
فتوح البلدان، بلاذری اور ابن طقطقی، الفخری فی الاداب سلطانیہ ص 270

اس کے دور میں وضع حدیث، جھوٹی حدیثیں گھڑنے کا عام رواج تھا، مہدی اس سے پردہ پوشی کرتا، مبادی یہ لوگ عوام میں جاکر اسے منکر حدیث کی حیثیت سے بدنام نہ کریں، ایک شخص نے ایک جوتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر کے خلیفہ مہدی خدمت میں پیش کیا، خلیفہ نے اس جوتے کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگایا اور جوتا لانے والے شخص کو دس ہزار درہم دے کر روانہ کیا، حالانکہ خلیفہ کو یقین تھا کہ یہ جوتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہننا تو درکنار دیکھا بھی نہ ہو گا لیکن سیاسی مصلحت کے تحت جوتا لانے والے شخص کو خوش کر کے روانہ کر دیا۔ البدایہ والنہایہ ج5 حصہ 10 صفحہ 153

زہیر کا بیان ہے ایک مرتبہ خلیفہ مہدی کے پاس دس محدثین آئے، مہدی نے انہیں کہا کوئی حدیث سنایئے چنانچہ غیاث بن ابراہیم نے حضرت ابوھریرہ ؓ کے حوالے سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ' گھوڑ دوڑ اور تیر اندازی کو سب مشغلوں میں فضیلت اور سبقت حاصل ہے ' ، اور اس حدیث کے آخر میں اس نے اضافہ بھی کر دیا کہ پرندے اڑانا بھی اس حدیث میں شامل ہے، چنانچہ مہدی نے حدیث سنانے پر غیاث

بن ابراہیم کو دس ہزار درہم کا انعام دیا، اس کے جانے کے بعد مہدی نے کہا کہ ' اس نے جھوٹی حدیث بیان کرکے ہم سے دس ہزار درہم حاصل کر لئے ' ، تاہم اس کے جانے کے بعد اپنے تمام کبوتر ذبح کرا دئے ۔ تاریخ الخلفاء صفحہ 275

دراصل اس موقع پر مہدی نے غیاث بن ابراہیم کی سرزنش اس لئے نہ کی کہ باہر جا کر یہ مشہور کر دے گا کہ خلیفہ منکرین حدیث میں سے ہے۔

ہادی بن االمہدی بن خلیفہ جعفر المنصور: 169 – 170ھ

ہادی بن مہدی قریش سے بڑی عقیدت رکھتا تھا، ایک شخص قریش کو گالیاں دیتا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے، قاضی اور فقہاء نے گواہی دی کہ یہ واقعی گستاخی کا مرتکب ہوا تو ہادی بن مہدی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ ' جس نے قریش کی توہین کی تو گویا اس نے اللہ تعالی کی توہین کی، اے دشمن خدا قریش کی توہین کر کے تیرے دل میں ٹھنڈک نہیں پڑی کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی، پھر اس نے اس شخص کی گردن اڑانے کا حکم دے دیا— ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ج5، حصہ 10 صفحہ 160

ہادی بن مہدی صحابہ کرام سے بے پناہ عقیدت رکھتا تھا یہی جذبہ تھا کہ اس نے آل عمرؓ میں سے عمر بن عبد العزیز بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمرؓ بن خطاب کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا- ابن خلدون ج 1 صفحہ 1148

ہادی بن مہدی زندیقوں کو تائب ہونے کی دعوت دیتا بعد ازاں اس کے انکار پر قتل کا حکم جاری کرتا – ابن کثیر کے مطابق ہادی نے ہم جنس پرستی پر بھی دو لونڈیوں کو موت کی سزائیں دیں۔

المسعودی کے مطابق علویوں نے جب مکہ میں خروج کیا تھا تو اس نے ان کا صفایا کر دیا اس میں سلیمان بن عبد اللہ علوی اور عبد اللہ بن اسحق بن ابراہیم علوی بھی مارے گئے۔

ہارون الرشید بن مہدی بن ابو جعفر المنصور : 170– 193ھ

ہارون رشید کے دل میں خشیت الٰہی اور فیاضی کے جذبات بدرجہ اتم موجود تھے جس کے بے شمار واقعات ابن کثیر اور سیوطی نے تاریخ میں لکھے ہیں، 186ھ میں جب یہ حج پر گیا تو اس نے اہل حجاز پر ایک کڑوڑ50 ہزار دینار خیرات کئے، نہر زبیدہ کو کھدوایا، اس طرح ایک موقعہ پر اس نے حرمین کے لوگوں پر دو کڑوڑ درہم خرچ کئے، بغداد کے مشرقی اور مغربی حصہ کیلئے ایک کڑوڑ اور کوفہ وبصرہ کے غرباء پر بھی ایک کڑوڑ درہم خرچ کئے، سوائے چند سالوں کے ہر سال حج کیا انکے ہمراہ سو فقہاء کرام بھی ہوتے تھے، کئی پیدل حج کئے، جس سال خود نہ جاتا اس سال تین سو افراد حج پر بھجواتا۔

سیوطی کے مطابق ایک مرتبہ امام ابویوسف کو بلایا اور کوئی فقہی مسئلہ پوچھا ان کے مدلل جواب سے خوش ہو کرانہیں ایک لاکھ درہم انعام دیا (تاریخ الخلفاہ)، ایک مرتبہ ایک نابینا عالم ابی معاویہ آئے تو انکے ہاتھ دھلوائے گئے، بعد میں انہیں خلیفہ نے بتایا کہ آپ کے ہاتھ میں نے دھلوائے تھے۔ سیوطی ہی کے مطابق ہارون رشید اپنے دو بیٹوں امین اور ماموں کو لیکر امام مالک ؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے موّطا پڑھی، اسکے علاوہ دوسرا حکمران صلاح الدین ایوبی تھا جو موّطا کی تعلیم حاصل کرنے سکندریہ گیا اور وہاں علی بن طاہر بن عوف سے تعلیم حاصل کی، ابن کثیر کے مطابق خلیفہ ہارون نے علی بن حمزہ سے فقہ اور عربی زبان اور ادب کی تعلیم حاصل کی اور اپنے بیٹوں امین اور ماموں کو کوفہ امام ابویوسف کے پاس لیکر حاضر ہوا اور ان سے کہا انہیں شیوخ سے سماع کرائیں چنانچہ شہزادوں نے سماع کے بعد مشہور محدث ابن عیسی اور عیسی بن یونس سے بھی علم حدیث حاصل کیا۔

تاریخ الخلفاء کے مطابق ہارون رشید کے سامنے ایک زندیق نے اعتراف جرم کیا کہ: اس نے ایک ہزار ایسی احادیث پھیلا دی ہیں جن میں سے ایک لفظ بھی رسول اللہ نے نہیں کہا، ان احادیث میں میں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا، ہارون رشید نے اس کے قتل کا حکم دیا اور ابو اسحق اور عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ اسکے ایک ایک لفظ کی تحقیق وتنقید کرکے غلطیاں دور کریں، ایک اور موقعہ پر سفیان بن عینیہ کو چند شعر سنانے کے عوض ایک لاکھ درہم دئے۔

181ھ میں روم پر فوج کشی کی اور قلعہ صفصاف فتح کر لیا، اسلامی افواج انقرہ تک پہونچ گئیں اور مطمورہ بھی فتح کرلیا، تاریخ الخلفاء کے مطابق صحابہ کرام سے عقیدت ومحبت رکھتا تھا، اس کا قول ہے' خدا کی قسم میں

شیخین یعنی ابو بکرؓ و عمرؓ سے محبت کرتا ہوں جو ان سے بغض رکھتا ہے میں اس سے بغض رکھتا ہوں اور اسے سزا دیتا ہوں' ،اور 183ھ میں خزرج نے آرمینا میں بغاوت کر کے شہر پر قبضہ کر کے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور ایک لاکھ مسلمانوں کو گرفتار کر لیا ،191ھ میں رومیوں نے سرحدی شہر مرعش پر حملہ کر کے عام لوگوں کو تہہ و تیغ کیا، جس پر ہارون نے فرمان جاری کیا کہ سلطنت کی حدود میں تمام کلیساؤں کو گرا دیا جائے اور غیر مسلم اپنی ہیئت اور لباس مسلمانوں سے جدا رکھیں(ابن کثیر) اسکے دربار میں امام ابو یوسف، ابن سماک اور قاضی ابوالبختری جیسے فقہاء اور عالم فاضل موجود ہوتے تھے۔

خلیفہ امین الرشید بن ہارون رشید : 193– 198ھ

امین الرشید کی خلافت کے اہم واقعات تاریخ میں بہت کم ملتے ہیں سوائے منفی حالات کے۔

صرف اتنا اندازہ ہوتا ہے کہ زنادقہ اور معتزلہ سے سخت متنفر تھا

خلیفہ المامون ابن ہارون رشید : 198–218ھ

خلیفہ مامون عباسی کی پیدائش 786ء مطابق 170ھ، وفات 833ء مطابق 218ھ، اور دور حکومت 813ء مطابق 198ھ سے لیکر 218ھ رہا ۔ یہ ایک لونڈی مراجیل کے بطن سے تھا، جس کا تعلق بادغیس سے تھا، المامون کی حکومت کے اہم واقعات میں معتزلہ کا عروج تھا اسکے علاوہ واقعہ منہاء پیش آیا جس کی تفصیل باب معتزلہ میں بیان کی گئی ہے، یہ خلافت شیعہ تاریخ میں اہمیت کی حامل ہے ۔

حضرت عثمان غنیؓ کے بعد یہ دوسرا خلیفہ تھا جو حافظ قرآن تھا، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور ام المومنین عائشہؓ پر سب و شتم نہیں کرتا تھا، اسے شرک سے سخت نفرت تھی اور مشرکانہ کلمات پر سزائیں دیتا تھا(ابن کثیر) ، مامون کو زندیقوں سے سخت نفرت تھی اور انہیں سزائیں دیتا تھا (المسعودی)

شاہ روم نوفیل بن میخائل کے عہد میں رومیوں نے طرطوس کے شہر پر حملہ کیا لیکن جواب میں رومیوں کے تیس قلعے فتح کر لئے اور طوانہ شہر کو فتح کر کے وہاں فصیل بنا دی۔

815ءمطابق 200ھ، میں المامون کی غیر موجودگی میں محمد بن جعفر صادق نے مکہ میں خروج کیا ۔ المامون نے817 ءمطابق201ھ میں شیعہ امام رضا کو اپنا ولیعہد مقرر کیا، اور الرضا من آل محمد کا خطاب دیا، درہم و دینار پر ان کا نام لکھوا دیا ۔ الرضا کے بھائی ابراہیم بن موسی کاظم کو یمن کا گورنر اور امیر حج بنا دیا ۔ اس ولیعہدی پر بنو عباس میں کافی اشتعال پیدا ہوا اور ابراہیم بن مہدی نے مامون کو خلافت سے معزول کر دیا اور عیسی بن ابی خالد نے بھی مہم چلائی لیکن ناکام رہے۔

ابن خلکان کے مطابق مامون نے الرضا کو ایک کڑوڑ درہم دئے- وفیات الاعیان ج3ص218

اسکے علاوہ شیعہ پرستی میں اتنا بڑھ گیا کہ الذھبی اور ابن کثیر نے اسے شیعہ قرار دیا ۔عباسی حکومتی رنگ سیاہ سے سبز کر دیا، فدک کی آمدن مقامی علویوں کو دینے کا اعلان کیا، شیعہ متعہ کا حکم جاری کیا، حضرت امیر معاویہ ؓ کے فضائل پر ناراضگی کا اظہار کیا ۔ 212ھ میں حضرت علی ؓ کو دیگر خلفاء راشدین سے افضل قرار دیا ۔ 218ھ میں معتزلہ کی حمایت میں منہاء کا واقعہ پیش آیا ۔ 203 ھ میں جب الرضا کا انتقال ہوا تو طبری، یعقوبی اور ابن خلکان کے مطابق جنازے کے ساتھ ننگے سر اور ننگے پیر گیا اور روتا رہا، تین دن تک موصوف کی قبر پر مجاور رہا، اس دوران روٹی نمک سے کھاتا رہا، شبلی نعمانی کے مطابق انہیں خلیفہ ہارون رشید کے مقبرہ میں دفن کرنے کا حکم جاری کیا ۔

الفخری نے مامون پر الرضا کو زہر دینے کا الزام لگایا لیکن اسکی تردید طبری، ابن خلکان، مسعودی، سیوطی ،ابن خلدون، ابن کثیر، ابن اثیر اور امیر علی کرتے ہیں۔

مشہور شیعہ تاریخ نویس الیعقوبی کے مطابق انکے بیٹے شیعہ امام التقی کو بغداد بلایا اور اپنی بیٹی ام الفضل سے شادی کر دی اور ایک لاکھ درہم دئے ۔

The Shia Religion – Donaldson Dwight 1933 – page 190 – 197

السیوطی کے مطابق المامون ہمیشہ کہا کرتا کہ حضرت امیر معاویہ ؓ نے سیاسی گتھیاں حضرت عمرو بن العاص ؓ کی وجہ سے سلجھائیں اور عبد الملک بن مروان، حجاج بن یوسف کی وجہ سے مشہور ہوئے لیکن میں اعتماد نفس کے بل بوتے پر حکومت کرتا ہوں۔

بظاہر تو یہ عقائد تھے لیکن در حقیقت سلطنت کے اہم عہدوں پر معتزلی فائز تھے اور انکے عقائد شیعہ نہیں تھے بلکہ سب سے اہم مسئلہ خلق قرآن کا تھا جسے حکومت نے بالجبر نافذ کروانے کی کوشش کی ۔

ابن کثیر کے مطابق المامون نے قبیح بدعتیں بشیر بن غیاث المریسی سے سیکھیں اور انہیں بالجبر نافذ کیا، دوسری بدعت حضرت علیؓ کو تمام صحابہ پر فضیلت دینی تھی، حالانکہ اس سلسلہ میں حضرت علیؓ کا اپنا قول ہے کہ جو شخص مجھے شیخینؓ پر فضیلت دے گا میں اس پر مفتری کی حد لگاؤں گا۔ اس وجہ سے لوگ اسے شیعہ سمجھ کر نفرت کرنے لگے۔

خلیفہ ماموں الرشید ابو الہذیل العلاف، یحیی بن مبارک اور ثمامہ بن اشرس جیسے معتزلیوں کا شاگرد رہا تھا، اور عقیدہ خلق قرآن کا اظہار 218 ھ میں کیا، علماء کو زندان میں بند کرنے کی سزائیں دیں، لیکن اکثر اپنے مؤقف سے پھر گئے، امام احمد بن حنبل ؒ ڈٹے رہے تو انہیں بھی رقہ زندان میں بند کرنے کی سزا دی لیکن اس دوران المامون کا انتقال ہو گیا اور امام احمدؒ کو بغداد میں پابند سلاسل کیا گیا ۔ ماموں انتہائی متعصب تھا المسعودی لکھتے ہیں کہ کہ اس نے 212ھ میں یہ منادی کرادی کہ ' آج کے بعد جس شخص نے حضرت امیر معاویہؓ کا نام بھلائی کے ساتھ لیا یا کسی صحابی رسول پر فوقیت دی تو میں اسکی حفاظت سے بری ہوں' ، ایک طرح سے اس نے بدطینت عوام کو تشدد پر بھڑکایا تھا۔

خلیفہ معتصم بن ہارون رشید: 218-227ھ

تاریخ الخلفاء کے مطابق معتصم نے اپنے والد ہارون رشید اور بھائی ماموں رشید سے احادیث کی سماعت کی اور پھر اسکی زبانی اسحق موصلی اور حمدون بن اسماعیل نے احادیث بیان کیں۔

223ھ میں شاہ روم توفیل بن میخائل نے ملطیہ اور زبطرہ پر یورش کرکے تباہ و برباد کر دیا، عوام کے ناک کان کاٹ دئے، عورتو بچوں کو قید کر لیا، ان ہی عورتوں میں سے ایک عورت نے ' وامعتصماہ وامعتصماہ' کی دہائی دی، جب معتصم کو پتہ لگا تو اس نے کہا ' لبیک لبیک' اور اپنے محل کی چھت پر کھڑے ہو کر کہا ' الرحیل

الرحیل' کوچ کرو کوچ کرو، معتصم نے آگے بڑھ کر رومیوں کو شکست دی اور عموریہ کو فتح کر لیا، ابن کثیر کے مطابق عوام کی فلاح و بہبود پر اپنے ہاتھ سے ایک کڑوڑ درہم صدقہ کئے، تاریخ الخلفاء کے مطابق اس نے اعلان کیا کہ وہ آئندہ غلاموں کو شہر میں آنے کی اجازت نہیں دے گا اور سر من رائے شہر کی بنیاد رکھی۔ اس وقت غلام شہریوں کو بہت ہراساں کرنے لگ گئے تھے۔

قوم زط جو بصرہ کے راستہ پر آباد تھی، یہ ہندو جاٹ تھے اور عوام ان کی چیرہ دستیوں سے بہت تنگ تھی، ان کا استیصال کیا، معتصم کے عہد کا ایک اہم واقعہ بابک خرمی سے جنگ کر کے اسے ہلاک کرنا ہے، بابک خرمی کی ماں ابو مسلم خراسانی کی بیٹی تھی، اپنی طرف مائل کرنے کیلئے اہل بیت سے غیر معمولی محبت وعقیدت کا اظہار کرتے، آل رسول کا نام لیکر لوگوں کو پھانستے تھے، صرف ماموں اور معتصم کے عہد میں انہوں نے پانچ لاکھ مسلمانوں کا قتل کیا تھا، اس کے عہد میں ایک اور کردار افشین حیدر تھا جو مجوسی نظریات کا پرچارک تھا اس کے مشرکانہ نظریات کی بناء پر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

سیوطی کے مطابق آزربائجان، طبرستان، فرغانہ، طہارستان، صفہ اور کابل تک اسکی خلافت تھی۔

الذہبی کے مطابق اگر وہ خلق قرآن کے مسئلہ کی حمایت نہ کرتا تو وہ عظیم الشان اور ہیبتناک خلیفہ ہوتا۔

خلیفہ واثق باللہ بن المعتصم : 227-232ھ

ابن کثیر اور یعقوبی کے مطابق اس نے علویوں کو مالا مال کر دیا اور جب اسکی وفات ہوئی تو ان میں کوئی محتاج نہ تھا، خلیفہ واثق کو حرمین کے لوگوں سے بہت عقیدت تھی اور محبت تھی اس نے ایک موقعہ پر مکہ و مدینہ کے باشندوں پر عطیات کی بارش کر دی، اور جس قدر مال بچا قریش میں تقسیم کر دیا، جب اسکی موت کی خبر مدینہ پہونچی تو وہاں کہرام مچ گیا۔

اسکے عہد میں اہم واقعہ مدینہ کے نواح میں بنو سلیم کی شورش تھی جس پر قابو پایا گیا دوسرا واقعہ بغداد میں آگ لگنے کے بعد عوام کی بحالی تھی، تیسرا اہم واقعہ 229ھ میں یہ تھا کہ کاتبین بہت طاقتور ہو گئے تھے اور سرکاری اہلکاروں کی لوٹ مار پر قابو پانے کیلئے ان کو سزا اور مال و زر کی ضبطی کا حکم دیا۔

زندیقوں اور ملحدوں کے خلاف مہم جاری رکھی، معتزلہ کا شدت سے حمایتی تھا، امام احمد بن حنبلؒ کو قید تو نہیں کیا لیکن پابندیاں عائد کر دیں۔

خلیفہ المتوکل علی اللہ جعفر بن معتصم عباسی: 233- 247ھ

متوکل سنت نبوی پر عمل کرنے والا تھا۔ اس نے خلافت سنبھالتے ہی ملک کے طول و عرض میں سنت نبوی پر عمل درآمد کے لئے احکامات جاری کئے، اور 234ھ میں پورے ملک سے محدثین اور مؤرخین کو مدعو کیا اور انہیں گرانقدر عطیات سے نوازا نیز ان سے سیرت رسول اور احادیث پر کتب تحریر کرنے کی درخواست کی۔ متوکل نے ابو بکر ابن شیبہ کو جامع رصافہ میں تعینات کیا، انکے بھائی عثمان بن ابی شیبہ کو جامع منصورہ میں تعینات کیا، ان میں سے ہر ایک کے وعظ میں تیس تیس ہزار لوگ شریک ہوتے تھے، لوگوں نے اسے بڑا سراہا یہاں تک کہ لوگ کہنے لگے کہ خلیفہ تو تین ہی ہوئے ایک حضرت ابو بکر صدیقؓ دوسرے عمر فاروقؓ اور تیسرے متوکل اور اسے محی السنہ کا خطاب دیا۔ المسعودی مروج الذہب و معاون الجوہر اور جار اللہ، تاریخ معتزلہ

طبری اور ابن کثیر کے مطابق اہل بغداد نے گواہی دی کہ احمد بن محمد بن عاصم نے شیخینؓ، ام المومنین عائشہؓ و حفصہؓ کو گالیاں دی ہیں تو قاضی ابو حسان زیادی نے المتوکل کو رپورٹ کی جس پر اس نے احکامات جاری کئے کہ پہلے محمد بن احمد بن عاصم کو مجمع عام میں گالی دینے کی سزا دی جائے، بعد ازاں صحابہ کرام کی شان میں گستاخی پر 500 کوڑے مارے جائیں، اگر یہ مر جائے تو بغیر غسل نماز کے دریائے دجلہ میں پھینک دیا جائے، اسکی نعش اسکے ورثاء کو ہرگز نہ دی جائے، اور کہا کہ یہ سزا دین میں الحاد پیدا کرنے والوں اور جماعت المسلمین سے نکل جانے والوں کی ہے ۔ طبری ج7 ص274، اور ابن کثیر ج5 حصہ 10 صفحہ 324

متوکل علی اللہ کا رویہ اپنے پیش روکے برعکس حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے ساتھ بہت مثبت اور ہمدردانہ رہا، انہیں 237ھ میں سر من رائے بلوایا، وہاں روزانہ عمائدین اور امراء حکومت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور خلیفہ کی طرف سے نیک خواہشات کا پیغام پہنچاتے، المعتز بن متوکل اور اسکی والدہ نے آپ کی زیارت کی، سر من رائے میں قیام کے دوران خلیفہ امور مملکت کے بارے میں آپ کی مشاورت سے امراء اور

قاضیوں کا تقرر عمل میں لاتا رہا، المتوکل نے اس شخص کو کوڑے لگوائے جس نے امام احمد بن حنبل ؒ پر زندیقیت کا الزام لگایا تھا۔

ابن کثیر جلد 5 حصہ 10 صفحہ 316، 338، 339 اور جار اللہ ص 356، یعقوبی ج 2 صفحہ 786

عہد متوکل میں محمود بن فرج نیشاپوری نے نبوت کا دعوی کیا، اس کے پاس ایک کتاب بھی تھی جسے وہ الہامی قرار دیتا تھا اسے کوڑے مارنے کی سزا دی گئی جس سے وہ مر گیا- طبری ج 7 ص 357

سن 241ھ میں ملکہ روم تزورہ کے عہد میں اہل زط کے ہزاروں مسلمانوں کو قید کر لیا گیا، اس سے قبل بھی 20 ہزار اسکی قید میں تھے، جنہیں عیسائی بننے پر مجبور کرتے، خلیفہ متوکل نے ایک لشکر بھیجا جس نے رومیوں کو تہس نہس کر دیا، انکے بڑے بڑے جرنیل مارے گئے، دوسرا واقعہ قوم بجاۃ کی سرکوبی تھی جنہوں نے سرکشی پر کمر باندھ لی تھی ۔

متوکل علویوں کو بھی بہت نوازتا رہا، المسعودی کے مطابق ابوالحسن علی بن محمد علوی کو 4 ہزار دینار دئے، 237ھ میں نصاری نے حمص میں بلوہ کیا ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، اور سرکاری فرمان جاری کیا کہ اسلامی مملکت میں نئے تعمیر شدہ تمام گرجے مسمار کر دئے جائیں گے، نصاری کی درسگاہوں میں مسلمان بچے نہیں پڑھیں گے نہ ہی عیسائی بچوں کو مسلمان ٹیچر پڑھائیں گے، مجوسیوں کو صرف سڑک کے کنارے چلنے کی اجازت ہو گی، تمام غیر مسلم اپنے گلے میں لکڑی کے منکے پہنیں گے۔ وغیرہ

اس دور میں حالات بگڑ گئے اور علوی فرقوں کا اتنا زور ہو گیا، کہ 15 جولائی 850ء مطابق 236ھ کو متوکل نے کربلا کے تمام نشان مٹا دئے، طبری کے مطابق حضرت حسین ؓ کی قبر کی زیارت ممنوع کو قرار دیکر اسے ہموار کر دیا اور وہاں کی زمین پر ہل چلوا دیا، فدک کا گاؤں جو خلیفہ المامون نے شیعہ کو دے دیا تھا واپس لے لیا اور حجاز میں شیعہ جو نذرانے وصول کرتے تھے ان پر پابندی لگا دی، یہ دسویں عباسی خلیفہ تھے اور ان کے عہد میں جو بھی صحابہ ؓ اور ازواج مطہرات ؓ کی ہجو کرتا اسے موت تک کی سزا دی جاتی ۔

سن 861ء سے 870ء تک مطابق 247ھ سے 257ھ کے درمیانی عرصے میں، سامرا میں شدید بدامنی ہوئی، خلیفہ متوکل کا قتل 247ھ، وفات خلیفہ المنتصر و خلافت خلیفہ المستعین 248ھ، قتل خلیفہ

المستعین اور خلافت خلیفہ المعتز252ھ، قتل خلیفہ المعتز اور خلافت خلیفہ المہتدی 255ھ، قتل خلیفہ المہتدی اور خلافت خلیفہ المعتمد ابن خلیفہ التوکل 256ھ، جن کا عہد حکومت 279ھ تک رہا۔ سمارا کی بدامنی ختم ہو گئی، لیکن طبرستان پر زیدی شیعہ انتہاء پسندوں کا قبضہ ہوا، زنج بغاوت شروع ہوئی، اور جنوبی سمت قرامطہ نے زور پکڑا۔ خلیفہ المعتمد کے دور میں شیعہ امام ہادی فوت ہوئے جسکی نماز جنازہ انکے بھائی الموافق عباسی نے پڑھائی- سن869ء سے لیکر883ء مطابق 256ھ سے270ھ کے درمیان، عباسی خلافت کیلئے کڑا وقت تھا، جب بصرہ میں زنج خروج واقع ہوا تھا -

خلافت بنوعباس کے چار دور تھے:

پہلا دور: 132 ھ سے لیکر232ھ تک

اہم واقعات: ابو مسلم خراسانی کا قتل، بغداد کی بنیاد رکھی گئی، نفس ذکیہ اور ابراہیم علوی کا قتل، ادریسی حکومت مراکش میں قائم ہوئی، وفات امام ابو حنیفہ ؒ، اموی امارت اندلس، برمکی وزارت، وفات امام مالک ؒ، خرامیہ کا ظہور، دولت اغلبیہ کا آغاز، یمن میں دولت زیادیہ، آغاز دولت سامانیہ، وفات امام شافعی ؒ، ماموں کا شیعت کا اعلان 211ھ۔

دوسرا دور: 232 ھ سے334ھ تک، التوکل کی خلافت سے بنی بویہ کی آمد تک

اہم واقعات: التوکل نے کربلا کے نشانات مٹادئے، وفات امام احمد بن حنبل ؒ، دولت صفاریہ کی ابتداء، دولت طولونیہ مصر، زنگی بغاوت، وفات امام بخاری ؒ، وفات ابوداؤد، وفات شیعہ امام نقی255ھ وحسن عسکری260ھ، وفات امام مسلم ؒ 261ھ، قرامطہ کا ظہور 278ھ، وفات امام ترمذی ؒ، وفات امام دارمی ؒ، نوروز کی ممانعت، دولت اغلبیہ کا خاتمہ، ابتداء دولت فاطمیہ 297ھ، وفات النسائی ؒ، وفات ابو یعلی ؒ، قرمطی حجر اسود نکال لیگئے، خلافت عباسی میں صرف بغداد رہ گیا 325ھ ۔

تیسرا دور: 334ھ سے لیکر 447ھ تک، بنی بویہ کا دور تھا– اہم واقعات

حجر اسود کی واپسی اور قرامطہ کا استیصال، آل بویہ نے بغداد کی مسجدیں بند کر دیں 349ھ، اور نوحہ ماتم کی ابتداء 352ھ، یوم غدیر کی ابتداء 352ھ، وفات ابن حبان ؒ، سرکاری طور پر جبری ماتم 356ھ، جبری عید غدیر 359ھ، فاطمیوں کا حرمین میں خطبہ 363ھ، ملتان پر اسماعیلی قبضہ 373ھ، وفات دار قطنی ؒ، محمود غزنوی کا ملتان پر حملہ 396ھ، وفات حاکم صاحب مستدرک ؒ، مصری باطنی نے حجر اسود توڑ دیا 413 ھ، وفات سلطان محمود غزنوی ؒ، خراسان پر سلجوقی قبضہ 430ھ، فاطمیوں نے ابو بکر نام پر پابندی لگا دی 431ھ، بغداد میں آذان کے ساتھ نوبت 436ھ، آل بنی بویہ کا خاتمہ۔

اس دور میں چار خلفاء گذرے تھے، خلیفہ المطیع 334–363ھ، خلیفہ الطائع 363–381ھ، خلیفہ القادر 381– 422ھ، اور خلیفہ القائم 422– 468ھ–

چوتھا دور: سلجوقیوں کی آمد سے ہلاکو کے حملے تک، 447ھ سے لیکر 656ھ

اہم واقعات : حرمین میں عباسیوں کے نام کا خطبہ 479ھ، حسن بن صباح کا قتل 517ھ، دمشق پر نورالدین زنگی کا قبضہ 549ھ، وفات عبدالقادر جیلانی ؒ 561ھ، وفات ابوالنجیب سہروردی ؒ 563ھ، حکومت صلاح الدین ایوبی 564ھ، فاطمی حکومت کا خاتمہ 567ھ، غوری کا لاہور پر قبضہ 582ھ، دہلی پر غوری قبضہ 595ھ، خلیفہ المستعصم عباسی کی شہادت اور ہلاکو کا بغداد پر قبضہ 656ھ ۔عباسی خلافت کا مصر میں قیام 659ھ۔

عباسی عہد کے دیگر اہم واقعات:

ابھی صحاح ستہ وجود میں نہیں آئی تھی، کہ عبدالرزاق بن ہمام ؒ متوفی 211ھ، ابن ابی شیبہ ؒ متوفی 235 ھ، نعیم بن حماد ؒ متوفی 228ھ احادیث جمع کر چکے تھے –

ان حالات میں دیگر علماء بھی موجود تھے، امام مالک ؒ متوفی 179ھ، امام ابو حنیفہ ؒ متوفی 150ھ جو علوی گروپ کی حمایت کیلئے بے قرار رہتے تھے شاید کوفہ کی آب و ہوا کا اثر تھا، اور خلافت بنو عباس کے

خلاف خروج کرنے والوں کی مالی امداد کیا کرتے تھے، امام شافعیؒ متوفی 204ھ نے سب سے پہلے قرآن کے مقابلہ میں حدیثوں کو قانونی جواز فراہم کیا، امام احمد بن حنبلؒ متوفی 241ھ کی مسند میں کثیر تعداد میں رافضی روایات ڈالی گئیں ۔

فارس، خراسان اور عراق میں ایک نیا مذہبی گروپ صوفیوں کا پید اہوا ، اسکی وجہ اسماعیلی تعلیمات کے اثرات اور حب رافضہ تھا ، انکے چھوٹے چھوٹے مقامی سلسلہ تھے، ابھی یہ باقاعدہ مذہب نہیں بنا تھا ۔ 300ھ کے آس پاس جنید بغدادی، تستری، ابو بکر شبلی، منصور حلاج ہوئے۔ صوفی سلسلے تو بہت بعد میں بنے اور انہیں کھینچ تان کر خود ساختہ امام الاوصیاء یا امام ولایت تک لے گئے، اس کیلئے انہیں کتنے پاپڑ بیلنے پڑے اور کتنی جعلی حدیثیں وجود میں آئیں، بعض کو تو صرف خوابوں میں اور الہامات میں دریافت کیا گیا - ابو طالب کی چھاتی سے علیؓ کو اور ام المومنین سلمہؓ سے حسن بصری کو دودھ پلانے کی روایتیں گھڑی گئیں۔ استغفر اللہ

ابو جعفر منصور کے عہد میں ایرانیوں کے زیر اثر بادشاہت کے بارے میں ' خدائی حق ' کا نظریہ پیش کیا، وہ اس بات کا داعی تھا کہ اسے بادشاہت کے حقوق اللہ کی طرف سے تفویض ہوئے ہیں، کیونکہ وہ مامور من اللہ ہے، لہذا وہ کسی انسان کے سامنے جواب دہ نہیں، علاوہ ازیں عوام کی نظر میں عزت واحترام کیلئے اپنی پر شکوہ درباری زندگی کو امامت کے ظاہری لوازمات سے مزین کیا، اس مقصد کے حصول کیلئے خلیفہ سیاہ عمامہ پہنتا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ردائے مبارک زیب تن کرتا، اور عصائے مبارک ہاتھ میں رکھتا، اور مصحف عثمانی اس کے سامنے رکھا جاتا، ایک صدی بعد جب بنو عباس کی حکومت روبہ انحطاط ہوئی تو انہوں نے اپنے ظاہری اقتدار کو تقویت دینے کیلئے امامت کا سہارا لیا۔

خلیفہ المتوکل ایک طرح سے جدید بنو عباس کے فلسفہ مذہبی امامت کا بانی ہے، یہ وہ دور تھا جب بنو عباس نے نیابت رسول کی بجائے ' نیابت اللہ ' کا نظریہ پیش کیا، خلافت کیلئے ظل اللہ کی اصطلاحات استعمال کیں، اس تبدیلی کے خوشگوار اثرات کے تحت ان کی حکومت صدیوں قائم رہی، معتزلہ جیسی تحریکوں سے جان چھڑائی، تمام علوی خطرات کم ہوگئے، کہ 334ھ تک انکی سب مذہبی تحریکیں تقیہ کے پردے میں چھپی رہیں، امام مستور ظاہر نہیں ہوئے، لیکن اگلے سو سال آل بویہ نے حکومت کر کے علوی فلاسفی کو عملی شکل دی،

447ھ میں آل بویہ کو زوال آیا، لیکن افریقہ سے فاطمیوں نے سر اٹھایا۔ ان کا بھی قلع قمع ہوا تو ابن علقمی اور نصیر الدین طوسی جیسے روافض نے ہلاکو کے ہاتھوں بغداد سے خلافت ہی ختم کرادی ۔

سرزمین ایران سے لائے گئے جو بیج محدثین اور صوفیوں کی شکل میں بوئے گئے تھے انہوں نے عفریت بن کر عالم اسلام پر اپنے پنجے گاڑ لئے، اور ان ہی نظریات نے اسلام کی تشکیل نو کی، قدم قدم پر ان ہی جعلی روایات نے اسلام کی مرکزیت کو پارہ پارہ کیا اور صوفیوں نے اتنے زیادہ فروعی فلسفہ گھڑے کہ ریاست مدینہ کے اسلام کا حلیہ بگڑ گیا اور اسکی جگہ نئے اسلام نے لے لی، قرآن سے مکمل منہ موڑ لیا گیا، نسل پرستی اور ذات پات نے مستقل جگہ بنالی، اسی کے نتیجہ میں بعد میں مسلم مملکتوں پر صلیبیوں نے قبضہ کرلیا اور مسلم عوام بے بسی سے غلام بن کر رہ گئے ۔

علم حدیث کی اصطلاحات

علم حدیث کی اصطلاحات کو بیسیوں کیٹیگریز میں تقسیم کیا گیا ہے:

صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع

اقسام حدیث با اعتبار مسند الیہ : حدیث قدسی، مرفوع، موقوف، مقطوع۔

اقسام با اعتبار تعداد : سند متواتر اور خبر واحد

اقسام با عتبار سند : حدیث مشہور، عزیز اور غریب

حدیث کا مطلب : اِصطلاح حدیث میں ہر اُس قول، فعل یا تقریر کو حدیث کہا جاتا ہے، جس کی نسبت پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کی جاتی ہو ۔ تقریر سے مراد وہ فعل ہے جو رسول اللہ کے سامنے کیا گیا، مگر رسول اللہ نے نہ تو اِس کے کرنے کا حکم دیا اور نہ ہی منع فرمایا بلکہ اِس پر سکوت فرمایا۔

خبر اور حدیث میں فرق : خبر کا مفہوم حدیث کے بالکل برعکس ہے، اِس مفہوم میں حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول کلام کو سمجھا جاتا ہے، اور خبر اُس کلام کو کہتے ہیں، جس کی نسبت خاص رسول اللہ سے نہ ہو، بلکہ کسی اور شخصیت سے منسوب وہ کلام ہو ۔

اثر اور حدیث میں فرق : اس لفظ کا مفہوم حدیث کے بالکل برعکس ہے، اس میں اثر وہ قول یا فعل ہے، جسکی نسبت صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین کی صرف کی گئی ہو۔

اقسام باعتبار قوت وضعف: مقبول اور مردود ۔

احادیث مقبول کی اقسام : حدیث صحیح، حدیث صحیح لذاتہ، حدیث صحیح لغیرۃ، حدیث حسن، حدیث حسن لذاتہ، حدیث حسن لغیرہ ۔

حدیث مردود کی اقسام : حدیث ضعیف، حدیث مردود بوجہ سقوط راوی، حدیث مردود بوجہ طعن راوی

اقسام حدیث مردود بوجہ سقوط راوی : حدیث معلق، حدیث مرسل، حدیث معضل، حدیث منقطع، حدیث مدلس، حدیث مرسل خفی، حدیث معنعن ۔

اقسام حدیث بوجہ طعن راوی : حدیث موضوع، حدیث متروک، حدیث منکر، حدیث معلل

اقسام حدیث معلل : حدیث مدرج، حدیث مقلوب، حدیث فی متصل الاسناد، حدیث مظطرب، حدیث مصحف، حدیث شاذ۔

طعن راوی کے اسباب : مخالف ثقات، جہالۃ بالروی، بدعت، سوء حفظ۔

اقسام کتب حدیث : اربعین، سنن، جامع، مستخرج، جزو، مستدرک، معجم۔

دیگر اصطلاحات حدیث : اعتبار، شاہد، متابع، متصل، متفق علیہ، مسند، واضح، مسلسل بالید، مسلسل بالا ولیہ، مسلسل بالحلف۔

اب مصطلح حدیث کی اقسام یہ ہیں : علم روایت اور علم درایت

علم روایت: سلسلہ روایت اور ضبط حدیث پر بحث ہوئی ہے کہ راوی نے اپنے شیخ سے حدیث کس طرح اور کن الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے ۔

علم درایت : حدیث کا وہ خاص شعبہ جس میں حدیث کے متن اور مضمون پر بحث کی جاتی ہے۔

اسماء الرجال : رجال حدیث یعنی راویوں کے حالات، پیدائش، وفات، اساتذہ و تلامذہ کی تفصیل، طلب علم کے لئے سفر، ثقہ یا غیر ثقہ ہونے کے بارے میں ماہرین کے فیصلے -

لغوی اعتبار سے ثقہ کا معنی ہے قابل اعتماد شخص اور ضعیف کا معنی ہے کمزور شخص ۔ اصطلاحی مفہوم میں ثقہ وہ شخص ہے جو اچھے کردار کا مالک ہو اور احادیث کو محفوظ رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو ۔ضعیف ایک عام اصطلاح ہے، جس کا مطلب ہے وہ شخص، جس کے کردار یا احادیث کو محفوظ رکھنے کی صلاحیت کے بارے میں کوئی الزام موجود ہو ۔

احادیث ضعیف یا موضوع : حافظ ابن حجر کے مطابق کسی حدیث کے مردود یا غیر مقبول ہونے کا سبب یا تو اسکی اسناد میں انقطاع کا ہوناہے، یا راوی کا مطعون ہونا – نزہۃ النظر صفحہ 218

جہاں تک راوی کے طعن کا تعلق ہے تو اسکا تعلق راوی کا عدالت اور حفظ سے ہے،سب سے بڑا طعن راوی کا کذاب ہونا اور وضاع ہونا ،ایسے روات بھی ہیں جو مختلف اغراض و مقاصد کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیثیں گھڑتے تھے، اور آپ کی طرف ایسے اقوال و افعال کی نسبت کرتے تھے جو آپ نے فرمایا یا انجام ہی نہیں دیا ۔ اسکے دو طریقہ اختیار کئے گئے۔ روایت کرنے والوں سے اسکے سلسلہ اسناد کے بارے میں سوال کرنا اور سلسلہ اسناد میں موجود راویوں کے حالات کی چھان بین کرنا ۔

بدقسمتی سے محدثین نے ایسی مطعون روایات کو اٹھا کر اپنی کتابوں میں لکھ دیا، صحین، صحاح ستہ اور دیگر حدیث کی کتابوں میں باوجود حوالوں کے ایسے راویوں کی روایات کا جگہ پانا کس طرح صحیح قرار دیا جا سکتا ہے ۔ پھر علماء اور محدثین نے ایسی جعلی احادیث کو جراح و تعدیل اور موضوع کتابوں کی آڑ میں جمع کر کے عوام کے ہاتھ میں تھما دیا ۔ جعلی اور ضعیف احادیث لاکھوں کی تعداد میں مارکیٹ میں پھیل گئیں، مارکیٹ کے حالات یہ تھے کہ جہاں ہر قسم کے سپلائر اور خریدار موجود تھے-

خلافت، امامت، مہدی جیسے جھگڑوں کو مباح قرار دینے کیلئے اور اس کی حرمت کا جواز پیدا کرنے کا سب سے بڑا ہتھیار حدیثوں کی پیداوار تھی ۔

وحی متلو وغیر متلو یا وحی جلی و وحی خفی:

یہودیوں کے عقیدہ کے مطابق وحی کی دو قسمیں ہیں ایک 'شب کتب' جو لکھی جائیں اور دوسری قسم 'شبعلفہ'، جو لکھی نہ جائیں اور روایتا منتقل ہوں ۔ بہت سی حدیثوں پر سنی علماء کے درمیان اتنی منافرت ہے، کہ ایک دوسرے پر ذاتی حملے کرتے ہیں، اور ایک دوسرے کو اسلام سے خارج کر دیتے ہیں اور جو لوگ حدیث کو وحی سمجھنے کے علمبردار ہیں، وہ جعلی اور کذاب حدیثوں پر تنقید کرنے والوں کو خارج از مذہب قرار دیتے ہیں- ایسے علماء کی ایک طویل فہرست ہے جنہیں مطعون کیا جاتا ہے حالانکہ جتنا علمی کام علمائے اہل حدیث نے سرانجام دیا ہے اور ہر فرقہ اس سے مستفیض ہوتا ہے بہت اہمیت کا حامل ہے، مشہور احادیث اور تاریخ و سیر کی کتابوں کو عربی سے اردو میں ترجمہ کر کے عوام کے سامنے لانا ایک کارنامہ ہے، انکے بڑے بڑے اشاعتی اداروں پر عوام بھروسہ کرتی ہے ۔ لیکن وہ لکیر کے فقیر ہیں۔ اہل حدیث میں سے کئی علماء نے موضوع احادیث پر کتابیں لکھی ہیں، لیکن انکی منکرین حدیث کی فہرست میں مولانا مودودی، سرسید احمد خان، مولانا شبلی نعمانی، امین احسن اصلاحی، حمید الدین فراہی، غلام احمد پرویز اور جاوید غامدی تک شامل ہیں ۔

وہ حنفی مسالک جنہوں نے صوفی ازم کی کھوکھ سے جنم لیا ہے، وہ خاتم الولایت اور اہل بیت والی جعلی حدیثوں پر خاموشی اختیار کرتے ہیں اور جنت کی سرداری بانٹے جانے پر بھی متفق ہیں اور جمعہ کے خطبوں

میں رسول اللہ کی ازواج مطہرات، چچاؤں اور بیٹے و بیٹیوں کے علاوہ رسول اللہ کے دامادوں اور دیگر نواسے نواسیوں کے نام لینے پر شرم محسوس کرتے ہیں ۔ بعض سنی مساجد میں اب بھی جمعہ کے خطبہ میں بنات رسول زینبؓ، رقیہؓ اور ام کلثومؓ کے ساتھ ازواج مطہرات میں عائشہؓ و حفصہؓ، عم رسول میں عباسؓ وحمزہؓ کے نام بھی لے لئے جاتے ہیں، رضوان اللہ اجمعین ۔ اگر کوئی عالم دین کسی حدیث پر تنقید بھی کرتا ہے تو اسے پرویزی، چکڑیالوی، اہل قران، منکر حدیث کا لیبل لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ مولانا مودودی کے افکار بڑی حد تک معتدل ہوتے تھے اور اکثر دانشور انہیں غیر مقلد سمجھتے رہے ہیں لیکن انہوں نے تفہیم القرآن میں سورۃ ہود کی آیت 73 جس میں اہل بیت کا ذکر ہے بغیر تبصرہ کے مکمل خاموشی اختیار کی اور خلافت و ملوکیت کو طبری کے تاریخی حوالوں سے مزین کر کے صحابہ کرام پر تنقید کر کے دشمنوں کے ہاتھ میں ہتھیار تھما دیا ۔

امام بخاریؒ نے شیعہ امام جعفر صادقؒ اور دیگر شیعہ اماموں سے کوئی روایت نہیں لی جس پر کڑی تنقید میں سنی علماء بھی شامل ہیں، دوسری طرف یہی سنی علماء امام ابو حنیفہؒ کو شیعہ امام جعفر صادقؒ کا شاگرد بتاتے ہیں جبکہ امام ابو حنیفہؒ عمر میں ان سے بڑے تھے، اسی طرح امام مالکؒ کو بھی شاگرد بنا دیا گیا، بعض سنی کتابوں میں چاروں فقہی اماموں کو ان کا شاگرد لکھا گیا ہے، جبکہ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ تو انکی وفات کے بعد پیدا ہوئے تھے، صوفیوں کی بات تو چھوڑیں ان کی ہر بات معرفت کی بنیاد پر ہوتی ہے - البتہ امام مالکؒ نے دس روایات جعفر صادق سے لیں ۔

سن 400ھ کے بعد جب کچھ گرد بیٹھی تو علماء کو اندازہ ہوا کہ پلوں کے نیچے سے کافی پانی بہہ گیا ہے اور سنی علماء کی احادیث کو رافضیوں نے سیاسی مقاصد کیلیۓ ہائی جیک کر لیا ہے تو غالبا نقصان کے ازالے کیلیۓ انہوں نے ضعیف اور موضوع روایات کی نشاندہی کیلیۓ کتابیں لکھنا شروع کیں- پہلے مشہور کتابیں 'الثقات ' موضوع پر: تاریخ الثقات العجلی 261ھ، کتاب الثقات ابن حبان البستی 354ھ، تاریخ اسماء ثقات ابن شاہین 385ھ، الروات الثقات الذھبی 748ھ- درج ذیل کتابیں موضوعات پر-

الموضوعات ابن عمرو النقاش الاصفہانی : متوفی 414ھ

تذکرہ الموضوعات ابن قیسرانی : متوفی 507ھ

الاباطیل ومناکیر ابراہیم الجورقانی : متوفی 543ھ

الموضوعات ابی الفرج ابن جوزی : متوفی 597ھ

العقیدہ الصحیہ فی الموضوعات الصریحہ: متوفی 623ھ ابی حفص عمر ابن بدر الموصلی

الموضوعات ابن الحسن الصغانی : متوفی 650ھ

ضعف اور وضع بیان کرنے کیلئے کتابیں:

امام بخاری: متوفی 256ھ کتاب الضعفاء الکبیر اور الصغیر

النسائیؒ: متوفی 303ھ کتاب الضعفاء والمتروکین

العقیلی: متوفی 322ھ کتاب الضعفاء الکبیر

ابن حبان ابوحاتم: متوفی 354ھ کتاب المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین

عبداللہ بن عدی الجرجانی: متوفی 365ھ الکامل فی ضعفاء الرجال

ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی: متوفی 259ھ احوال الرجال

الدارقطنی: متوفی 385ھ الضعفاء والمترکون

ابن الجوزی: متوفی 598 الضعفاء والمترکون

الذھبی: متوفی 748ھ المغنی فی الضعفاء

یحیی بن سعید بن قطان : متوفی 198ھ کتاب الضعفاء

یحیی بن معین : متوفی 233ھ کتاب الضعفاء

المدینی :	متوفی 234ھ	الضعفاء فی رجال حدیث
البرقی :	متوفی 249ھ	کتاب الضعفاء
ابوزرعہ :	متوفی 264ھ	الضعفاء والمترکون
ابوحاتم :	متوفی 277ھ	الضعفاء
البرذعی :	متوفی 292ھ	الضعفاء والکاذبون ومترکون
الساجی :	متوفی 307ھ	کتاب الضعفاء والمنسوبون الی البدعۃ من المحدثین
ابن الجارود :	متوفی 307ھ	کتاب الضعفاء
الدولابی :	متوفی 310ھ	الضعفاء
ابن خزیمہ :	متوفی 311ھ	الضعفاء
الجرجانی :	متوفی 323ھ	الضعفاء
ابن السکن :	متوفی 353ھ	الضعفاء والمترکون
ابن عدی :	متوفی 365ھ	الکامل فی الضعفاء الرجال
ابواحمد الحاکم :	متوفی 378ھ	تسمیۃ ضعفاء المحدثین
ابن شاہین :	متوفی 385	تاریخ الاسماء والضعفاء والکذابین
الحاکم :	متوفی 405ھ	المجروحین
ابونعیم الاصفہانی:	متوفی 430ھ	الضعفاء

کتب جراح وتعدیل:

ابن ابی حاتم رازی: متوفی 327ھ الجراح والتعدیل

ابی یعلی الخلیل القزوینی: متوفی 446ھ الارشاد فی معرفۃ اھلحدیث

الجامع فی جرح وتعدیل: ابو المعاطی النوری

ابی نصر الکلابازی: متوفی 398ھ رجال البخاری

ابی الولید الباجی: متوفی 474ھ التعدیل والتجریح البخاری

ابن منجویہ اصفہانی: 428 ھ رجال مسلم

کتب رجال: رجال صحیحین، رجال الموطاء، رجال سنن ابی داؤد، شیوخ الترمذی، رجال سنن النسائی، کتب ستہ۔ وغیرہ

تاریخ: علماء اھل مصر، اخبار اصفہان، تاریخ جرجان، تاریخ بغداد، علماء سمرقند، اخبار قزوین، تاریخ اربل، تاریخ دمشق۔ وغیرہ

کتب سوالات : ابن الجنید 260ھ، ابن ابی شیبہ 297ھ، مسائل صالح ابن امام احمد، سوالات ابی داؤد، مسائل ابو بکر المروزی، سوالات الاجری، ابن بکیر، البرقانی۔ وغیرہ

آئمہ جرح و تعدیل کی اہم اصطلاحات:

ارم بہہ: اسے چھوڑ دو

بین یدی عدل : اس کا مطلب بھی راوی کو چھوڑنا ہے

لیس بشیء : کچھ بھی نہیں راوی التفات کے قابل نہیں

لیس بہ بآس : ثقہ راوی

سکتواعنہ: متروک

فیہ نظر: مہتم یعنی بدنام جھوٹا راوی

منکر الحدیث : ضعیف راوی ثقہ راوی کی مخالفت کرے، ضعیف راوی روایت کے بغیر مخالفت کرے

صالح الحدیث: روایت میں ضعف ہو لیکن راوی سچا ہو

یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ: فلاں راوی کی حدیث لکھی جائے لیکن احتجاج نہ کیا جائے

مجھول :

ترک شعبہ: انہوں نے اس راوی کی روایت نہیں لی

ذاھب الحدیث : راوی جسکی روایت لکھنے اور بیان کرنے کے قابل نہ ہو

ساقط : راوی جس کی موافقت کسی نے نہ کی ہو اور ضعیف بھی ہو

لیس بالقوی : راوی کی روایت لکھنے کے قابل تو ہو لیکن حدیث سے کم تر ہو

لیس بالقوی فی الحدیث: راوی حدیث میں قوی نہیں ہے

واھی الحدیث : راوی جس کی موافقت کسی نے نہ کی ہو اور ضعیف ہو

سوال یہ ہے کہ اب ایک راوی حدیث کو کیسے پرکھیں کہ اسکی روایت کو مانا جائے یا چھوڑ دیا جائے، یہ سارا بوجھ عظیم محدثین بعدوالوں پر ڈال گئے ہیں، کہ پہلے علم الرجال استعمال کریں پھر جرح وتعدیل کا فریضہ ادا کریں، یہاں ایک طرف پہاڑ اور دوسری طرف کھائی ہے ۔

ایک عام مسلمان تو یہ کرہی نہیں سکتا، اب اگر آپ نے آئمہ جرح وتعدیل کی طرف دیکھنا ہے تو وہاں اتنی کنفیوزن ہے کہ آئمہ کرام کے فیصلے ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتے۔ اب اگر ثابت بھی ہو جائے کہ راوی کاذب ہے، حدیث گھڑی ہوئی ہے یا رافضیت کی بنیاد پر جھوٹ بولا گیا ہے تو اس کا اب کیا فائدہ

کیونکہ یہ روایت تو پہلے سے ہی صحاح ستہ یا کتب سنن میں موجود ہے جسے اب نکالا نہیں جاسکتا۔
منظر نامہ اس طرح ہے کہ حدیث تو دوسری یا تیسری صدی ھجری میں لکھ دی گئی، علماء رجال کے بعد علمائے جرح وتعدیل نے اس پر اپنا فیصلہ بھی دے دیا، توکیا اس حدیث کو منسوخ تصور کیا جائے گا، نہیں ایسا نہیں ہے۔ جو محدثین گل کھلاگئے وہ واپس نہیں ہوسکتا ۔ اب سوال یہ ہے کہ اتنی بیکار کی محنت سے کیاحاصل ہوا جس پر برس ہا برس محنت کی گئی اور وسائل کا بے دریغ استعمال کیا گیا ۔ اسکی ایک مثال دیتا ہوں

ایک راوی ہے اس کو جرح و تعدیل کی کسوٹی پر پرکھاجارہا ہے، اسکی روایات پہلے سے ہی صحاح اور مسندین میں شامل ہیں۔ ایک عالم کہتاہے یہ حدیث میں ضعیف ہے، دوسرا عالم کہتاہے جھوٹا اور حدیث چوری کرنے والا تھا، تیسرا عالم کہتاہے متروک الحدیث ہے، چوتھاعالم کہتاہے رافضی تھا اور حدیثیں گھڑتا تھا، پانچواں عالم کہتاہے یہ صحابہ پر دشنام ترازی کرتا تھا۔ اب چونکہ اس راوی کی حدیث پہلے سے ہی کتابوں میں موجود ہے تو اگر آپ اس کا انکار کریں تو منکر الحدیث کے فتوے کا سامنا کریں ۔

منبر پر بیٹھے واعظین کو یہ سہولت حاصل ہے کہ اپنی پسند کی حدیث کو پروپگیٹ کریں اور جو انکے اعتقاد اور مسلک کے خلاف ہو اس سے انکار کردیں، اپنی پسند کی حدیث کیلیئے وہ اقوال چن لیں جو انکے اعتقاد کی حمایت میں ہوں اور ناپسند حدیث میں باقی ماندہ آئمہ کے اقوال بتاکر اسے رد کردیں، اس لحاظ سے اہل سنت کے تمام علماء حدیثوں کے محافظ بھی ہیں دوسری سمت شدید منکر حدیث بھی ہیں۔

ایرانی محدثین کا یہی کارنامہ تھا کہ انہوں نے سیاست پر مبنی احادیث کو اپنی کتابوں میں لکھ دیا، جس کی وجہ سے مذہبی فرقے وجود میں آئے، ان احادیث میں سے اپنے اپنے مطلب کی احادیث کو چن کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی اپنی مسجد بنالی۔ آپس میں جو قتل و غارت وخون خرابہ ہوا وہ علیحدہ ہے۔ اسکے بعد یہ دعوی کرنا کہ یہ اہل سنت کی کتابیں ہیں لیکن اس کے حوالے شیعہ دیتے ہیں۔ اس وجہ سے احادیث کو ہرگز وحی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ جو راوی اتنا بدزبان ہو کہ صحابہ کرام اور امہات المومنین پر دشنام ترازی کرتا ہے کیسے ثقہ ہوسکتا ہے اور وہی شخص جعلی حدیث گھڑ کر مناقب علوی بیان کررہا ہو تو اسکا صریح مطلب یہ نکلتا ہے کہ وہ محدث نہیں ہے بلکہ ایک سیاسی پارٹی کا پولیٹیکل ورکر ہے، جس کے اپنے اقتصادی مفادات ہیں۔ آئمہ اور دور حاضر

کے علماء کا احترام ہے لیکن ان سے اگر سوال کیا جائے تو یہ ناراض ہو جاتے ہیں، بلکہ علماء کی صفوں میں بھی اتحاد نہیں ہے۔

سونے پہ سہاگہ کہ ایرانی صوفیوں نے اپنی روایات گھڑلی ہیں اور یونانی فلسفہ سے مزین ابن عربی نے اسماعیلی فلاسفی کو گڈمڈ کر کے نیا دین تشکیل دے دیا ہے ۔

حدیث مینوفیکچرنگ انڈسٹری:

حدیث جسے جمع کرنا کہا جاتا ہے اسکی صورت انڈسٹری کی طرز اختیار کئے ہوئی تھی، ہمارے سامنے گنتی کے چند نام ہیں ورنہ اس صنعت سے لاکھوں افراد کا روزگار وابستہ تھا، برس ہا برس علماء نے اس جاسوسی مشن پر لگا دئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والوں کا ذاتی کردار، نسب، سیاسی رویہ، یا عقائد کیا تھے - یعنی ایک محتاط اندازے کے مطابق صرف صحاح ستہ کی مسترد حدیثوں کو شامل کرلیا جائے تو 6لاکھ سے اوپر بنتی ہیں۔ اگر ہر روایت میں 6 راوی بھی ہوں تو یہ 36لاکھ افراد بنتے ہیں۔اس طرح احادیث کی سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں، اور تقریبا ہر کتاب میں کئی منفرد راوی ہیں، موضوع راویوں اور روایتوں کے بارے میں علماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چارسو سال بعد تفتیش شروع کی۔طریقہ بہت صبر آزما اور بہت محنت طلب تھا جس پر وہ داد کے مستحق ہیں ۔ دور دراز علاقوں اور دیہاتوں میں جا کر تفتیش کرنا کہ سو سال پہلے جو شخص یہاں رہا کرتا تھا ،اب مر چکا ہے اور اس کے کردار کی چھان بین کے متعلق سوال کرنا اور جوابات جمع کرنا۔

راوی کے کردار اسکے تعصب کی معلومات کے لئے کوئی سائنٹفک طریقہ تو تھا نہیں صرف پوچھ گچھ اور تفتیش کا سلسلہ ہی ممکن تھا، پھر بھی بہت سے کذاب، رافضی، شیعہ، تبرائی اور متعصب راوی دریافت کر لئے گئے اور باوجود معلوم ہونے کے ایسی روایات کو حدیث سمجھ کر کتابوں میں درج ہی رہنے دینا سمجھ

سے بالاتر ہے ۔ ایسی حدیثیں بھی ہیں جن کو پڑھ کر مختلف زمانوں اور علاقوں میں رہنے والے علماء جذباتی ہو کر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے رہے ہیں۔ آج بھی یہی عالم ہے۔

آئندہ باب میں چند شیعہ راویوں کی فہرست شامل ہے جن کا سیاسی تعلق علویوں سے تھا اور انکے عزائم جانے پہچانے اور عقائد بھی معلوم تھے، یہ اس زمانہ کے حالات کے عین مطابق تھا کہ جب مذہبی سیاست عروج پر تھی اور شخصیات کو الوہیت کے درجہ پر فائز کرنے کیلیئے جعلی احادیث کی صنعت شد و مد سے کام کررہی تھی، اس کام میں سرمایہ کاری ہو رہی تھی، حکومتوں اور انکے اہلکاروں کی آشیر باد بھی حاصل تھی اور مستقبل کے فرقوں نے ابھی ظہور میں آنا تھا، خلافت عباسیہ مرکز میں قائم تھی لیکن مشرقی سمت اسلامی مملکت میں رافضی آل بویہ کی حکمرانی تھی اور مغربی سمت رافضی اسماعیلی فاطمی حکمران تھے ۔

سب سے پہلے امام مالک ؒ متوفی179ھ کی مؤطا کو فہرست سے خارج کیا گیا اور اسے صحاح ستہ میں بھی شامل نہیں کیا گیا اور حنفی مسلک کے پاپولر ہونے کی وجوہات میں کہیں ساڑھے چار سو سال بعد آنے والے سلجوق، غزنوی، زنگی، ایوبی، منگول، مغل وغیرہ شامل تھے، جنہوں نے سلاطین کا لقب اختیار کیا اور حنفی فقہ کے فروغ کیلیئے فضا سازگار بنائی، مشرق بعید اور ہندوستان کے ساحل پر شافعی فقہ، افریقہ میں مالکی، عرب اور دیگر ممالک میں حنبلی فقہ کا فروغ ہوا ۔

فقہ جعفریہ نامی فقہ کا بہت بعد میں صفوی حکومت کے بعد تک بھی کوئی وجود نہیں تھا - 1508ء مطابق 914ھ اسماعیل صفوی نے بغداد پر قبضہ کرکے امام ابو حنیفہ ؒ اور عبدلقادر گیلانی ؒ کے مزارات اور مسجدوں کو گرادیا، رافضیت کو حکومتی مذہب قرار دے دیا، اسی زمانے میں ایران، آذربائجان، داغستان میں لاکھوں سنی عوام اور علماء کو قتل کیا اور بالجبر شیعہ ہونے پر مجبور کیا ، حتیٰ کہ ترک عثمانی شاہ سلیمان نے انہیں نکال باہر کیا ۔ صفوی روافض دوبارہ 1624ء مطابق 1033ھ میں عراق پر حملہ آور ہوئے اور عام مسلمانوں کا قتل عام کیا، صفوی حکمرانوں نے باقاعدہ تبرائی فورس قائم کی جو سرعام ام المومنین عائشہ ؓ ، خلفاء ابوبکر ؓ ، عمر ؓ اور عثمان ؓ پر ہرزہ سرائی کرتے تھے، نام نہاد سیدوں کو وسیع و عریض زمینیں دی گئیں، امام زادوں کی صنعت نے بہت فروغ پایا، متعہ عام کردیا گیا ۔

صفویوں نے ملاباقر مجلسی کو شیعہ فقہ بنانے پر مامور کیا، لیکن افغانستان کو شیعہ بنانے کی کوشش نہ صرف ناکام ہوئی بلکہ صفوی سلطنت کے خاتمہ کا سبب بھی بنی، جب افغان غلزئی قبیلہ نے 1715ء میں ہرات پر قبضہ کرلیا - سن 1736ء اور 1747ء کے درمیان نادر شاہ نے ایران میں چاروں فقہی مذاہب کے ساتھ پانچواں جعفریہ فقہ شامل کرنے کی کوشش کی جو سنی افواج نے ناکام بنا دی، البتہ نادر شاہ نے کئی ریفارم کئے شیعہ ملاؤں اور امام زادوں کی بڑی بڑی جائدادیں قبضہ میں لے لیں جس پر ان میں سے کئی عراق بھاگ گئے، فقہ جعفریہ کو تسلیم کرانے کی کوششیں کیں لیکن ترک عثمانی حکمرانوں اور علماء نے انکار کر دیا - 1747ء میں نادر شاہ کی حکومت کے خاتمہ کے ساتھ ہی فرقہ پرست اور خون آشام شیعہ ملاؤں نے دوبارہ اپنے قدم جمالئے -

صحیح بخاری اور امام بخاریؒ

صحیح بخاری میں بعض احادیث ایسی ہیں جن کی وجہ سے کئی گروہ ان حدیثوں کے منکر ہیں، دوسروں کو منکر حدیث کے لیبل لگانے والے خود انہیں غلط ثابت کرنے کے درپہ رہتے ہیں، صرف چند مثالیں پیش خدمت ہیں ورنہ کئی ایسی احادیث ہیں جن پر اہلحدیث جو احادیث کو وحی غیر متلو قرار دیتے ہیں سب سے زیادہ ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے ہیں، بلکہ اہل حدیث علماء کی لمبی فہرست ہے جنہیں اہل حدیثیت سے خارج کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح دیگر سنی علماء رافضی احادیث کو صحیح ثابت کرنے پر وقت صرف کرتے اور کتابیں چھاپنے پر پیسہ لگاتے ہیں وہ ایک بیکار کا مشغلہ ہے، اسی کی وجہ سے لوگوں نے حدیثوں پر اعتبار کرنا چھوڑ دیا ہے، لیکن ڈھٹائی کا یہ حال ہے کہ دوسروں کو منکر حدیث کے لیبل لگانے والے خود اپنے آپ کو محبین رفض ثابت کرتے ہیں -

منکرین حدیث کون ہے؟ مندرجہ ذیل چند احادیث کی حمایت اور مخالفت میں یہ ایک دوسرے پر لیبل لگاتے رہتے ہیں، ایسی بیسیوں احادیث ہیں جو صحیحین اور صحاح ستہ میں لکھی گئی ہیں -

پہلی مثال مغفرت خلیفہ معاویہؓ اور خلیفہ یزید بن معاویہؒ: کی احادیث - اس میں حضرت ام حرامؓ والی حدیث اور امت کا پہلا لشکر اور قیصر کے شہر کی فتح، اور یزید کی دادی، ہند زوجہ ابوسفیانؓ کے بارے میں

احادیث شامل ہیں - بحوالہ صحیح بخاری کتاب الجہاد باب الدعاء۔ صحیح مسلم کتاب الامارۃ۔ صحیح بخاری کتاب الصلواۃ النوافل ۔ صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور باب کیف کانت یمین رسول اللہ عن عائشہ۔

دوسری مثال حدیث ابوطالب کے اسلام نہ لانے اور دوزخ میں عذاب والی حدیث ہے۔ صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قصہ ابوطالب - صحیح مسلم کتاب الایمان باب اھون اھل النار عذابا عن ابن عباس ۔

کہتے ہیں حضرت علیؓ واقعہ افک میں شریک نہیں ہوئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ آپ پر کوئی تنگی نہیں اور عورتیں بہت ہیں- صحیح بخاری و مسلم

بخاری و مسلم میں دیگر واقعات میں سیدنا فاطمہؓ کا گھر کے کام کاج کیلئے لونڈی کا طلب کرنا۔ حضرت حمزہؓ کی بیٹی کی پرورش کی روایت میں حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کا واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفرؓ سے فرمایا تم پیدائش میں اور خلق میں میرے مشابہ ہو، حضرت زیدؓ سے فرمایا تم ہمارے بھائی اور دوست ہو۔ اسکے علاوہ حضرت علی کا ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا پیغام بھیجنا، خم غدیر والے واقعہ میں خمس میں سے حضرت علیؓ کا ایک لونڈی سے جماع کرلینا جس پر انکی شکایات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچنا، اس واقعہ کی تفصیل علی الصلابی کی کتاب ' فکر الخوارج وشیعہ فی میزان اہل سنت والجماعت ' میں دی گئی ہے۔ اس قسم کے بے شمار واقعات روایات میں موجود ہیں۔

شیعہ اور سنی اختلاف

امامت اور الوصیۃ:

شیعہ کے نزدیک امام مامور من اللہ اور معصوم ہوتا ہے، اس لئے نبیوں کی طرح امام کی اتباع بھی فرض ہے، ان کے نزدیک امام کا درجہ رسول خدا کے برابر لیکن دوسرے انبیاء سے بالاتر ہوتا ہے، پوری دنیا میں حکومت کا حق صرف انہیں ہی ہوتا ہے، شیعہ کے نزدیک ان کے آئمہ کے علاوہ دنیا کی تمام حکومتیں ظالم،

غاصب اور طاغوت کی حکومتیں ہوتی ہیں اس لئے آئمہ کرام کو معصوم عن الخطاء اور دنیا و آخرت میں حاکم اعلی سمجھنا ہی شرط نجات ہے۔

صحابہ کرام ؓ، امہات المومنین ؓ اور بنات رسول ؐ پر دشنام ترازی اور تبرا کرنے کا عقیدہ:

یہ شیعہ اور سنی اختلاف کی بنیاد ہے، جب بھی شیعہ کو اقتدار حاصل ہوا وہاں انہوں نے اس بات کی ضرور کوشش کی کہ صحابہ کرام، امہات المومنین اور ثلاثہ بنات رسول کا درجہ گھٹا دیا جائے، عمومی طور پر صحابہ سے مروی احادیث کو بھی تسلیم نہیں کرتے، اسکی عملی صورتحال دور آل بویہ، فاطمی دور حکومت، صفوی، گولکنڈہ اور اودھ میں دیکھی جاسکتی ہیں، ان ادوار میں نفرت آمیز مجلسیں یا جلوس نکالے گئے۔ عوام پر جبر و مظالم کئے گئے۔ تہران میں آج تک مسلمانوں کو اپنی مسجد بنانے کی اجازت نہیں دی گئی۔

رجعت کا عقیدہ: مہدی کا ظہور اہم ترین شیعہ عقائد میں سے ہیں۔ وغیرہ

تقیہ: خفیہ سیاسی تبلیغ کیلئے شروع میں کیسانیہ، اسماعیلیوں، اور قرامطیوں نے خفیہ تبلیغ کا سہارا لیا، اب یہ معلوم نہیں کہ سب ہی شیعہ تقیہ پر عمل کرتے ہونگے، حالانکہ حجر بن عدی، عمرو بن حامق الخزاعی، میثم التمار اور رشید الحجری ان شیعان میں سے تھے، جنہوں نے اپنے سیاسی نظریات کو چھپانا مناسب نہ سمجھا۔ تقیہ کی حرمت کو مذہبی جامہ پہنانے کیلئے شیعہ نے عمار بن یاسر ؓ کے دور غلامی کا واقعہ جواز بنایا گیا۔ حالانکہ حضرت علی ؓ کی خلافت کے وقت شرائط سے انکار، حضرت حسن ؓ کی صلح اور حضرت حسین ؓ کی شہادت تقیہ کی نفی کرتا ہے۔ البتہ جعفر صادق ؒ سے بے شمار واقعات تقیہ منسوب کئے جاتے ہیں، روایت کے مطابق زین العابدین ؒ سے حمزہ ثمالی نے اس شرط پر تین سوال پوچھے، کہ وہ بغیر تقیہ کے ان کا جواب دیں، جن میں سے ایک سوال فلان وفلان یعنی ابو بکر اور عمر کے بارے میں تھا، جسکے جواب میں امام نے فرمایا ' کہ خدا کی لعنت ہو ان پر انہوں نے حالت کفر میں جان دی '، اسی قبیل کی ایک روایت موسی کاظم سے بھی حسن بن عبداللہ کے حوالے سے مروی ہے جس میں انہوں نے ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا۔

اب امام غائب کے عقیدہ اور تقیہ کی عذر پزیری کیلئے، الباقر سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے ' ابتداء میں خدا نے مہدی کے ظہور کیلئے 70ھ کا وقت متعین کیا تھا، لیکن جب 61ھ میں حسین شہید کر دئے گئے تو خدا

کو اہل زمین پر اتنا غصہ آیا، کہ اس نے ظہور مہدی کا وقت بڑھا کر 140ھ متعین کر دیا، لیکن مصیبت یہ ہوئی کہ شیعہ اس راز کو پوشیدہ نہ رکھ سکے، لہذا خدا نے وقت ظہور کی بابت ہمیں نا آگاہ کر دیا ہے، الباقر سے ہی روایت ہے کہ انہوں نے، جابر الجوفی کو دو کتابیں دے کر منع کیا، کہ انہیں عہد بنی امیہ میں ظاہر نہیں کرنا۔

کلینی جن دنوں الکافی کی تالیف میں مصروف تھے، وہ امام غائب کی غیبت صغری کا زمانہ تھا، یہ خیال عام ہونے لگا تھا کہ جلد ہی غیبت کا یہ دور ختم ہو گا، اور پھر امام کے ظہور سے ایک نئے دور کا آغاز ہو گا، مہدی کا تصور پہلے سے ہی مختلف شکلوں میں مختلف فرقوں کے ہاں موجود تھا، اب بارہویں امام کی غیبت سے مہمیز پا کر یہ خیال عام ہوتا جاتا تھا، کہ آنے والے مہدی کی حیثیت قائم الزمان کی بھی ہو گی، یہ وہی عہد ہے جب افریقہ میں اسماعیلی دعوت کے پہلے امام نے خود کو مہدی کے طور پر پیش کیا تھا، اور دوسرے امام نے خود کو القائم باور کرایا تھا، البتہ جب مدت مدید گزرنے کے بعد بھی امام غائب کا ظہور نہ ہوا، یہاں تک کہ عباسی خلافت بھی صفحہ ہستی سے غائب ہو گئی، تو اس قسم کی توجیہات سامنے آئیں کہ شیعوں کے راز افشاء کئے دینے کے سبب غیبت کی مدت طویل کر دی گئی -

عقائد کے اختلاف پر مبنی احادیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کے مظاہرے سے ہی شیعہ اور سنی فرقے وجود میں آئے ، سنی احادیث اور روایات کا سلسلہ صحابہ و تابعین تک پہونچتا ہے،اور جو تعلیمات انہوں نے رسول اللہ سے حاصل کیں ۔ جبکہ شیعہ فرقہ کا اپنا سلسلہ روایات ہے جو صحابہ کرام سے نفرت کی بنیاد پر قائم ہے، لیکن شیعہ ان روایات کو بصد خوشی شوکیس میں سجا لیتے ہیں جن سے انکے مذہبی عقائد کو تقویت ملتی ہو چاہے وہ صحابہ کرام ؓ یا امہات المومنین ؓ سے مروی کیوں نہ ہوں، اس وجہ سے اسلام کی بنیادی تعلیمات اور عقائد میں فرق آ گیا ۔

شیعہ کا کلمہ توحید اور آذان مختلف ہو گئی، فقہی لحاظ سے وضو، نماز، زکات اور حج کا طریقہ بھی مختلف ہو گیا اور دیگر فقہی مسائل بھی سنیوں سے مختلف وجود میں لائے گئے، خمس اقتصادی اہمیت کا حامل ہے اور شیعہ امام ہی اسے وصول کر سکتا ہے، لیکن امام کی غیبت کی وجہ سے بہت بعد میں اسے علماء نے خود وصول کرنے کے طریقے ایجاد کر لئے، اور اسے بھی ایمان کا حصہ بنا دیا گیا ۔

ایک نیا روحانی مرکز یا قبلہ بنانے کی خواہش بھی شیعہ فرقہ کی سائیکی کا حصہ تھی۔ قرامطی حجر اسود اکھاڑ کر لیگئے۔ فاطمین کے زمانے میں حضرت حسینؓ کا سر جو عسقلان میں دفن تھا، 364ھ میں مصر میں لا کر دفن کیا گیا۔ الحاکم کے عہد 411ھ میں رسول اللہ کے جسد مبارک کو مدینہ سے مصر لا کر دفن کرنے کی کوشش کی گئی۔ آل بویہ کی کوشش تھی کہ عراق کو روحانی مرکز بنایا جائے، جس کیلئے حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کی قبور تعمیر کی گئیں اور کوفہ سے آٹھ میل دور نجف کے ویرانے میں قبر دریافت کی گئی۔ حتیٰ کہ بقول ابن بطوطہ 730ھ میں بھی وہاں قبر کے بارے میں شکوک کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ زینب بنت علیؓ کی جعلی قبر شام میں بنادی گئی۔

شیعہ مؤرخ مسعودی متوفی 346ھ نے بھی اپنی کتاب مروج الذھب میں حضرت علیؓ کو مدینہ میں دفن ہونے کا بتایا ہے، ام کلثوم بنت علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ میت غائب ہو گئی، وہاں کھدائی بھی کرائی گئی لیکن پتہ نہ چل سکا۔ ابن کثیر کی ایک روایت کے مطابق حسنؓ و حسینؓ نے میت کو حضرت فاطمہؓ کی قبر کے پاس منتقل کر دیا تھا، اسکے علاوہ یہ بھی روایت ہے کہ جس اونٹ پر میت رکھی تھی وہ کہیں گم ہو گیا - افغانستان میں بھی ایک دوسری قبر دریافت کر لی گئی۔

شیعہ کو ایرانی شاہان کسریٰ سے جوڑنے کیلئے شہر بانو والا قصہ پھیلایا گیا، پتہ نہیں شیعوں کو اس سے کیا فائدہ حاصل ہوا، کیونکہ اس قصہ کی پیداوار پانچویں صدی میں زمخشری نے کی، اسکے مطابق یہ شادی 17ھ میں ہوئی اور اس وقت حضرت حسینؓ کی عمر بارہ سال رہی ہو گی، بعد میں ابن خلکان نے زین العابدینؒ کے حال میں تحریر کر دیا، جبکہ یزدگرد تخت نشین 13ھ میں بعمر 16 سال ہوا تھا، زین العابدینؒ کی والدہ کا نام سلافہ تھا جسے اسلامی رنگ دینے کے لئے سلامہ بنادیا گیا، یہ بربری لونڈی تھی اور اسے سوڈان سے لایا گیا تھا۔

اس قصہ کو طبری، ابن الاثیر، ابن کثیر، شیعہ مؤرخ یعقوبی، شیعہ مؤرخ مسعودی، ابن خلدون، بلاذری، اور ابن قتیبہ تک نے رپورٹ نہیں کیا، حالانکہ سوائے حضرت جعفر صادقؒ کے کہ انکی والدہ عرب تھیں اسکے علاوہ تمام امام لونڈیوں سے پیدا ہوئے۔ شیعہ امامین میں سے زین العابدینؒ کی والدہ کا نام سلافہ، یا سندھیا تھا۔ الکاظم کی والدہ حمیدہ بربریہ۔ الرضا کی والدہ تکم اروی لونڈی۔ ال تقی کی والدہ سبیکہ،

خیزران یا غزالہ۔ ال نقی کی والدہ کا نام سمانہ مغربیہ یعنی افریقی ۔العسکری کی والدہ کا نام سعیل، مریث۔ اور المہدی کی والدہ نرگس، مجوسی لونڈی تھیں۔ یہ سب لونڈیاں، سیاہ فام زنگی یا مجوسی النسل تھیں ۔

مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب ' مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ ' میں نرگس بیگم کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے کہ کس طرح برسوں بعد امام مہدی کی پیدائش کا فسانہ گھڑا گیا، اور انکے اپنے خاندان نے اسے قبول نہیں کیا اور العسکری کے بھائی جعفر بن علی اس کنیز کے دعوے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور سات سال تک مقدمہ چلتا رہا اور بالآخر فیصلہ جعفر کے حق میں ہوا۔ صفحہ 23 تا 25۔

شیعہ نے اسلام کے بنیادی عناصر کلمہ اور آذان میں تبدیلی کرلی، اس کے علاوہ متعہ کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ بیسیوں قرآنی آیات کی تشریح اپنی من پسند تاویلات سے کرتے ہیں- قرآن کے بارے میں تقیہ کرتے ہیں کہ یہ مکمل ہے لیکن ان کی روایات دوسری طرف قرآن کے مکمل ہونے سے انکار کرتی ہیں۔

جہاں مقصد براری ہوتی ہے، وہاں شیعہ اور سنی ایک دوسرے کے راویوں کو ثقہ قرار دے کر انکی احادیث کا حوالہ دے دیتے ہیں ، اہل سنت کی کتب احادیث میں ایسے کئی رافضی راوی ہیں، جنہیں کذاب کہا جاتا ہے ،لیکن روایتیں پھر بھی بیان کر دی جاتی ہیں ۔

علی محمد الصلابی نے ان شیعہ عقائد کی تفصیل اپنی کتاب ' فکر الخوارج والشیعہ فی میزان اھل سنت والجماعت ' میں لکھی ہیں جو سنی فکر میں باطل قرار دی جاتی ہیں- سنی فرقے بھی بنیادی ارکین اسلام پر متفق ہونے کے باوجود سیاسی پس منظر کے حامل مذہبی فروعی اضافے کرتے رہتے ہیں، اہل حدیث اور چاروں فقہی مسالک کا نماز پڑھنے کا اپنا اپنا طریقہ ہے۔ صوفیوں کے عقائد قطعی مختلف ہیں اور وہ عوام کی نظروں میں رہنے کیلئے بظاہر حنفی، مالکی یا شافعی بنے رہتے ہیں۔ عبدالقادر جیلانی حنبلی کہلاتے ہیں۔

شیعہ تاریخ کے اہم ادوار

شیعہ تاریخ کا پہلا دور: ریاست کوفہ کے آغاز 35ھ سے آل بویہ کی آمد 334ھ تک یہ دور پہلے تین سو سال پر محیط ہے۔ اس میں باقاعدہ شیعہ علیحدہ مذہب نہیں بنایا گیا تھا، نہ علیحدہ مسجدیں بنائی گئی

تھیں، اور نہ ہی فقہ کا وجود تھا، خلیفہ وقت کو اولی الامر سمجھ کر اطاعت کی جاتی تھی، اور اگر کوئی معاملہ تھا بھی تو تقیہ اور کتمان کے پردہ میں چھپا ہوا تھا، آئمہ زیادہ تر مدینہ منورہ میں رہائش پذیر تھے، لیکن شیعہ حامیان کی اکثریت کوفہ میں تھی اور وہیں سے نشرواشاعت ہوتی تھی۔ لیکن اکثراوقات شیعہ آئمہ انکے انتہاء پسندانہ نظریات سے متفق نہیں ہوتے تھے۔ حضرت الباقراور الجعفر کہیں علیحدہ بیٹھ کر کوئی تحریک نہیں چلا رہے تھے، باقر نے اپنے بھائی زید کی حمایت سے انکار کر دیا تھا، جو تاریخ میں الگ فرقہ بنا ، علویوں میں حسنی اور حسینی تصورات کے علاوہ، فاطمی وغیر فاطمی تصورات نے جگہ نہیں پائی تھی، مرکز خلافت سے ہر قسم کی مراعات وصول کرتے، اور آپس میں اس پر چپقلش بھی ہوتی، علویوں نے لگ بھگ پچاس خروج کئے، لیکن حضرت باقر اور جعفر صادق نے کسی کی عسکری حمایت نہیں کی، بلکہ جعفر صادق کے بیٹوں میں شدید اختلاف کی وجہ سے اسماعیلی پیدا ہوئے، اور نفس ذکیہ کی حمایت بھی نہیں کی گئی ۔

حکمرانوں کے ساتھ سنی اور شیعہ آئمہ کے تعلقات خوشگوار رہے، سوائے چند ایک واقعات کے جب امام مالک پر ایک مرتبہ سختی کی گئی لیکن مرکزی خلافت نے معذرت کرلی، ابن حنفیہ بن علیؓ کی اولاد میں سے علیحدہ دعوی خلافت کیا گیا جس کے نتیجہ میں عباسیوں کو خلافت کا جواز ملا، اور ابن حنفیہ کو ماں کے نام سے پکارا جانے لگا جبکہ درجنوں اولادوں میں سے سوائے چند کے علیؓ کی باقی غیر فاطمی اولاد کا نام بھی تاریخ میں نہیں، مروجہ تمام باتیں جو باقرؒ یا جعفر صادقؒ سے منسوب ہیں وہ بہت بعد میں لکھی گئیں -

بعض شیعہ تاریخ نویس بہت سی مروجہ باتوں سے انکار کرتے نظر آتے ہیں، حضرت علیؓ کی قبر کی دریافت تو بہت بعد کی بات ہے، زینب بنت علیؓ کو مدینہ میں دفنانے کا ذکر کرتے ہیں اور دمشق میں دفنائے جانے سے انکار کرتے ہیں، مغربی ممالک میں کی جانے والی ریسرچ کے مطابق آج کی اکثر شیعہ متبرک قبور سنیوں نے زائرین سے پیسہ بنانے کیلیئے بنائیں ، آج بھی انکے متولی سنی ہیں، اسی وجہ سے ہر شیعہ اکابر کی قبر ایک سے زیادہ ممالک میں ہے ۔ سامرہ میں جہاں کئی شیعہ امام دفن ہیں اسکے متولی سنی بتائے جاتے ہیں ۔ خلیفہ ماموں نے شیعہ امام رضا کو ولی عہد بنایا اور خلیفہ ہارون رشید کے ساتھ دفن کیا، سنی فرقے کی ایک بڑی تعداد نہ صرف صوفی بدعات پر یقین رکھتی ہے، بلکہ قبر پرستی کے مرتکب بھی ہوتے ہیں، لہذا یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ پہلے دور کے شیعہ قبر پرست نہیں تھے، اور نہ ہی صوفی ازم پر یقین رکھتے تھے

آج بھی جید شیعہ علماء ماتم کے جلوسوں، زنجیر زنی، تلوار زنی، تابوتوں، شبیہ وغیرہ کے جھمیلوں میں شامل دکھائی نہیں دیتے ۔

پہلے دور میں ایک طبقہ ایسا تھا جو اپنے آپ کو علوی اور عثمانی کشمکش سے علیحدہ غیر جانبدار تصور کرتا تھا، اسی گروپ میں حسن بصری بھی شامل تھے ۔حسن بصری کے بارے میں الباقر نے ایک روایت میں محرف لکلام اللہ ہونے کا الزام لگایا تھا اور واصل بن عطاء نے اسی طرز کے ایک معاملہ پر حسن بصری سے اختلاف کیا لیکن دونوں ایک ہی مسجد میں درس دیتے رہے ۔حضرت علیؓ سے حسن بصری کے باطنی علوم سیکھنے کی ایجاد صوفیوں نے اپنا وجود برقرار رکھنے کیلئے بہت بعد میں گھڑی ہے ۔ حسن بصری کی پیدائش 21ھ ہے اور انکی رہائش ام القری میں رہی، 35ھ میں حضرت علیؓ کوفہ تشریف لیگئے اس وقت ان کی عمر 14 سال تھی، اور یہ بصرہ چلے گئے، اسکے بعد 40 ھ تک انتشار اور جنگوں کا دور رہا، حضرت علیؓ کو اتنی فرصت نہیں تھی کہ باطنی علوم حسن بصری کو پڑھانے کیلئے وقت نکال سکیں۔بصرہ سے یہ ملازمت کرنے ایران چلے گئے تھے۔

الباقر اور جعفر صادق کی روایات موطاامام مالک، تاریخ طبری اور تفسیر طبری،مسند احمد اور الرسالہ شافعی میں پائی جاتی ہیں، مسند احمد میں حدیث غدیر خم جیسی روایت موجود ہے، آئمہ مامورین کے سلسلہ نص والی فلاسفی اور خانوادہ علیؓ میں امامت کے استحقاق کو منصوص من اللہ امر بھی بہت بعد کی ایجاد ہے، جبکہ جعفر صادق ؒ کی وفات 148ھ میں ہوئی تھی، 143ھ میں نفس ذکیہ مارے گئے وہ حسنی تھے اور ہارون رشید عباسی سے انکی خط و کتابت تاریخی کتب میں موجود ہے- دیگر امور جو شیعت کی اساس ہیں مثلا بارہ اماموں کا من جانب اللہ مامور ہونا، امام غائب کی غیبت صغری، غیبت کبری کا تصور، آل بیت کا فاطمی خانوادے تک محدود ہونا، یوم عاشورہ کی مروجہ رسومات، زیارت قبور انبیاء کو دین کا حصہ سمجھنا، یہ شیعہ مذہب کے حساس ترین موضوع ہیں لیکن ان سب کی تکمیل کیلئے انہیں، العسکری کی وفات 260ھ اور اسکے بعد 70 سال تک غیبت صغری کے بعد آمد کا انتظار رہا تھا کہ انکی امید بر آئی اور 334ھ میں شیعہ آل بویہ کا دور حکومت شروع ہو گیا جو شیعہ مذہب کے بانیوں میں سے تھے۔

تاریخ اسلام میں سب سے پہلے امام کا لفظ ابراہیم محمد عباسی نے اختیار کیا، جو سفاح اور منصور کا بھائی تھا، البتہ شیعہ ہشام بن الحکم متوفی 179ھ نے نسبی سلسلہ سے امام کے ہونے، اور معصوم عن الخطاء ہونے کی تھیوری

پیش کی، عباسیوں نے غالبا اسی تھیوری کے پیش نظر نص کے ذریعہ امامت کی منتقلی کا عقیدہ وضع کیا، منصوص امام کا تصور ہوتا تو لوگ بجائے عبداللہ بن الزبیرؓ کے ارد گرد اکٹھے ہونے کے حسین ابن علیؓ کے گرد اکٹھے ہوتے، اور مدینہ سے روانگی کے وقت فقط بہتر نفوس انکے ہمراہ نہیں ہوتے۔ جہاں آل علوی کے بیسیوں افراد رہائش پذیر تھے، اولاد علی رضی اللہ عنہ کی جو اولاد لونڈیوں میں سے تھی انکا ذکر سکڑتے سکڑتے بالآخر تاریخ سے غائب ہی کر دیا گیا۔ ساڑھے نو سال 64ھ سے 73ھ تک ابن الزبیرؓ نے ایک بڑے حصہ پر حکمرانی کی اسکے مقابلے میں حضرت زین العابدینؒ، شہادت حسینؓ 61ھ کے بعد مدینہ تشریف لائے تو، کسی نے بھی انہیں امامت یا خلافت کیلئے نہیں کہا، منصوص والا سلسلہ الباقر کے دور میں بھی نہیں سامنے آیا تھا، کیونکہ انکے بہت سے ساتھی انہیں چھوڑ کر زید بن علی کے خروج میں حصہ دار بن گئے تھے۔

آئمہ مامورین والا تصور ہوتا تو حضرت جعفر صادقؒ کے تینوں بیٹوں، عبداللہ الافتاح، اسماعیل اور موسی میں علیحدہ علیحدہ امامت کیلئے تنازع پیش نہ آتا، موسی الکاظم کے دور 169ھ میں حسن الحسنی نے خروج کیا جس کے بیٹے ادریس نے افریقہ میں حسنی ادریسی سلسلہ قائم کیا، لیکن موسی الکاظم نے کوئی مدد نہیں کی۔ ہشام ابن حکام جو پہلے جہیمیہ فرقہ سے تھا، اسنے اسی دور میں اپنی امامت والی تھیوری پیش کی تھی جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ شیعہ تاریخوں میں لکھا ہے کہ موسی کاظم نے امام ابو حنیفہؒ کو بچپن میں ہی اپنی قابلیت سے لا جواب کر دیا تھا۔

موسی الکاظم کا نزدیکی دوست علی ابن یقطین متوفی 182ھ عباسی خلافت میں وزیر تھا، جسکی روایات شیعہ کتابوں میں موجود ہیں، اسکے علاوہ عباسی خلافت کا تعینات کردہ گورنر خراسان عباس ابن جعفر الاشعت بھی الکاظم کا دوست تھا۔ اسکے بعد المامون نے الرضا کو ولیعہد بنایا اور اپنی بیٹی ام حبیب کی شادی بھی کر دی۔ شیعہ امام تقی سات سال کی عمر میں امام بنا دئے گئے، کچھ شیعہ نے ان کے مقابل احمد بن موسی الکاظم کو امام بنا لیا 215ھ میں التقی کی شادی خلیفہ المامون کی بیٹی ام فضل سے ہوئی، اور عباسی محلات میں کئی ماہ ہنی مون منایا گیا، عباسی شاہی خاندان میں اس شادی پر اعتراضات اٹھائے گئے، کیونکہ التقی کا رنگ اپنی ماں جو ایک بربر لونڈی تھیں سیاہی مائل تھا، بعد میں خلیفہ المعتصم نے بھی جوڑے کو بغداد میں بلا کر میزبانی کی۔ 217ھ میں جعفر ابن داؤد نے قم میں خروج کیا اور اس میں مارا گیا۔ ان کی حیات میں بے شمار لوگوں نے

مہدی کی واپسی کے دعوے کئے، اور شیعہ گروپ بنائے جن میں کئی النقی کے معتمد بھی شامل تھے، جن میں ابن مظاہر اور اسکے دو بیٹے ابراہیم اور مظہر جس نے اھواز میں نائب الامام ہونے کا دعوی کیا بھی شامل تھے

دیگر امامت کا دعوی کرنے والوں میں ابوالخطاب، ابوالسمہری اور ابن ابی زر قاشامل ہیں، جب النقی المعروف الہادی کو سات سال کی عمر میں امام قرار دیا گیا، تو انہیں خلیفہ المتوکل نے 234ھ میں سامرا میں بلا لیا، النقی یا الہادی کی وفات کے بعد انکی نماز جنازہ المواقف عباسی نے پڑھائی، امامت کا جھگڑا پھر اٹھ کھڑا ہوا اور انکے بیٹوں عسکری اور جعفر کے درمیان شیعہ تقسیم ہوگئے، جس سے جعفری فرقہ وجود میں آیا جو 373ھ میں جاکر ختم ہوا اور اس کے کچھ پیروکاروں نے مصر جاکر صوفی ازم اختیار کر لیا۔

العسکری کی وفات 260ھ میں ہوئی تو وہ لاولد تھے لہذا ایک شیعہ گروہ نے محمد یہ فرقہ بنا لیا اور عسکری کے ایک سات سالہ فوت شدہ بیٹے کو امام اور مہدی بنالیا، نصیری فرقہ غالبا الہادی سے منسوب ہے، ان کے پیروکاروں میں محمد ابن نصیر نمیری کوفی اور اسحق ابن محمد النخئی شامل ہیں ۔

کلینی نے حسن عسکری کی وفات کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کا کوئی وارث نہیں ہوا۔ لکھتے ہیں یہ لوگ وہاں رہے حتی کہ وہ فوت ہوگئے ایک شور بلند ہوا اور یہ بات راز ہی بن گئی، بادشاہ نے انکے گھر کی تلاشی کرنے کیلئے کچھ لوگ بھیجے، انہوں نے اس حجرے کی تلاشی لی اور جو کچھ اس میں تھا سر بمہر کر دیا، انہوں نے اس بچے کے متعلق نشانیاں اکٹھی کیں، وہ کچھ ایسی عورتوں کو لیکر آئے جو حمل دیکھنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ وہ عورتیں ان کی لونڈیوں کے پاس آئیں اور حمل تلاش کرنے لگیں، بعض نے کہا ایک لونڈی کو حمل ہے، اسکو حجرہ میں رہائش دی گئی۔ اسے خادم اور کچھ عورتیں اسکی حفاظت پر مامور کئے گئے۔ یہ لوگ اس لونڈی کی نگرانی کرتے رہے اور یہ لوگ میراث تقسیم کرنے سے رکے رہے، حتی کہ واضح ہو گیا کہ اس لونڈی کو حمل نہیں ہے، جب یہ واضح ہو گیا کہ لونڈی کو حمل نہیں ہے تو ان کی وراثت انکی ماں اور بھائی جعفر کے درمیان تقسیم کر دی۔ 1/505۔

غائب امام مہدی کا نمائندہ عثمان ابن سعید الاسدی کو قرار دیا گیا، اسکی وفات 267ھ کے بعد بتائی جاتی ہے، اسکے مرنے کے بعد اسکا بیٹا ابو جعفر محمد لوگوں سے چندے وصول کرتا اور انکی عرضیاں خفیہ امام تک پہنچاتا

رہا، شیعہ امام مہدی کی غیبت صغری کا دور 261ھ اور 330ھ کے درمیان ہے ، انکا آخری ایجنٹ علی بن محمد السماری متوفی 330ھ تھا -

اسماعیلیوں کے امام مہدی کا نمائندہ داعی کہلاتا ہے، فاطمی مہدی اور قائم کہتے تھے۔ زیدیہ فرقہ میں مہدی کی واپسی کا تصور نہیں ہے لیکن یمن کے زیدیوں نے اپنا ہی ایک سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔

شیعہ عالم طوسی متوفی 467ھ نے پانچویں صدی بعد کتاب ' الغیبت ' میں اسکی تھیوری پیش کی تھی اسی سے متاثر ہو کر سنیوں نے علم آخرۃ الزمان پیش کیا ، جس میں مہدی آخر الزمان، یاجوج ماجوج، مسیح آخر الزمان، اینٹی کرائسٹ جسے مسیح الدجال یا ضد المسیح بھی کہتے ہیں، ذوالقرنین وغیرہ کی کہانیاں، دور فتن کے قصوں کو مذہبی اعتقاد کا درجہ دے دیا۔ صوفیوں کا تو ذکر ہی کیا کرنا وہ تو ویسے بھی مافوق الفطرت دعوے کرتے ہیں اور بغیر کسی بندش ہفت آسمان، جنت اور دوزخ ملاحظہ کرتے رہتے ہیں ۔

شیعہ تاریخ کا دوسرا دور: آل بویہ کی اثنا عشری اور فاطمیوں کی اسماعیلی شیعہ سرپرستی

آل بویہ کا دور حکومت 334ھ سے 447ھ تک اثنا عشری شیعہ تاریخ کا سب سے اہم دور ہے جب اسے باقاعدہ ایک فرقہ کی شکل دے دی گئی ۔ یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ آل بویہ، عباسی خلافت کے حاشیہ نشین تھے اور اسی وجہ سے فاطمی حکومت کے بھی مخالف تھے۔ یہ وہ سنہرا دور ہے جب شیعہ احادیث کی کتابیں لکھی گئیں، مؤرخ مسعودی کی کتاب منظر عام پر آئی، طبری نے ابو مخنف کی کتاب کے حوالے عام کئے۔ آل بویہ حکومت نے حضرت علیؓ کی قبر دریافت کی۔ محرم میں جلوس اور نوحہ خوانی اور عورتوں کے جلوس میں شرکت کا آغاز کیا گیا، عید غدیر اور ان رسوم کی بنیاد رکھیں جو بعد کے کئی سو برس تک اس ہی پیمانے پر منائی نہیں جا سکیں۔ ادھر فاطمی حکومت نے حسینؓ کی قبر مصر میں بنادی ۔ حالانکہ کربلا میں دونوں طرف کے مقتولین کو دو اجتماعی قبور میں دفن کیا گیا تھا اور وہاں بھی مافوق الفطرت روایات گھڑ کے حسینؓ کی قبر دریافت کرلی گئی۔ اسکے علاوہ کربلا کا مقام جہاں مفروضہ حسینؓ کی قبر تھی اسے متوکل عباسی کے عہد میں برابر کر کے پانی چھوڑ دیا گیا تھا اور کاشتکاری شروع کر دی گئی تھی۔ آل بویہ کے عہد میں اگلے سو سال تک یہ علاقہ ویران رہا۔ شیعہ نے سرزمین کربلا کو مقدس قرار دے کر بے شمار روایات گھڑ لیں ۔ شیعت کے سیاسی پہلو تو

اجاگر ہو چکے تھے لیکن خاتم ولایت والی روحانیت اور باقاعدہ باطنی علوم بذریعہ صوفی ازم وجود میں نہیں آئے تھے- فاطمی اسماعیلی دور حکومت 297ھ سے 567ھ تک رہا-

شیعہ تاریخ کا تیسرا دور: صفوی دور حکومت جسکی ابتداء 907ھ،1502ء میں ہوئی

یہ آخری دور ہے جس میں فرقہ اثناعشری کی دینی حیثیت کو مکمل صورت دی گئی، ایران میں آذان میں ' اشہد ان علی ولی اللہ ' کو باقاعدہ سرکاری سرپرستی میں نافذ کیا گیا، اولین شیعہ فقہاء و محدثین میں سے کوئی بھی اس اضافہ کو شرعی نہیں سمجھتا تھا، لیکن صفوی شاہوں کے کاسہ لیس علماء نے اسے اپنی سیاسی اور مسلکی برتری سمجھتے ہوئے قبول کرلیا۔ وہیں سے یہ ایجاد ہندوستان آئی اور اسے صفوی سنت سمجھ کر قبول کرلیا گیا۔

اس سے پہلے کے ادوار میں شیعہ مذہب کی دینی شکل سیاسی صورتحال کی مرہون منت تھی، خلافت بلا فصل، امام منصوص، مہدی، بے تحاشہ شیعہ عسکری خروج، بے شمار امامت کے دعویدار، عباسی خلافت کی حمایت اور مخالفت۔ لہذا آل بویہ کا دور حکومت یا وہ زمانہ جس میں شیعہ سیاسی طور پر وجود میں آئے اور اسی زمانے میں شیعت کے خدوخال واضح ہوئے- مزید کلینی، ابن بابویہ، ابوجعفر طوسی وغیرہم نے باقرؒ اور جعفر صادقؒ کی روایات کو مستحکم کیا، اور ابومخنف کی مقتل حسین کی روایات جنہیں طبری نے عام کیا وغیرہ، نے اثناعشری امامت کو نئی شکل دی-

اسی دور میں نام نہاد سنی ایرانی محدثین نے فضیلت علی، اہل بیت اور اسی نوعیت کی روایات کو خوب پھیلایا- فاطمی حکومت کے قیام نے آل بویہ کو اسماعیلیوں سے دور رہنے پر مجبور کردیا، کیونکہ وہ عباسی خلافت کے پروردہ تھے اور باوجود زیدیہ فرقے سے تعلق کے انہوں نے اثناء عشری فرقے کی حمایت بہتر جانی، یہاں تک تو ٹھیک تھا لیکن آل بویہ کی حکومت ختم ہوتے ہی، جو مظالم انہوں نے ڈھائے تھے انکا رد عمل شروع ہوگیا- مزید قرامطیوں نے جو دہشتگردی مچائی ہوئی تھی اسکو قلع قمع کرنے کا آغاز ہوگیا، لہذا آل بویہ کا ایک نیا دین قائم کرنے کا پلان کامیاب نہ ہوسکا، شیعہ خود غائب امام والے سلسلہ میں تذبذب کا شکار تھے فاطمی حکومت کا بھی خاتمہ ہوگیا، آل بویہ یا فاطمی حکومت کے قیام کا مقصد یہ نہیں تھا کہ عوام بھی شیعہ ہو گئے تھے، چھوٹی چھوٹی زیدیہ یا اسماعیلی حکومتوں کے قیام کا اتنا فائدہ ہوا کہ حکومتی اہلکار بحالت مجبوری

حکومت کا دم بھرنے پر مجبور تھے، ویسے بھی پہلے دور میں مسجدوں کو امام باڑوں کا نام دے کر علیحدگی نہیں ہوئی تھی، اور شیعہ کو ایک سیاسی فکر سمجھا جاتا تھا، لیکن رفتہ رفتہ ایک سیاسی نزاع نے مذہبی اور دینی اختلاف کی حیثیت حاصل کرلی، سیاست کو مذہب کی زبان مل جانے اور مناقب کی روایتوں کو اقوال و آثار کی حیثیت عطاء کئے جانے کے سبب مسلمان ماضی کے اسیر بن کر رہ گئے ۔

سنی محدثین کو بخوبی علم تھا کہ تفضیل و مناقب کی تمام روایات سیاست کی پیداوار ہیں، جنھوں نے بعد میں مذہبی حیثیت اختیار کر کے مذہبی گروہ پیدا کئے، اور اپنی پسندیدہ روایات لیکر دین میں مستقل دراڑ ڈال دی تفضیل علیؓ اور مناقب اہل بیت کی تمام روایات، جنہیں سیاسی پہلو سمجھ کر داخل کیا گیا دین ٹھہرا دی گئیں۔ حضرت علیؓ کی فضیلت کے چرچے اس زور و شور سے کئے گئے، کہ غالی نظریات نے ان کی جگہ لے لی۔ صوفی ازم نے خاتم ولایت کا شوشہ چھوڑ کر قرآن اور نبوت کو دھندلا دیا، یہ ختم نبوت پر پہلی کاری ضرب تھی۔ اور یہ کہا جانے لگا کہ جبرائیل وحی غلطی سے رسول اللہ پر لائے تھے، حالانکہ وہ علی پر آنی تھی۔ نبوت تو علی کیلئے مخصوص تھی البتہ غلطی سے محمد کے حوالے ہوگئی۔ علی کا مقام محمد سے دو چار ہاتھ آگے ہے، علی پل صراط پر سے گزرنے کا پروانہ جاری کریں گے، علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عین عبادت قرار دیا گیا وغیرہ

صفویوں کی آشیر باد سے ہی بے لگام ذاکرین اور نوحہ خوان وجود میں آئے، اب روایات سے بات آگے بڑھ گئی اور مافوق الفطرت مبالغہ آمیز کہانیوں کا دور شروع ہوگیا۔ سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ، مقداد بن اسود الکندیؓ اور عمار بن یاسرؓ کو شیعہ قرار دے دیا گیا، انکی ریاست مدینہ کیلئے خدمات نظر انداز کر کے صرف شیعہ امامت کا علمبردار بنا دیا گیا۔

تیسرے شیعہ دور میں ملا باقر مجلسی اور لبنانی و عراقی علماء نے، دوسرے شیعہ دور کی سخت محنت کو روند کے رکھ دیا، امام زادوں اور علماء کو جائدادیں دی گئیں اور یہ مظبوط سے مظبوط تر ہوتے گئے، ظہور امام مہدی کے بنیادی نظریات بدل گئے اور علماء وہ تمام ثمر خود سمیٹنے لگ گئے جو امام مہدی نے ظہور کے بعد سمیٹنے تھے۔

شیعہ تاریخ کا چوتھا دور۔ خمینسٹ انقلاب 1979ء کے بعد

امام خمینی کا دور شیعہ تاریخ میں پہلا دور ہے، جس میں ایک فقیہ کو مکمل بادشاہت نصیب ہوئی، حالانکہ ابھی غیبت کا زمانہ ختم نہیں ہوا تھا، تاریخ میں شیعہ علماء کو کبھی حکومت حاصل نہیں ہوئی تھی، یہ پہلا موقعہ تھا کہ نائب رسول، نائب امام کی حیثیت سے اور ولایت فقیہ کی حیثیت سے کسی نے ذمہ داری سنبھالی ہو، یہ اور بات ہے کہ صدیوں سے بنائے شیعہ خدوخال پر بحث شروع ہوگئی کہ امام کی غیر موجودگی میں اس کی نیابت کا حق کسی مخصوص عالم کو عطاء کئے جانے کی شرعی اور فقہی بنیاد کیا ہے؟

پہلے خیال تھا کہ ولی فقیہ کی حکومت میں، ولی الامر کو نبی اور امام کی طرح ولی مطلق کی حیثیت نہ ہوگی، لیکن خمینی نے اقتدار حاصل کرتے ہی اپنے لئے نائب رسول اور نائب امام کی حیثیت سے، ان ہی اختیارات کا مطالبہ کر دیا، جو اسلامی ریاست میں امام وقت کو حاصل ہوتے ہیں ۔ اب صورتحال یہ ہوگئی کہ فقیہ مطلق کے ظہور سے قدیم شیعہ مؤقف کہ ' غیبت کے عہد میں جہاد اور حدود کا کام معطل رہے گا '، کو صدمہ پہنچا لیکن شیعہ تھیوری کچھ بھی ہو ولایت فقیہ کی حکومت سے مجتہدین کے ایک گروہ کو سیاسی سرپرستی اور اقتصادیات پر مکمل کنٹرول حاصل ہوگیا، شیعہ جو چودہ سو سال سے حکومت کا مطالبہ کر رہے تھے، وہ پورا ہو گیا اور ان کا احتجاجی پہلو قدیم تاریخ تک یا مذہبی جلوسوں کے نعروں تک محدود رہ گیا۔

مجتہدین کی دولت بے حساب ہوگئی اور اوقاف کے بہانے وسیع العریض جائدادوں پر قابض ہوگئے ، سرمایہ داری نظام کے تمام لوازم پورے کئے گئے ، اسکی ایک مثال ہے کہ امام رضا کے وقف کی سالانہ آمدن دو ارب 15 کڑوڑ ڈالر اور دیگر ملحقہ پراپرٹیز، بزنس وغیرہ کی انکم مزید تین ارب ڈالر سے زیادہ ہے، ایک سابق صدر خاتمی کی دولت دنیا کے امیر ترین لوگوں میں شمار کی جاتی ہے ۔

خمینی حکومت کو بھی آل بویہ اور فاطمیوں والا مسئلہ درپیش تھا، کہ کوئی ایسا روحانی مرکز ان کے زیر اثر ہو جس سے یہ سیاسی فائدہ اٹھاسکیں، مکہ مدینہ پر قبضہ کا خواب تو فاطمی حکومت کے دور سے ہی تھا، لیکن پہلے شیعہ مراکز یعنی نجف اور کربلا پر قبضہ کا خواب پورا کرنے کیلئے آٹھ سال عراق سے لڑائی ہوتی رہی ۔ وہ خواب تو پورا نہ ہوسکا، لیکن امریکی سیاست نے خمینی اور ہمنواؤں کو عراق، شام، یمن اور لبنان میں پراکسی شیعہ حکومتیں قائم کرنے کا موقعہ فراہم کر دیا ، غلات کو مسلمان کہ کر اپنے ساتھ ملالیا ۔ عراقی مہدی آرمی نے نجف کو امریکہ کے خلاف اپنا مرکز بنا کر خطرات سے دوچار کیا۔ وار آف ٹیرر میں عراقی نجفی

علماء بھی ڈالر بٹورنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے، ملا امریکہ سے ملین کے حساب سے ڈالرلے کر عراق آتے، ایک ملاخوئی جب نجف میں مارا گیاتوانکشاف ہوا کہ وہ کئی ملین امریکہ سے لیکر آیا تھا۔ مرنے کے بعد اسکی جیبوں سے ڈالر بر آمد ہوئے۔ ولایت فقیہ کی خوش قسمتی کہ پیٹروڈالر بے حساب تھے جن کی مدد سے سینکڑوں دہشتگرد گروپ پیدا ہوئے اور پاکستان کے شمالی علاقوں سے لیکر شام کے میڈیٹیرین سمندر کے ساحلوں تک ان کا قبضہ ہو گیا، عراق عملاایرانی اور عراقی ملیشیامیں تقسیم ہو چکا ہے، شام میں لاکھوں سنی قتل کر دئے گئے۔ لبنان اور یمن میں بھی حکومت نہیں ہے صرف ولایت فقیہ کے متوالے آدھے آدھے ملک پر قابض ہیں۔

متفرق تفصیلات :

آئمہ منصوص کا تصور جعفر صادق ؒ کے عہد میں متشکل نہیں ہوا تھا، یہ ایک ایسی بدیہی حقیقت ہے جس پر خود جعفر کی بعد کی نسلیں گواہ ہیں، جعفر متوفی 148ھ نے اپنی زندگی میں اسماعیل المبارک متوفی 136ھ کو نامزد کیا تھا، لیکن اسماعیل کی موت کے سبب انہیں موسی کو نامزد کرنا پڑا، بعض لوگ جعفر کی زندگی میں ہی یہ کہ کر ان سے الگ ہوگئے کہ جعفر کو ایک ایسے شخص کو نامزد نہیں کرنا چاہیئے تھا، جو مستقبل میں ان کی نمائندگی سے قاصر ہو، بالفاظ دیگر جس امام کو اتنی بھی خبر نہ ہو کہ اس کا صحیح نمائندہ کون ہو سکتا ہے، اسکی کیا اتباع کی جائے۔ ابتدا اس حق پر عبداللہ الافطح متوفی 149ھ نے اپنا استحقاق ثابت کیا ،البتہ عبداللہ کی موت کے بعد موسی متوفی 183ھ کو منصب امامت پر فائز ہونے کا موقعہ ملا، نوبختی نے جو واقعات نقل کئے ہیں اس سے بھی اس بات کا عندیہ ملتا ہے، الباقر ؒ کے عہد تک شیعی اماموں کا، تصور خاندانی حوالے سے محض سیاسی استحقاق کا تھا، نہ تو اسکی باقاعدہ کوئی دینیات مرتب ہوئی تھی، نہ ہی اسے امر منصوص ہی سمجھا جاتا تھا۔

نوبختی کی کتاب فرق الشیعہ کے مطالعہ سے سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے، کہ اثنا عشری فرقہ کی شناخت دراصل ایام غیبت کی پیداوار ہے، اس سے پہلے کسی شیعی تاریخی ماخذ میں اثنا عشری فرقہ کی اصطلاح نہیں ملتی، نوبختی کی کتاب فرق الشیعہ اور القمی کی کتاب المقالات والفرق جن کی حیثیت ابتدائی شیعی ماخذ کی ہے اور جن کی تالیف کا زمانہ غیبت پر کوئی ربع صدی گزرنے کے بعد کا ہے، یہ دونوں کتابیں اس بارے میں بالکل

خاموش ہیں کہ ایام غیبت کب ختم ہوں گے ؟ یا یہ کہ آئمہ کی کل تعداد کتنی ہو گی؟ بارہ اماموں کے عقیدے کی بنا اولا کلینی کی روایتوں نے رکھی، اور پھر ابن بابویہ اور شیخ مفید نے اس کی تعبیر و تشریح کا فریضہ انجام دیا۔

ایک دن جب باقر ؒ مسجد میں تھے انکے چچازاد بھائی ابوہاشم جو محمد الحنفیہ ؓ کی اولاد سے تھے آوارد ہوئے، انہوں نے الباقر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بآواز بلند کہا کہ، تم جو رسول اللہ کی وصیت کا خود کو حق دار بتاتے ہو، تو یہ سراسر دھوکہ دہی ہے، جس پر الباقر نے جواب دیا، تمہیں جو کہنا ہے کہ لو میں فاطمہ کا بیٹا ہوں جب کہ تم ایک حنفی عورت کے بطن سے ہو، اس واقعہ نے مسجد میں ہنگامہ برپا کر دیا اور لوگ ابوہاشم پر پل پڑے، ابوہاشم خود لاولد تھے، لیکن انکے خاندان سے دوسرے افراد امامت کے دعویدار ہو گئے، کسی نے کہا ابوہاشم مہدی تھے، جن کا انتقال نہیں ہوا، بلکہ وہ ردوا کی پہاڑیوں میں روپوش ہو گئے ہیں، تو کسی نے دعوی کیا کہ ابوہاشم نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو اپنا وارث متعین کر دیا تھا۔ النوبختی، فرق، صفحہ 29 ۔البغدادی، الفرق 28

امامت پر فاطمی آل بیت کے مابین خاصی رسہ کشی ہوتی رہی حتی کہ حسینی اور حسنی سلسلہ کے افراد ایک دوسرے کے مقابل نظر آئے، کہا جاتا ہے کہ حسن المثنی بن حسن، زین العابدین کے عہد میں رسول اللہ کی املاک سے آنے والے صدقات کے نگران تھے، زین العابدین ؒ نے جب اس پر حق جتایا، تو المثنی غضبناک ہو گئے، زین العابدین کے انتقال کے بعد الباقر نے ان صدقات پر اپنا قبضہ برقرار رکھا، اس طرح ایک ہی خاندان میں کبھی الباقر، حسن مثنی کے مقابل نظر آئے، تو کبھی ان کے بیٹے زید، الحسن کے مقابل نظر آئے۔ الکشی، اختیار معرفۃ الرجال، مشہد، 1348، صفحہ 228

سال 260ھ میں حسن العسکری کی وفات کے بہت بعد تک، ان کے متبعین کے لئے اثنا عشری کی اصطلاح سنائی نہیں دیتی، کوئی نصف صدی اس ابہام میں گذر گئی، کہ گیارہویں امام کی موت کے بعد امامت کا سلسلہ کیونکر جاری رہ پائے گا، حامیان اہل بیت کوئی بیس مختلف گروہوں میں بٹ گئے تھے ، جن کی اکثریت قطعیہ کہلاتی تھی، یعنی وہ لوگ جن کا سلسلہ امامت ٹوٹ گیا ہو، کوئی نصف صدی کے عرصے میں ایسی روایتیں گردش کرنے لگیں، جو بارہ اماموں کی بابت کلام کرتی تھیں، غالبا سب سے پہلے جس شخص نے اثنا عشری کی اصطلاح

کو تاریخ کی کتابوں میں محفوظ کیا وہ مورخ مسعودی ہے ،جو خود بھی شیعہ تھا۔ مسعودی کے آخری ایام تک اس اصطلاح کو قبولیت عامہ مل چکی تھی، یہی وجہ ہے کہ جہاں مسعودی کی مروج الذہب اس اصطلاح سے خالی ہے،وہیں اسکی آخری تصنیف التنبیہ والاشراف میں یہ اصطلاح پہلی بار سنائی دیتی ہے۔ بارہ آئمہ کی روایتیں اس سے پہلے ہی الکافی میں مرتب ہو چکی تھیں جس کی ترتیب کا سال320ھ ہے،جبکہ تنبیہ والاشراف کا سال تصنیف344ھ ہے۔

شیعوں میں وہ تمام عقائد جن پر آج شیعہ مسلک کی عمارت قائم ہے، مثلا بارہ منصوص اماموں کا من جانب اللہ مامور ہونا، امام غائب کے بارے میں غیبت کبری اور غیبت صغری کا تصور، آل بیت کا فاطمی خانوادے تک محدود ہونا، یوم عاشور کی مروجہ رسومات، اور زیارت قبور انبیاء کو دین کا حصہ سمجھنا، ان سب باتوں کی جعفر کو مطلقا ہوا نہ لگی۔

اگر یہ عقیدہ واقعتا من جانب اللہ ہوتا،تو بارہ اماموں کی فہرست جعفر صادق ؒ کے عہد میں ضرور گردش کر رہی ہوتی، جعفر کے شاگرد اور مبلغ ہشام بن حکم متوفی169ھ کے ہاتھوں میں بھی بارہ آئمہ کی کوئی فہرست نظر نہیں آئی، اس کے برعکس ہاشمیوں اور مطلبیوں کی مختلف شاخوں سے لوگ امامت کیلئے پیش ہوتے رہے ہیں، لہذا جیسا پہلے بیان کیا کہ اثناء عشری شیعت کی تعمیر کا کام آل بویہ نے انجام دیا تھا۔

زیدیہ، جو زید بن علی سے منصوب ہے، امام وقت کے لئے لازم قرار دیتا ہے، کہ امر بالمعرف و نہی عن المنکر کیلئے عملی اقدامات کرے، محض اہل بیت سے کسی شخص کا تعلق اسے منصب امامت پر فائز نہیں کر سکتا ۔ کیسانیہ کی طرح ان کے یہاں غیاب امام اور انتظار مہدی کا عقیدہ نہیں پایا جاتا، وہ امام کو معصوم عن الخطاء بھی نہیں سمجھتے، زید بن علی کے سلسلہ میں تاریخ کی کتابوں میں جو کچھ مرقوم ہے اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے، کہ وہ حضرت علیؓ کی غیر معمولی فضیلت پر ایمان لانے کے باوجود ابو بکرؓ اور عمرؓ کی خلافت کو ناجائز قرار نہیں دیتے، گویا ان کے نزدیک الافضل کی موجودگی کے باوجود المفضول کی قیادت تسلیم کرنا جائز ہے، اس اعتبار سے زیدیہ جمہوریہ سنی فکر سے خاصہ قریب ہے، جو حضرت علیؓ کو چوتھا خلیفہ راشد تسلیم کرتی ہے۔

شیعت اور سنی صوفیت

شیعہ کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قطعی صوفی ازم کو پسند نہیں کرتے، ان کا خیال ہے کہ صوفی اہل بیت کی آڑ میں اپنا کاروبار چلاتے ہیں، چونکہ اول دور کے صوفی، ابو مسلم خراسانی اور اسماعیلی نظریات پر عمل کرتے ہوئے وجود میں آئے تھے اور ایران میں فیشن تھا کہ اہل بیت کے نام کو کیش کرائیں، یہ رویہ محدثین، مؤرخین میں بھی عام تھا، بعد میں جب عباسی حکومت علویوں کے خلاف ہوگئی اور آل بویہ وفاطمیین کے خاتمہ کے ساتھ ہی حلوے مانڈے بھی بند ہوگئے تو صوفی سنی مذہب میں پناہ لینے لگے، چونکہ صوفیوں نے ابتداء میں ہی علوی نظریات کو اپنا لیا تھا اور بنیادی شیعہ فلسفہ نص اور ولایت پر ایمان رکھتے تھے، لیکن زیدیہ اور اثنا عشری علماء انکی سیاسی حمایت تک تو تیار تھے لیکن انکی مذہبی موشگافیوں کی وجہ سے ان سے دور رہتے تھے، صرف فاطمی اسماعیلی داعیوں نے صوفی ازم کو بطور ہتھیار اپنے تبلیغی مقاصد کیلئے استعمال کیا، ایک وقت تھا جب شیعہ علماء نے ایسے بہت سے سنی شیعہ مکس صوفی سلسلوں کو غلات قرار دے دیا تھا، پانچویں چھٹی صدی میں صوفیوں نے اپنے نئے ساختہ سلسلوں کو حضرت علیؓ کے امام ولایت اور خود اپنے صوفیوں کو ولی قرار دیتے ہوئے ترتیب دیا، شیعہ آئمہ ہر دور میں لوگوں کو صوفیوں سے دور رہنے کی تاکید کرتے رہتے تھے، حضرت جعفر صادق کا قول ہے ' سب صوفیہ ہمارے دشمن ہیں اور ان کا طریقہ ہمارے طریقہ کے برعکس ہے بحوالہ ' حدیقۃ الشیعہ، مقدس اردبیلی '۔

شیعہ عقیدہ میں بعض جگہ تو صوفیت انکے نظریات کے برعکس ہے اور نقصان دہ بھی ہے، ہر صوفی اس بات کا دعوی کرتا ہے کہ اسے سلسلہ وار باطنی علوم منتقل ہوجاتے ہیں، یعنی شیعہ تو امام مہدی کی واپسی کے منتظر ہیں اور انکے آئمہ کرام نے وہ علوم ایک دوسرے کو منتقل کئے تھے، جبکہ لاکھوں صوفی ان ہی علوم میں خود کفیل ہو چکے تھے، جس طرح اسماعیلیوں میں مروج ہے لیکن انکی صوفیت نص کی مرہون منت ہے۔

جوش ملیح آبادی نے تصوف اور اردو کے حوالے سے دلچسپ تجزیہ کیا تھا لکھتے ہیں' صوفیاء اور شعراء کی صحبت سے اسے فائدہ بھی پہونچا اور نقصان بھی، فائدہ تو یہ ہوا کہ اس میں عشق مجازی اور عشق حقیقی کی اصطلاحیں پیدا ہوئیں، اس کی محفل میں دعائیں اور سارنگیاں گونجنے لگیں، چوکوں کے کوٹھوں، خانقاہوں کے قبوں،

قوالی کے جلسوں، رقص و سرود کی محفلوں، اور مشاعروں کے دائروں سے نکل نکل کر اسکے الفاظ دور تک سفر کرنے اور سینوں میں اترنے لگے۔۔۔ جہاں تک کہ عاشقانہ صوفیانہ خیال کا تعلق ہے انہوں نے ہماری زبان کو بے باکانہ طنزیات، جنسی کلمات، اعلان ہیجانات، مابعد الطبیعاتی تصورات، حسن و عشق کے علامات، اور زمزمہ و مناجات کے حروف وحکایت سے اس قدر مسلح کر دیا کہ ہم بلبل ہزار داستان بن کر چہچہانے لگے، اور ہماری زبان کو ان صوفیاء اور شعراء سے نقصان یہ پہونچا کہ چونکہ یہ دونوں گروہ علوم سے بالعموم بے نیاز اور خالصتا پابند سوز و گداز تھے اس لئے ہماری زبان عالمانہ الفاظ، محققانہ طرز بیان، اور مجتہدانہ انداز کلام تک رسائی حاصل نہیں کر سکی'۔ آگے تحریر کرتے ہیں' ان بزرگوں نے ہمارے دلوں کو تو جلا بخشی لیکن ہمارے دماغوں میں شمعیں نہیں جلائیں، انہوں نے تقلید کے قبہ تو بنائے، اجتہاد کے ایوان تعمیر نہیں کئے، انہوں نے ذکر کے ترانے چھیڑے، فکر کے بربط کو نہیں اٹھایا، تصور جاناں کا درس دیا، مطالعہ کائنات کے دریچے بند کر دئے، اقوال کو سر آنکھوں پر جگہ دی، اور افکار کی خلاقی کو روند ڈالا۔ جس کا نتیجہ یہ بر آمد ہوا کہ ہم ہلکی پھلکی صحبتوں، ضلع جگت کی محفلوں، غزلوں کے اکھاڑوں، میلوں ٹھیلوں کی چھولداریوں، حسن کے بازاروں اور جاہل بادشاہوں کے درباروں میں تو بڑے مزے سے بے تکلف چہچہانے لگے، لیکن علوم کے ایوانوں اور مشاہدہ و تحقیق کی سرکاروں میں ہماری سانس رک کر رہ گئی، اور ہم گونگوں کی مانند حیران و پشیمان ہو کر رہ گئے، اس لئے ہمارے سروں پر نہ تو محققانہ خیالات کا ہی سایہ ہے اور نہ ہماری زبانوں پر عالمانہ الفاظ پر تو فگن ہیں' اردو نامہ کراچی، اگست 1960ء، جوش ملیح آبادی –

شیعت میں رجعت، بداء، تبرا، تقیہ، مہدویت کے بنیادی عقائد ہیں اسکے مقابلہ میں صوفیاء کے بنیادی عقائد اتحاد، حلول اور وحدت الوجود کے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ صوفیت فقط شیعہ کا برانڈ نیم ہے جسکی مارکیٹنگ اور ایڈورٹائزمنٹ کیلیئے بطور ٹریڈ مارک ولایت علی کو استعمال کیا جاتا ہے، اس پروڈکٹ کی سیلزمین شپ موالیوں اور مولائیوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے، صوفی اگر بنیادی طور پر شیعہ بھی ہو تو تقیہ کر کے بظاہر حنفی، شافعی یا مالکی ہونے کا دعوی کرتا ہے کیونکہ ہر دور میں جہلاء کی تعداد بہت زیادہ رہی ہے اور صوفیوں کو اپنے پروڈکٹ کی سیل کیلیئے وسیع مارکیٹ بغیر سنی ظاہر کئے مل نہیں سکتی۔ شیعہ اپنے عقائد کے پختہ حصار میں رہتے ہیں جہاں صوفی آزادی سے نقب نہیں لگا سکتے، یہ سہولت صوفیوں کو اکثریت کی علمی جہالت کے کے سبب میسر آجاتی ہے

کہ مافوق الفطرت قصے کہانیوں، کشف و کرامات کی داستانوں اور نئے نئے قبوں کی تعمیر اور قبروں کے کیئر ٹیکرز کیلئے مستقل آمدنی کے ذرائع پیدا کر کے آنے والی نسلوں کیلئے روزگار پیدا کر دیتے ہیں۔ اقتصادیات کے میدان میں شیعہ امام زادوں کے بالمقابل صوفی مخدوم زادے، صاحبزادے اور پیرزادے پیدا کر دئے گئے ہیں ۔ صوفیوں میں باطنی علوم کی لوٹ سیل لگی ہوئی ہے۔

کتاب الکافی میں بھی شیعہ نے اپنے آئمہ کی قسم قسم کی مافوق الفطرت کرامات درج کی ہیں اس سلسلہ میں وہ صوفیوں سے پیچھے نہیں ہیں ۔ اسکے علاوہ بعض شیعہ دانشوروں نے اپنی احادیث کی کتابوں میں شامل بیسیوں ضعیف روایات کی بھی نشاندہی کی ہے۔ تصوف کے بطن سے جنم لینے والے واعظین ہوں یا شیعہ ذاکرین یہ دونوں ہر قسم کی پابندیوں سے مبرا ہوتے ہیں۔

ابن عربی ڈاٹ کام پر شیعہ حوالے سے 602 صفحات کی ایک کتاب اپ لوڈ کی گئی ہے اس میں ابن عربی اور اسکی فلاسفی کا رد کیا گیا ہے، اسکے علاوہ شیعہ مجتہدین کے فتاوی بھی شامل ہیں جن میں صوفیوں کے عقائد بشمول وحدت الوجود کا رد کیا گیا ہے، اس میں بہت سے اہم نکات ہیں، یہ آن لائن پڑھی جا سکتی ہے۔

احادیث اور روایات کی کتابیں

صحیین : امام بخاری ؒ متوفی 256ھ

امام مسلم ؒ متوفی 261ھ

صحاح ستہ : صحیح بخاری، صحیح مسلم اور

سنن ترمذی متوفی 278ھ 4400 احادیث، سنن ابو داؤد متوفی 275ھ 4800 احادیث، سنن النسائی متوفی 303ھ 5758 احادیث، سنن ابن ماجہ متوفی 273ھ 4341 احادیث،

معجم الکبیر طبرانی : 260ھ – 360ھ کل تین لاکھ احادیث تین کتابوں کو ملا کر

صحیح ابن حبان لشکر گاہ :	270ھ–354ھ	7500 احادیث	
صحیح ابن خزیمہ :	223ھ– 311ھ	3000 احادیث	
سنن الکبری البیہقی:	384ھ– 458ھ	22000 ا حادیث وسنن الوسطے	
مشکاۃ المصابیح تبریزی:	646ھ	5945 احادیث-	
سنن دارمی :	181ھ– 255ھ	3833 احادیث	
سنن دار قطنی :	306ھ– 385ھ	4836 احادیث	
سنن سعید بن منصور:	227ھ	3000 احادیث	
موٗطاامام مالک ؒ :	179ھ	1900احادیث	
مسند امام ابوحنیفہ ؒ :	80ھ– 150 ھ	1500احادیث	
مسند امام شافعی ؒ :	150ھ– 204ھ،	2000 احادیث	
مسند امام احمد بن حنبل ؒ :	164ھ– 241ھ	40000احادیث	

ایک بڑی تعداد میں صحابہ کرام کے نام پر مسانید اخذ کی گئیں جن میں:

مسند ابو بکر صدیق ؓ ، مسند عمر فاروق ؓ ، مسند عثمان بن عفان ؓ ، مسند عبد الرحمن بن عوف ؓ ، مسند عبداللہ بن عمر ؓ ،مسند بلال بن رباح ؓ ، مسند ابوہریرہ ؓ ، مسند سعد بن ابی وقاص ؓ ، مسند عمر بن عبد العزیز ؒ، مسند اسامہ بن زید ؓ، مسند زبیر بن العوام ؓ، مسند طلحہ بن عبید اللہ ؓ ، مرویات ابی بکرۃ ؓ، مرویات ابو الدرداء ؓ، وغیرہ۔ اکثر مسند امام احمد سے اخذ کی گئی ہیں۔

دیگر مشہور مسانید:

مسند ابی یعلی موصلی :	210ھ – 307ھ	7515احادیث
مسند ابو بکر احمد البازار:	210 - 292ھ	10409 احادیث
مسند حمیدی :	متوفی219	1500 احادیث
مسند اسحق بن راویہ :	161ھ – 238ھ	2425 احادیث، نیشاپور
مسند طیالسی ابی داؤد:	133ھ – 204ھ	3000 احادیث، بصری
مسند عبداللہ بن مبارک:	108ھ –181ھ	272یا289 احادیث
مسند ابن الفضل الدارمی:	181ھ – 255ھ	3832احادیث
مسند الدیلمی، مسند الفردوس :	558ھ	3000 احادیث
مسند السراج نیشاپوری:	217 - 313ھ	1576احادیث
مستدرک حاکم نیشاپوری :	321ھ – 405ھ	9045 احادیث
مصنف عبدالرزاق :	126ھ – 211ھ	18000 احادیث
مصنف ابن ابی شیبہ:	159ھ – 235ھ	37000 احادیث
الصحیفہ صادقہ، عبداللہ ابن عمر بن العاص:	65ھ	1000 احادیث
صحیفہ حمام بن منبہ:	131ھ	138 احادیث
مسند ابن الجعد الجوہری :	134 – 230	3589احادیث
مسند بقی بن مخلد القرطبی :	201 – 276ھ	1300 صحابہ سے روایات

مستخرج ابی عوانہ اصفارینی نیشاپوری : 316ھ		13036 احادیث
مسند شہاب القضاعی :	متوفی 454ھ	1499 احادیث
الترغیب والترہیب المنذری :	581ھ – 656ھ	1880 احادیث
ریاض الصالحین النوائ :	631 ھ – 676ھ	1004 احادیث
مجمع الزوائد الہیتمی :	735ھ – 807ھ	18776 احادیث
بلوغ المرام ابن حجر عسقلانی:	774ھ – 853ھ	1479 احادیث
جامع الصغیر السیوطی :	849ھ – 911ھ	
لؤلؤ والمرجان :	256ھ	1906 احادیث

مغازی، سیرت اور تاریخ کی بے شمار کتابیں ہیں :

عروہ بن زبیر 94ھ۔ ابان بن عثمان بن عفان 105ھ۔ وہب ابن منبہ 117ھ،

ابن شہاب زہری 124ھ۔ ابن اسحق 144ھ۔ ابی مخنف 158ھ۔

ہشام بن الکلبی 204ھ۔ الواقدی 208ھ۔ ابن ھشام 220ھ۔

ابن سعد 231ھ۔ خلیفہ بن خیاط 240ھ

محمد ابن حبیب بغدادی 246ھ۔ ابن عبد الحکم 258ھ بلاذری 279ھ۔

محمد بن ابن جریر طبری 224ھ – 310ھ، یعقوبی 287ھ۔ ابن فضلان 311ھ۔

ابن اعثم کوفی 314ھ۔ ابو محمد الحسن الھدانی 334ھ۔

ابن قتیبہ دینوری پیدائش 213ھ متوفی 276ھ۔ولد مرویا کوفہ فارسی الاصل

عراق وایران:

ابو بکر بن یحیی الصولی 335ھ۔ المسعودی 344ھ ۔ ثنان بن ثابت 366ھ

ابو حامد الصاغانی 380ھ ۔ ابن مشکویہ 421ھ ۔ العتبی 428ھ

ھلال ابن محاسن الصابی 448ھ۔ خطیب بغدادی 464ھ

ابو الفضل بیہقی 385ھ 470ھ۔ ابو الفرج ابن جوزی 598ھ

یاقوت الحموی 575ھ۔ 627ھ۔ محمد بن راوندی 601ھ

ظہیر الدین نصر عوفی 640ھ۔ سبط ابن الجوزی 654ھ۔

عطاء ملک جوینی 682ھ۔

مصر، فلسطین، شام:

المقدسی 391ھ۔ القلانسی 555ھ۔ ابن عساکر 571ھ۔

ابو شامہ المقدیسی 665ھ۔ ابن خلکان 681 ھ۔ ابو الفداء 732ھ۔

النویری 733ھ۔ المزی 742ھ الذہبی 749ھ۔

ابن کثیر 774ھ۔ ابن الفورات 808ھ۔ المقریزی 846ھ۔

ابن طغری بردی 875ھ۔ السخاوی 903ھ ۔ السیوطی 911ھ۔

الاندلس اور مغرب الاقصی:

ابن القوطیہ 367ھ۔ ابن الفرازی 403ھ۔ ابن حزم 455ھ

یوسف بن عبد البر464ھ۔ ابن حیان 468ھ۔ العذری478 ھ

ابو عبید عبداللہ البکری487ھ ۔ قاضی عیاض544ھ۔

ابو بکر محمد البیذق560ھ۔ ابن رشد595ھ۔ عبد الواحد المراکشی648ھ۔

القرطبی672ھ۔ عبد العزیزال ملزوزی698ھ۔ ابن عذاری712ھ۔

ابن بطوطہ 771ھ۔ ابن الخطیب776ھ۔ ابن خلدون809ھ۔

ہندوستان : البیرونی440ھ۔ منہاج سراج الجزجانی 659ھ

نسب، طبقات، اسماء الرجال، جرح وتعدیل، علم الکلام، معجم، حجیات، نحو، صرف، لغات پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں۔

الاعلام کے نام سے مختلف علاقوں میں رہنے والے علماء، امام، مفسرین، قاریوں، سپہ سالار، علاقوں کے والیان، مجاھدین کے حالات زندگی پر ہزاروں کتابیں تحریر کی گئیں۔

قرون وسطی کے علماء کی کتابیں، بین الاقوامی یونیورسٹیوں اور اداروں نے ہزاروں ریسرچ پیپر شائع کئے ہیں، انفرادی سکالرز نے مختلف موضوعات پر کتابیں تحریر کی ہیں۔

امت مسلمہ کے پاس دین و مذہب، تاریخ اور روایات کے انبار ہیں تو پھر جھگڑا کس بات پر تھا کہ سب نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنا دی، مقامی زبانوں میں لکھی کتابوں پر علاقائی مذاہب، سیاست اور فرقہ واریت کے اثرات نظر آتے ہیں، دوسرے دانشور لکیر کے فقیر ہیں کہ پہلے وہ اپنا ذہن بناتے ہیں اور اسکے بعد اپنے پسندیدہ قدیم مصنفین کی رائے کو اپنے مسلک سے جوڑ کر عام مسلمانوں کے ذہن کو تحقیق کے نام پر مزید پراگندہ کر دیتے ہیں۔

سینکڑوں سالوں سے دین کی آڑ میں سیاست کا کاروبار چمکایا جا رہا ہے، اسکی ابتداء تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ہو گئی تھی اور کوفہ دارالخلافہ تبدیل ہوتے ہی پراگندہ ذہنوں نے سازشیں شروع کر دی تھیں۔

تفسیر، احادیث اور تاریخ میں جعلی روایات

ہمارے پاس مندرجہ ذیل ذرائع سے جو اولین اسلامی معلومات مختلف حوالوں سے پہونچی اس طرح ہیں:

تفاسیر قرآن مجید:

پہلی تفسیر تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس ہے جسکی صداقت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے، کہ اس کے تانے بانے مشہور شیعہ ھشام بن الکلبی متوفی 204ھ سے ملتے ہیں، اور اسے سب سے پہلے فارسی میں لکھا گیا تھا۔

تفسیر الکبیر: مقاتل ابن سلیمان 80ھ – 150ھ، وفات بصرہ – لبنان سے چھپ چکی ہے، آئمہ جرح و تعدیل نے انکے بارے میں انتہائی منفی رائے دی ہے۔

معنی القرآن: ابوذکریا یحیی بن زیاد الفراء الکوفی، مولی متوفی 207ھ۔ متروک

تفسیر سفیان الثوری: مولد خراسان۔ متوفی 161ھ بصرہ، کوفہ جاکر شیعت اختیار کی، بعد میں منحرف ہو گئے

تفسیر طبری: 224ھ – 310ھ

تفسیر الزمخشری: 467ھ – 538ھ

تفسیر ثعلبی: نیشاپور 427ھ

تفسیر ابن کثیر: 701ھ – 774ھ

شیعہ۔ معتزلی، اسماعیلی اور صوفی تفاسیر

صوفی تفاسیر: تفسیر التستری 283ھ، اتفسیر لسلامی 412ھ، القشیری 465ھ، الباقلی 606ھ

شیعہ تفاسیر: تفسیر مجاہد بن جبر مولی بنی مخزوم 22ھ۔ 104ھ، متروک، کچھ حصہ ملتے ہیں۔

تفسیر قمی 307ھ، تفسیر العیاشی 320ھ، تفسیر النعمان 361ھ، تفسیر طوسی 460ھ

زیدی شیعہ: تفسیر فرات کوفی 353ھ، البرہان 445ھ

معتزلہ تفسیر: الکشاف الزمحشری 539ھ

عبادی: تفسیر الھواری 200ھ

احادیث کی کتابیں اور انکے ایرانی مصنفین

امام محمد بن اسمعیل بخاری ؒ :	بخارا از بکستان	194ھ–256ھ	صحیح بخاری
امام مسلم بن الحجاج قشیری ؒ :	نیشاپوری	206ھ–261ھ	صحیح مسلم
ابوداؤد الازدی ؒ :	سجستانی	202 ھ–275ھ	سنن ابوداؤد
محمد بن عیسی الترمذی ؒ :	ترمذ	209ھ–279ھ	سنن ترمذی
احمد بن شعیب النسائیؒ :	خراسانی	215ھ–303ھ	سنن نسائی
محمد بن یزید ابن ماجہ ؒ :	القزوینی	209ھ–273ھ	ابن ماجہ
ابویعلی ؒ :	موصل	210 ھ–307ھ	مسند کبیر

ابو حاتم محمد ابن حبان ؒ :	لشکر گاہ	270ھ – 354ھ	صحیح ابن حبان
محمد بن عبد اللہ الحاکم ؒ :	نیشاپور	321ھ – 405ھ	مستدرک
ابو بکر محمد بن اسحق ابن خزیمہ ؒ :	نیشاپور	223ھ – 311ھ	صحیح
ابو بکر احمد الخسرو جردی البیہقی ؒ :	نیشاپور	384ھ – 458ھ	سنن الکبری
ابو نعیم ال اصفہانی ؒ :	اصفہان	337ھ – 430ھ	حلیۃ اولیاء
علی بن عمر الدار قطنی ؒ :	بغداد	306ھ – 385ھ	سنن دار قطنی
عیسی بن عمر الدارمی ؒ :	سمرقند	181ھ – 255ھ	سنن الدارمی
عبد الرزاق بن ہمام ؒ :	یمنی شیعہ	126ھ – 211	مصنف عبد الرزاق
ابن ابی شیبہ ؒ :	کوفی	159ھ – 23	مصنف ابن ابی شیبہ
نعیم بن حماد البصری :	بصری	228ھ	کتاب الفتن
عبد اللہ ابن مبارک ؒ :	مرو	108ھ – 181ھ	مسند
سلیمان بن داؤد ابن الجارود ؒ :	فارسی الا	133ھ – 204ھ	مسند طیلاسی
ابو بکر احمد البازار ؒ :	بصر	292ھ	مسند البازار
محمد بن اسحق السراج ؒ :	نیشاپور	313ھ	مسند السراج
سلیمان بن احمد ایوب طبرانی الشامی ؒ :	اصفہان	260ھ – 360ھ	معجم الکبیر، الاوسط، وصغیر
ابو بکر محمد ابن ابراھیم بن منذر بن جارود ؒ :		241 ھ – 318ھ	الاوسط ابن منذر
حمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی ؒ :	سجستان	319ھ – 388ھ	معالم سنن

محمد بن اسحق ابن مندہ ؒ : اصفہان 310ھ– 395ھ الایمان لل امام

ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب ؒ : بغدادی 392 ھ– 463ھ تاریخ بغداد

حسین بن مسعود البغوی ؒ : شور خراسان ایران 433 ھ– 516ھ معالم التنزیل

محمد بن عبداللہ خطیب التبریزی ؒ : تبریز 646ھ مشکاۃ مصابیح

عبداللہ بن محمد البغوی ؒ : خراسان 214 – 317ھ جمع مسند ابن الجعد

ابن جعد الجوہری ؒ : بغداد 134 – 230ھ مسند ابن الجعد

اسحق بن ابراہیم بن راہویہ ؒ: مرو۔ نیشاپور 161 – 237ھ مسند راہویہ

سعید بن منصور ؒ : خراسان 227ھ سنن سعید بن منصور

شیعہ مسلک کی چار بنیادی کتابیں:

محمد بن یعقوب بن اسحق کلینی رازی: 250 ھ– 329ھ رے ایران، کتاب الکافی

محمد ابن علی ابن بابویہ قمی : 310ھ– 380ھ خراسان، رے، من لایحضرۃ الفقیہ

محمد بن حسن الطوسی: 385ھ– 460ھ مدفن نجف، تہذیب الاحکام اور الاستبصار

اباد ی مسلک کی بنیادی کتابیں:

جامع الصحیح ۔ ترتیب المسند : الربیع بن حبیب الفارحدی نے دوسری صدی ہجری میں، اور اسکے بعد اسے یوسف ابراہیم الورجلانی متوفی570ھ نے ترتیب دیا، اس میں زیادہ تر روایات تابعی ابوالشعشاء جابر بن زید ال یحمدی الازدی سے بیان کی گئی ہیں جو عمان میں پیدا ہوئے اور ام المومنین عائشہ ؓ اور ابن عباس ؓ کے شاگرد تھے۔ بعض احادیث کی کتابوں کا ترجمہ اردو میں کیا گیا ہے۔

کتب مغازی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت :

کتب مغازی جو اسلام کے دور اول پر مشتمل ہیں اس کے مصنفین میں:

عثمان البجلی، و محمد ابن اسحق، و ابو مخنف لوط بن یحیی، و محمد بن عمر الواقدی، و ابراہیم بن محمد الثقفی جیسے کذاب، شیعہ اور روافض ہیں۔

محدثین سیرت و المغازی کے زیر اہتمام سیرۃ نبوی پر کیا اعتبار ممکن ہے جب اس میں غلاۃ شیعہ روایات کا دخول اہل سنت کی کتابوں میں کر دیا گیا ہو، ایسی احادیث جن میں مذہب شیعہ کی ترویج کی گئی ہو، اور مدینہ منورہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد کے واقعات میں رافضیت جس طریقہ سے روایات میں شامل کر دی گئیں، ان میں سے اکثر جھوٹی، گھڑی ہوئی روایات شیعہ فلاسفی کی تائید کرتی نظر آتی ہیں واقعات جن کی روایت ہوئیں بے شمار قابل مواخذہ ہیں لیکن چند مثالیں درج ذیل ہیں:

اسکی پہلی مثال مواخات کی روایت ہے: جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی ؓ کے درمیان بتائی گئی، حالانکہ یہ صحیح نہیں تھا۔ اسکی روایت المصنف ابن ابی شیبہ: 4/485 نے تزویج سیدہ فاطمہ ؓ میں دی ۔ ابن سعد نے طبقات کبیر: 3/ 22،67 میں الواقدی سے تین روایات تحریر کیں :

پہلی مواخات بین نبی صلی اللہ علیہ وسلم و علی ؓ۔

دوسری مواخات علی ؓ اور سہل بن حنیف ؓ کے درمیان۔

تیسری مواخات بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عثمان غنی ؓ ۔

المنتظم فی تاریخ الامم والملوک: 3/74 مواخات بین الزبیر ؓ و علی ؓ، و بین علی ؓ و سہل بن حنیف ؓ۔ مواخات والی روایات کو علماء نے اکثر کذاب یا ضعیف قرار دیا ہے:

ترمذی نے سنن الترمذی: 5/636 میں بیان کی ہے جسے حسن غریب لکھا ہے، الکامل فی ضعفاء الرجال: 2/ 588 نے ضعفاء میں، ابن اثیر نے اسد الغابہ: 3/606 میں اسناد ضعیفہ کہا ہے، البانی نے احادیث ضعیفہ والموضوعۃ: 1/355،356 میں موضوع کہا ہے، حاکم نے مستدرک میں مختلف روایات، ابن عبد البر نے استیعاب: 3/ 35 میں غیر مسندہ، اور طریق

پر اعتراض کیا ہے۔ امام ابن تیمیہ نے مہاجرین کے درمیان مواخات سے انکار کیا ہے، منہاج السنہ النبویہ: 71/5، 7/ 361

علماء جرح وتعدیل نے اکثر روایات کو ضعیف، تشیع، مرسل، قرار دیا ہے، طبرانی نے کذاب، ابن کثیر نے بھی لکھا ہے کہ اکثر علماء مواخات رسول اللہ اور علیؓ سے انکار کرتے ہیں البدایہ والنہایہ: 226/3، یہ روایات اس وقت کی ہے جب ریاست مدینہ کے قیام کو ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا تھا۔

دوسری مثال قصہ غدیر خم : اصل بات کیا تھی اور اسے افسانہ بنادیا، اسکی بنیادی کہانی بھی لکھی گئی ہے اور بعد میں اسے کھینچ تان کر امامت کی طرف لیجایا گیا، علماء نے اس پر بہت کچھ لکھا ہے۔ یہ فہرست طبری: 150 پر ہے اور شیعہ حوالوں نے اسے مذہبی رنگ دے دیا ۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی اور فتح الباری 65/8 ۔ مسند امام احمد: 350/5، 419 کے مطابق حضرت خالد بن ولید ؓ کے ساتھ حضرت علیؓ یمن سے خمس لیکر آرہے تھے۔ غدیر خم کے مقام پر حضرت علیؓ کی شکایت کی گئی کہ وہ ایک لونڈی کو سرکاری غنائم میں سے اپنے تصرف میں لے آئے، جس سے ایک ہنگامہ برپا ہو گیا، اسکے بعد کے واقعات بھی درج ہیں، لیکن اس میں کہیں حضرت علیؓ کی خلافت یا امامت کا ذکر نہیں ہے، رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ حالات پر دانشمندی سے قابو پایا جائے اور تالیف قلب کیلئے بے شمار صحابہ کو تعریفی الفاظ کہے گئے۔ ریاست مدینہ کا کڑا احتسابی نظام تھا اور شکایات کا پیدا ہونا عام بات تھی۔

شیعہ روایات میں اسے حبہ العرنی، سلیمان بن قرم، سلمہ بن کھیل سے روایت کیا گیا ہے جسے الکامل فی ضعفاء الرجال: 2222/6،3/1196،1197، میں دیکھا جاسکتا ہے، شیعہ مصنف عبدالرزاق: 15/ 225، امام ابن تیمیہ نے اپنے شکوک وشبہات کا اظہار کیا ہے منہاج السنہ: 7/ 319،320، البدایہ والنہایہ: 95/5 میں بھی اہل مدینہ میں انتشار کے بارے میں لکھا ہے۔

تیسرا حوالہ واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ اور بیعت حضرت ابو بکرؓ اور خلافت کے واقعات : اس میں راویوں نے بے شمار گرد اڑائی ہے، اس پر علماء نے کافی تحقیق کی ہے:

ابن سعد نے الطبقات الکبیر: 3/568،4/97، اور سیرۃ ابن ہشام: 656، 661 نے واقعات لکھے ہیں، بلاذری کی روایت میں محمد بن سائب کلبی، عبد الرزاق صنعانی اور ابو مخنف موجود ہیں۔ طبری میں بھی ھشام کلبی اور ابو مخنف موجود ہیں تاریخ طبری: 3/206، 207، 208، 209، 210، 218، 222، اور شیعہ مؤرخ اعثم کوفی: 152، 154۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں واقدی، ابن عبد العزیز جوھری اور رستم طبری سے روایات لی ہیں۔

چوتھا حوالہ جیش حضرت اسامہ ؓ کی روانگی: اور تاریخ ردہ: یہاں بھی روافض نے جعلی روایات داخل کی ہیں اور پانچواں حوالہ حضرت عثمان غنی ؓ کی خلافت کیلیئے قیام مجلس شوری: ان سب روایات میں کاذب اور رافضی سرگرم نظر آتے ہیں ۔ ان سب کی فہرست بہت طویل ہے۔ اس لئے صرف چیدہ چیدہ واقعات کی طرف اشارہ کرکے قارئین کی توجہ اس سمت مبذول کرانے کی کوشش کی ہے-

ناصر الدین البانی نے اپنی کتاب روایات سیرت کا تنقیدی جائزہ میں بیسیوں ایسی روایات پر تبصرہ کیاہے–اس میں سے ایک روایت کا ذکر کرتاہوں کہ ' مدینہ منورہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہوئ تو کہاجاتا ہے بنو نجار کی لڑکیوں نے گیت گائے–البانی لکھتے ہیں اسکا حوالہ سیرۃ حشام سے دیتے ہیں جس میں یہ موجود ہی نہیں، ابن کثیر نے یہ بیہقی کی دلائل النبوۃ سے نقل کیاہے۔ بیہقی نے ابراہیم بن صرمہ کی سند سے حضرت انس سے بیان کیاہے جس پر ابن کثیر کہتے ہیں 'اس سند سے یہ حدیث غریب ہے'، ابن صرمہ کو ابن معین نے کذاب خبیث قرار دیاہے، ابن ماجہ نے اسے بیان کیاہے لیکن یہ نہیں لکھا کہ یہ مدینہ منورہ کا واقعہ ہے، صحیح بخاری میں لکھاہے یہ کسی شادی کا واقعہ ہے–صفحہ 129، 130

خلافت اسلامیہ کے خلاف سازشیں

علوم اسلامیہ کی ترویج اور اشاعت اولین دور میں کن حالات میں انجام پذیر ہور ہی تھی، اسکا پس منظر کچھ یوں تھا کہ بظاہر خلافت راشدہ اور خلافت بنوامیہ کا خاتمہ 132ھ تک ہو گیا تھا، اسکے بعد خراسان سے کالے جھنڈے اٹھائے ابو مسلم خراسانی بظاہر علوی شیعوں کے حمایتی بن کر آئے، اور اسکے نتیجے میں خلافت عباسیہ وجود میں آئی، عباسی خلافت بغداد میں 750ء سے لیکر1258ءتک بمطابق 132ھ-656ھ، اور مصر میں 1261ءسے لے کر1517ء تک رہی ۔

11 جولائی750ء کو خلیفہ مروان ثانی کو شہید کیا گیا،اور9اگست750ء کو بنی امیہ کا قتل عام کیا گیا دمشق سے بغداد دارالخلافہ کی منتقلی کے بعد 508 برس عباسی خلافت قائم رہی، لیکن اس دوران فتنوں، خروج اور طاقتور علاقائی حکومتیں خلافت کے زیر سایہ اسے گھن کی طرح چاٹتی رہیں۔

خلافت علیؓ کے دوران شیعان علی دو حصوں میں تقسیم ہو گئے تھے، ان میں سے خوارج کا تو خلافت بنی امیہ میں زور ختم کر دیا گیا تھا، لیکن شیعہ نے سر اٹھایا اور خروج کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا، خلافت بنی عباس مشرق میں عراق سے چین تک اور مغرب کی سمت شام سے شمالی افریقہ تک پھیلی ہوئی تھی، لیکن خلافت کے زیر سایہ مختلف علاقوں پر رافضی، غلات یا شیعہ حکمرانی تھی ، ان پر ایک نظر ڈالتے ہیں کہ کیا ان ہی علاقوں سے تعلق رکھنے والے علماء اور فضلاء نے مختلف علوم کی بنیاد رکھی -

یہ کتاب بنیادی طور پر اسلام کے ابتدائی صدیوں پر محیط تھی اس میں محدثین کا موضوع تو مکمل آجاتا ہے لیکن شیعی تصوف نے اپنا حلیہ بار بار تبدیل کیا، کہیں اس پر مجوسیت کے اثرات نظر آئے، تو کہیں یہ ہندومت سے فیض حاصل کرتے نظر آتے ہیں۔یہودیوں اور عیسائی رومن اثرات اور فلسفے سے بھی متاثر ہوتے رہے، یہ کتاب چونکہ اردو میں ہے تو برصغیر کا ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ اسماعیلی فلاسفی کے ایرانی اثرات جن موجودہ سلسلوں میں پائے جاتے ہیں بیان کر دئے جائیں، جس تیز رفتاری سے شجرے تیار کر کے لوگ جوق در جوق علوی بن رہے ہیں اسکی وجوہات بھی سمجھ میں آسکیں کہ یہ براہمنوں سے متاثر ہیں، حالانکہ تاریخ میں سید بھائی اور سادات بارہہ کے نسب پر شکوک وشبہات مغل بادشاہوں نے کر دئے تھے اور کتابوں میں لکھ دیا گیا تھا۔

تاریخ میں شیعہ حکومتیں

ایرانی اور کاکیشیا کے علاقے

جستانین خاندان: زیدیہ 791ء۔ 974ء، گیلان کا علاقہ 175ھ – 364ھ

علویان طبرستان: زیدیہ 864ء۔ 929ء، طبرستان 250ھ – 317ھ

ایشانید: شیعہ کرد 912ء۔ 961ء ایرانی آذربائیجان، خوزستان، کرد علاقے

زیاریان: نزاری اسمعیلی 928ء۔ 1043ء طبرستان، اصفہان، شیراز

آل بویہ: زیدیہ اور اثناء عشری 934ء۔ 1062ء ۔ 323ھ – 454ھ

آل بویہ کی حکمرانی رے سے لیکر کوفہ و بغداد تک، اور دوسری سمت زنجان، حمدان، اصفہان، کرمان سے بلوچستان تک تھی، شیعہ اثناعشری فرقے کی بنیاد انہوں نے ہی رکھی، حالات ایسے ہوگئے کہ 325ھ میں عباسی خلیفہ کے قبضہ میں صرف بغداد رہ گیا۔ 338ھ میں شیعہ سنی فساد ہوئے۔
349ھ میں معزالدولہ بویہی نے بغداد کی بہت سی مسجدیں بند کردیں۔ 351ھ میں معزالدولہ بویہی نے سنی عوام پر مظالم ڈھانے شروع کئے۔ 352ھ بمطابق 30 جنوری 963ء بغداد میں نوحہ، ماتم اور محرم کی رسومات کی بدعات شروع ہوئیں۔ 352ھ بمطابق 21 دسمبر 963ء کو عید غدیر کی بدعت شروع ہوئی 356ھ میں معزالدولہ بویہی نے سرکاری حکم سے جبری ماتم کی ابتداء کی، جس کے بعد وہ ہلاک ہوگیا۔
359ھ میں پھر جبری عید غدیر منانے کا حکم دیا گیا۔ 443ھ میں بغداد میں شدید فرقہ ورانہ فساد ہوئے۔
454ھ میں آل بویہ کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

حسنوید: شیعہ کرد 959ء – 1047ء ایرانی آذربائیجان، زوگرس پہاڑ، خوزستان وغیرہ

آل کاکویہ: 1008ء – 1141ء آل بویہ کے رشتہ دار تھے – مغربی پرشیا، جبال اور کردستان

نزاری اسماعیلی سٹیٹ: نزاری شیعہ 1090ء– 1256ء مطابق 483 – 656ھ ، قلعہ الموت، حشاشین ،حسن بن صباح۔ ایرانی علاقے قزوین سے لیکر شام کے علاقے حمہ تک میں انکے مراکز اور قلعے تھے

حجاز :

حجاز: شریف مکہ زیدیہ شیعہ تھے، انکی امارت 967ء سے 1916ء تک رہی، بعد میں سنی ہوئے

مدینہ: شریف مدینہ، اثناء عشری شیعہ تھے 976ء سے 1495ء تک، بعد میں سنی ہوئے

یمن:

بنوالاخیضر: زیدیہ 865ء– 1066ء الخرج، تہامہ

الراسد: زیدیہ 897 ء– 1970ء شمالی یمن

بنو صلیح: اسماعیلی 1047ء– 1138ء صنعاء، جبلہ

سلیمانیہ : شیعہ 1063ء– 1174ء شمال کی طرف جنوبی سعودی عرب

ھمدانی : اسماعیلی 1099ء– 1174ء جبلہ، صنعاء علاقہ

بنوزریع : شیعہ 1083ء– 1174ء ضلکوت، المکلا، عدن

متوکلی : زیدیہ 1918ء– 1970ء شمالی یمن

بحرین:

قرامطی : اسماعیلی 900ء– 1073ء

عیونیون : اثناعشری 1073ء– 1253ء

عراق و شام لیونٹ:

حمدانی : شیعہ 890ء– 1004ء شمالی عراق اور شام

بنومزید: شیعہ 961ء– 1160ء کوفہ، ہلہ اور ہیٹ

نمیری : شیعہ 990ء– 1081ء رقہ، حران

عقیلی : شیعہ 990ء– 1096ء موصل، شمالی عراق اور شام، دیار بکر

مرداسی : شیعہ 1024ء– 1080ء رقہ، حلب، الیپو، بعلبک

شمالی افریقہ، مصر :

ادریسی : زیدیہ 788ء – 985 ء مراکش

فاطمی : اسماعیلی 909ء – 1171ء قیروان تیونس، مہدیہ تیونس، قاہرہ، فاطمی سلطنت کا پھیلاؤ تیونس سے لیکر ملتان تک تھا۔

بنوکنز : اسماعیلی 1004ء– 1412ء شمالی مصر، اسوان، نیوبا

زیریون : اسماعیلی 972ء– 1148ء الجزائر، افریقیہ

یہ تھیں اعلانیہ شیعہ مملکتیں جن میں زیدیہ، اسماعیلی اور اثناعشری شامل ہیں، زیدیہ سوائے یمن کے کہیں لمبے عرصے کیلئے قدم نہ جماسکے۔ جبکہ اثناعشری علاقائی حکومتوں کا قیام زیادہ تر آل بویہ کا مرہون منت تھا۔ اسی طرح فاطمیوں کی آشیر باد سے اسماعیلی حکومتوں کا قیام عمل میں آیا تھا، ان

حکومتوں کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا، کہ عوام الناس میں شیعہ مذہب مقبول تھا، بلکہ شیعہ حکمرانوں نے اپنی فوج میں موالی اور جتھے بھرتی کر کے حکومتوں پر قبضہ اور زور زبردستی سے لوگوں کا مذہب بدلنے کی کوششیں کیں، لیکن کے اقتدار کا سورج ڈوبتے ہی سوائے چند بدعتی رسوم کے اور غلات صوفی فرقوں کے ان کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا۔

قرامطہ

قرامطی-قرامطہ: عہد 899ء- 1077ء، مطابق 286ھ- 470ھ، اسماعیلی شیعہ، مرکز الاحساء، موجودہ سعودی عرب، اس کا بانی ابوسعید ابن بحرام الجنابی تھا، پیدائش 231ھ یا 241ھ بمقام جنابہ، بوشہر ایران، وفات 301ھ الاحساء، اس نے بحرین میں اپنی حکومت قائم کی، 291ھ میں عمان پر قبضہ کر لیا

6 دسمبر 929ء مطابق 317ھ میں قرامطہ نے حج کے سیزن میں مکہ مکرمہ پر حملہ کیا، وہاں قتل عام کیا، زمزم کو تاراج کیا، اور حجر اسود اکھاڑ کر قطیف لے گئے- اسماعیلیوں میں جھگڑا مبارکیہ فرقے اور اسمعیل بن جعفر کی امامت پر تھا، اور اسی تناظر میں انکے فرقے بنتے چلے گئے، قرامطی، عبداللہ المہدی باللہ 874ء- 935ء کی امامت کی تبلیغ کرنے لگے، جبکہ بعد میں فاطمی سلطنت اسی نے قائم کی، 294ھ میں انہوں حج کے قافلہ پر حملہ کر کے بیس ہزار افراد قتل کر دئے، انکی دہشتگردانہ کاروائیوں کی پشت پناہی فاطمی حکومت کرتی رہی دسویں صدی عیسویں میں قرامطی اثرات کم ہونے لگے، کچھ قرامطی، فاطمی فلاسفی سے متاثر ہو گئے اور یہ مصر، عراق اور ملتان کے علاقوں کی طرف نقل مکانی کر گئے، جبکہ انہیں عیونی سلطنت نے شکست دے دی

ملتان پاکستان: قرامطی اسمعیلی 959ء- 985ء ،مطابق 348ھ- 375ھ، محمود غزنوی نے ملتان کے اسمعیلی قرامطی حکمران ابوفتح داؤد کے خلاف 396ھ میں ملتان پر حملہ کیا، بڑی تعداد میں اسماعیلی مارے گئے، اسکے بعد وہ آبادی میں ضم ہو گئے، اور بعض نے تقیہ کر لیا اور وہی بعد میں صوفی پیر بن گئے -

خرمطی یا خرامطی

یہ ایک ایرانی شیعہ گروہ تھا جس کی بنیاد زرتشت مزدکی ازم پر مبنی تھا انہیں ان کے سرخ لباس کی وجہ سے محمرہ بھی کہتے ہیں ۔قزلباش نے جنہیں ریڈ ہیڈ کہتے ہیں سیاسی اور مذہبی تحریک آذربائجان سے چلائی جس کے نتیجہ میں صفوی سلطنت قائم ہوئ خرامطی نسل سے تھے۔

اس کا لیڈر بابک خرمطی تھا، پیدائش اردبیل ایران 170ھ کے آس پاس، متوفی 224ھ کے نزدیک سمارا، عراق، اس نے یہ تحریک ایرانی ساسانی یا زرتشت مذہب کے احیاء کیلیئے آذربائجان سے چلائ تھی، اسے مزدکی ازم کی شاخ سمجھا جاتا ہے، مسعودی نے اسے مسلم ظاہر کرنے کیلیئے اسے ابومسلم خراسانی کی بیٹی فاطمہ کی اولاد بتایا ہے، بابک خرمی اپنے قلعہ سے 23برس تک کاروائیاں کرتا رہا، بالآخر خیذر بن کاؤس ال افشین ایک عباسی فوج کے جنرل نے اسے گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا، جہاں اسے سزائے موت دے دی گئ آذربائجان پر روسی قبضہ کے دوران بیسویں صدی میں اسے ایک ایرانی ہیرو قرار دے دیا گیا، اور اسکے نام پر ایک شہر اور ڈسٹرکٹ آذربائجان میں بنایا گیا، اور ایک فلم بھی 1979 میں اس پر بنائ گئ، ایران میں بھی قوم پرستوں نے بیسویں صدی عیسوی میں جب پری اسلامک ایران کی طرف دیکھنا شروع کیا، تو اسے نیشنل ہیرو بنا دیا۔

قزلباش

قزلباش ترکمان شیعہ جنگجو گروہ تھا، یہ پندرھویں صدی عیسویں کے بعد آذربائجان، اناطولیہ، آرمینیا، کاکسس اور کردستان میں پھلا پھولا، ان ہی کی بدولت ایران پر صفوی حکومت قائم ہوئ، انہیں فارسی میں سرخ جامگان اور عربی محمریہ کہتے ہیں، جو سرخ لباس اور ایک خاص طرز کی ٹوپی پہنتے ہیں، یہ اثنا عشری ہیں اور انہیں خرمطیوں کا روحانی جانشین سمجھا جاتا ہے

شیخ حیدر اور اسمعیل صفوی اول جو کہ صفویہ صوفی آرڈر کے سربراہ تھے انہیں قزلباش الوہیت کے درجے پر فائز کرتے تھے، جس کی وجہ سے انہیں غلات کہا جاتا تھا۔

جب صفویوں نے تبریز پر قبضہ کیا، تو انکے پاس اثنا عشری مذہب کی کوئی کتاب نہیں تھی، انہوں نے مقامی مارکیٹ سے ایک کتاب خرید کر اس سے رہنمائی حاصل کی، بعد میں لبنان اور عراق سے شیعہ عالم منگوائے گئے جنہوں نے مذہبی بنیاد رکھی، درآمدی ملاؤں نے شروع میں کوئی خاص توجہ نہیں دی اور عام طور پر غلات فلاسفی پر ہی عمل درآمد ہوتا رہا

An Introduction to Shia Islam – Moojan Momen page 397

ترکی میں رہنے والے قزلباش کو انکے عقائد کی وجہ سے باطنیہ سمجھا جاتا ہے

1514ء میں سلطان سلیم اول کے عہد میں عثمانی اور صفوی افواج میں جنگ ہوئی، جس میں قزلباش آرمی کو عبرتناک شکست ہوئی، اور عباس صفوی جس نے الوہیت کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا اس کا بت پاش پاش ہو گیا ایرانی اور ترکمان نسلی چپقلش کی وجہ سے طہماسپ اول صفوی نے ان پر حملہ کر کے ترکمان طاقت کو شکست دی، بعد کے ادوار میں بھی قزلباش طاقت سے خوفزدہ صفوی شاہوں نے آہستہ آہستہ ان کو کمزور کیا اور فوج اور اہم عہدوں پر غیر ترکمان لگانے کی وجہ سے یہ بد دل ہو کر دور دراز علاقوں میں جانے لگے، اور یہ افغانستان اور ہندوستان بھی پہونچے ۔

افغانستان میں یہ اہم عہدوں پر چھا گئے اور کابل و قندھار میں انکی کافی آبادی ہو گئی، پہلی اینگلو افغان وار 1839ء– 1842ء میں قزلباشوں نے انگریزوں کی حمایت کی، جس کی وجہ سے امیر عبدالرحمن خان نے قزلباشوں کو ملک دشمن قرار دے دیا، اور عوام نے ان پر حملے شروع کر دئے، عام طور پر اسے شیعہ اقلیت کے خلاف سمجھا گیا جسکی وجہ قزلباشوں کا شیعہ ہونا تھا- انکی معمولی تعداد رومانیہ اور بلغاریہ میں آباد ہوئی پاکستان میں جنرل یحیی خان قزلباش ایرانی نسل سے تھا۔

ایرانی صوفی ازم

اس دوران باقاعدہ صوفی ازم کا احیاء نہیں ہوا تھا نہ ہی انہوں نے باقاعدہ حکومتیں قائم کی تھیں یہ بعد کے ادوار میں ہوا اور یہ سب واقعات ایرانی علاقوں میں پیش آئے، صوفیوں نے اپنے تانے بانے شیعت سے ملا لئے تھے اور ان میں سے بعض اعلانیہ شیعہ تھے، کچھ نیم شیعہ تھے لیکن اپنے آپ کو سنی ظاہر کرتے تھے اسکی وجہ سنی خلفاء اور سلاطین سے سرپرستی حاصل کرنا ہوتا تھا ۔

تقریبا تمام شیعہ اور سنی صوفیت کا تعلق ایران سے تھا اور ان پر اسماعیلی اثرات بہت نمایاں ہیں، اسکی ایک مثال یہ ہے کہ آل بویہ کے بعد اگر کسی نے اثنا عشری مذہب کو باقاعدہ الگ شکل دی تو وہ صفوی دور میں دی گئی، جبکہ صفویوں کے اجداد سنی صوفی سلسلہ سے تھے، جنہوں نے لبنان اور عراق سے علماء بلا کر شیعہ کی سرپرستی کی، حالیہ اثناعشری مذہب کو عام طور سے صفوی مذہب کہا جاتا ہے، صوفی ازم سے جڑے جتنے بھی شیعہ مذاہب ہیں انہیں غلات میں شامل کیا جاتا ہے ، قرون وسطی کے شیعہ علماء نے ان سے برائت کا اظہار کیا ، لیکن حالیہ دور میں ایرانی انقلاب کے بعد بعض ایسے فرقوں کو دوبارہ سیاسی مصلحت کے تحت شیعہ قرار دیا گیا علم جفر، علم الاعداد، علم نجوم، علم رمل جیسے پراگندہ توہمات کو تصوف نے قرآنی اساس فراہم کی، ان کا کہنا ہے کہ جعفر صادق نے علم جفر پر ایک کتاب لکھی تھی جس میں اہل بیت پر مستقبل میں گزرنے والے آلام و مصائب کا حال لکھا تھا، وہ قران سے حضرت علیؓ نے اخذ کر کے جعفر صادق کو دی تھی۔

علم باطنی یا علم الدنی :

صوفیاء نے یہ عقیدہ وضع کیا کہ قرآن کا ایک ظاہر ہے، اور ایک باطن، اور اصلی مقصود و مطلوب تو باطن ہی ہے، علم الدنی کا تعلق خضر سے ہے، اور حضرت علیؓ کو بھی باطنی علم حاصل تھا۔ قرآنی آیات کی باطنی تاویلات سے وحدت الوجود کو بر آمد کیا گیا، جسکی تفصیل ابن عربی کی تصنیفات میں دیکھی جاسکتی۔ سورۃ بقرۃ کی ایک آیت میں سے چھ قسم کے اذکار بر آمد کئے گئے:

نفس کاذکر، دل کاذکر، ذکر سر، ذکر روح، ذکر خفی اور ذکر ذات ۔

صوفیوں کے پاس ایک مفروضہ حدیث ہے جس کے مطابق حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے مجھے ستر ابواب بتا رکھے ہیں اور میرے سوایہ علم کسی کو نہیں بتایا - باطنی علم کہ سلسلہ بواسطہ حضرت علیؓ، رسول اللہ سے جا ملتاہے-بعض اوقات براہ راست اللہ ملا دیا جاتا ہے-

ابن جوزی اور ذہبی کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ اور حسن بصری کبھی نہیں ملے- عام رائے یہ ہے کہ ان کی بیعت صحابی رسول عمران بن حصین الخزاعی متوفی 35ھ کے واسطے سے ہے۔

اہل تصوف میں تقسیم خرقہ کی روایت کے ساتھ چار پیر، چودہ خانوادہ اور سات گروہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ان روایات میں رافضیت گھول کر پلائی جاتی ہے۔

صوفیاء کے نزدیک قرآن ایک حروف کی کتاب ہے اور اسکے ظاہری معنی کی بجائے اس میں سے حروف کی بھول بھلیاں دریافت کی جانے لگیں، مثلاجو شخص حرف م کو چالیس مرتبہ دیکھے اسکے یہاں خیر و برکت میں اضافہ ہو گا، اسی طرح حرف ب اور حرف ہ کے بارے میں باتیں کہی گئیں - حروفیہ اور نقطیہ سلسلے اسی گورکھ دھندے کے پر عمل کرتے ہیں۔

روح کے بارے میں حلول اور تناسخ کے عقائد:

حیرت انگیز طور پر کشف اور الہام سے وحی کا سلسلہ جاری کر دیا، خواب میں رسول اللہ سے ملاقاتوں کے بعد دعوی کرتے ہیں، کہ ان کا علم اور کشف، رسول اللہ سے راست اکتساب فیض کا نتیجہ ہے۔ رسول اللہ کو تو وحی جبرائیل کے ذریعے آیا کرتی تھی لیکن صوفی اولیاء اللہ کا دعوی ہے کہ انہوں نے راست دیدار الہی کے ذریعہ وظائف کا یہ خزانہ سمیٹا ہے ۔ایک جعلی حدیث گھڑی کہ خواب میں رسول اللہ کا آنا سچ ہوتا ہے۔

نئ اصطلاحات ایجاد کیں جیسے بیعت، وسیلہ، تقوی، توکل، مجاہدہ، تزکیہ، شہید، وصال، فاتحہ اور اجر۔

بیعت روحانی جس میں زندہ یا مردہ پیر کی ارواح سے فیوض و برکات کا حصول۔

حضرت موسی کے مشاہدہ حق سے متاثر ہو کر دیدار ربی، فنافی الرب اور فنافی الفناء کی ایجاد کی۔

تصوف کی امہات الکتب یا الہامی کتابیں : فصوص الحکم، فتوحات مکیہ، حارث محاسبی متوفی 243ھ کی کتاب الرعایہ، سعید بن عیسی الحراج متوفی 286ھ کی کتاب الصدق، ابو بکر سراج متوفی 278ھ کی کتاب اللمع، ابو طالب مکی متوفی 386ھ کی کتاب قوت القلوب، ابوالقاسم قشیری متوفی 465ھ کا رسالہ قشیریہ۔

صوفی نمازیں: صلواۃ فاطمہ : کے بعد گیارہ قدم چلنا ہوتا ہے،

نماز صلاۃ الاسراء : عبدالقادر جیلانی کی نماز ہے جس میں بھی گیارہ قدم چلنا ہوتا ہے،

دیگر نمازوں میں: صلاۃ التسبیح، صلاۃ الحاجات، صلاۃ الخوف، صلاۃ الخضر، صلاۃ اوابین،

صلاۃ استخارہ، صلاۃ النور، صلاۃ غوثیہ وغیرہ شامل ہیں۔

ذکر کے طریقے:

سماع کے نغمے، تنبور کی دھمال، نازنیوں کے عشق کی ترغیب، وجد و حال کی محفلیں، روح کی بالیدگی کیلئے رقص و سرود۔

معراج : آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ایک بار معراج کی سعادت ہوئی، لیکن صوفی آئے دن جنت، دوزخ، عالم بالا، عالم ارواح، عالم علوی اور سفلی کی سیر کرتے پھرتے ہیں، جنہیں براق کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔ آسمان کے ہر عرش پر حضرت علیؓ سے ملاقاتیں بھی کرتے ہیں، جنت اور دوزخ کے مشاہدے بھی کرتے ہیں۔

کرامات کے قصے: صوفی کرامت کے پس منظر میں انکے عقائد ہیں، پہلا یہ کہ صوفی خدا سے براہ راست فیض حاصل کرتا ہے، کچھ صوفی خدا سے متحد ہو جاتے ہیں، کچھ میں خدا حلول کر جاتا ہے، اس اتحاد و حلول کے نتیجہ میں طاقت یا شکتی انکے اختیار اور قابو میں آجاتی ہے، ان کی اکثر کرامات زبانی کلامی ہوتی ہیں جنہیں یہ خود بیان کرتے ہیں یا ان کے مرید کتابوں میں لکھ دیتے ہیں، صوفی ان نفسیاتی مسائل کا بھی شکار ہو سکتا ہے،

جس میں مریض وہم، گمراہ خیالات و اثرات، کیفیات، اور توہم پرستی کا شکار ہو جاتا ہے، کرامتوں کے قصوں سے صوفی کتابیں بھری پڑی ہیں، صوفیوں کے چند قصے اس طرح لکھے گئے ہیں، جس طرح منکر حدیث کا لیبل لگایا جاتا ہے اسی طرح صوفی منکر ولایت کا لیبل لگاتے ہیں۔

اللمع فی التصوف: 382 میں عبداللہ بن علی سراج لکھتے ہیں' بایزید بسطامی کہا کرتے تھے کہ خدا نے ایک مرتبہ مجھے بلند کیا اور اپنے سامنے کھڑا کیا، اور مجھ سے فرمایا: میری مخلوق تجھے دیکھنا چاہتی ہے، میں نے عرض کیا: مجھے اپنی وحدانیت سے مزین کر اور مجھے اپنی انانیت کا لباس پہنا اور مجھے اپنی احدیت تک بلند کر کہ جب تیری مخلوق مجھے دیکھے تو وہ یہ کہے کہ انہوں نے تجھے دیکھا ہے '

اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ' بسطامی کہا کرتے تھے جب میں اس مقام وحدانیت پر پہونچا تو سب سے پہلے میں نے ایسے پرندے کی شکل اختیار کی، جس کا جسم احدیت کا تھا، اور پر دیمومت کے تھے، دس برس میں اس کیفیت میں محو پرواز رہا، اس کے بعد میں ایسی ہوا میں پہونچا جو اس سے ایک لاکھ گنا طاقتور تھی، چنانچہ میں اس ہوا میں اڑتا رہا، یہاں تک کہ میں میدان ازلیت میں پہونچا وہاں پہونچ کر میں نے شجر احدیت کا مظاہرہ کیا۔ بقول سراج، بسطامی نے وہاں کی زمین درخت کی جڑ اور شاخ اور ٹہنیوں کا وصف بھی بیان کیا۔ کہانی جاری رہتی ہے لیکن اس کا اختتام یہ ہوا کہ بقول بسطامی' پھر میں نے توحید کا مشاہدہ کیا' ، یعنی خدا سے اتحاد ہو گیا۔

سہل بن عبداللہ تستری کہا کرتے تھے' جو شخص صدق دل اور خلوص سے چالیس دن تک دنیا سے بے رغبت ہو جائے تو اللہ کی طرف سے اسکے ہاتھوں پر کرامت کا اظہار ضروری ہو جاتا ہے، اور جس سے کرامت کا اظہار نہ ہو اپنے زہد و تصوف میں نہ تو سچا ہے اور نہ ہی مخلص'۔

رسالہ قشیریہ: 678 میں مرقوم ہے کہ احمد طابرانی سرخسی سے کسی نے کہا، کیا تمہارے لئے بھی کوئی کرامت ظاہر ہوئی؟ انہوں نے کہا جی ہاں، جب میں ابتداء میں' ارادہ' کے مراحل طے کر رہا تھا، ایک مرتبہ مجھے استنجے کیلئے ڈھیلے کی ضرورت پڑی تو مجھے ڈھیلا کہیں دکھائی نہ دیا، میں نے اپنی مٹھی میں کچھ ہوا کو پکڑا تو وہ موتی بن گئی، میں نے اس سے استنجاء کر کے پھینک دیا'۔

ابراہیم بن ادھم جب کچھ صدقہ دینا چاہتے تو ان کے گھر میں بالوں سے بنی تھیلیاں سونے چاندی سے بھر جاتی تھیں۔بحوالہ حلیۃ اولیاء

ذوالنون بھی ایک صوفی ولی تھے ان کی کرامت یہ بیان کی گئ کہ ایک مرتبہ وہ چارپائی پر بیٹھے تھے، انہوں نے چارپائی کو حکم دیا گھر کے چاروں کونوں میں گردش کر، حکم ملنے کی دیر تھی کہ چارپائی نے چاروں کونوں میں گھومنا شروع کر دیا، پھر کچھ دیر بعد انہوں نے جارپائی سے رکنے کو کہا تو وہ رک گئی۔

زندیق اور صوفی: ابن جوزی تلبیس ابلیس میں لکھتے ہیں ابتداء میں لفظ زندیق کا اطلاق صوفیاء پر ہی ہوتا تھا، کیونکہ ان لوگوں نے دین کی ابتدائی تعلیمات میں حسب خواہش تحریف کی تھی، یہ لوگ حقائق دین سے بہت دور چلے گئے تھے، ان میں کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے تناسخ کا عقیدہ پھیلایا اور پھر ان میں ایسے افراد بھی پیدا ہوئے جنہوں نے حلول، اتحاد اور وحدت الوجود کے نظریات کو فروغ دیا، یہ لوگ عقیدہ رکھتے تھے کہ خدا کا قرب حاصل کرنے کیلئے دین اسلام کی پیروی ضروری نہیں ہے، اسلام کے علاوہ دیگر ادیان بھی خدا کے تقرب کا ذریعہ ہیں، انسان کسی بھی دین پر عمل کرے خدا کی طرف سے اسے قبولیت حاصل ہو گی۔

چند مشہور صوفی فرقے :

علوی، علاویہ، الوائٹ، بیکتاشی، نعمت الہی، حشاشین، بابک خرمی،

باطنی، بہائی، بابی، دروز، حروفی، کیسانیہ، مہدویہ، قلندریہ، نقطوی،

نوربخشی، نصیری، عبیدی، قرامطی، شیخیہ، توابین، بداویہ، برہانیہ،

چشتیہ، خلوتیہ، کبرویہ، مداریہ، مولوی، مریدیہ، نقشبندیہ، قادریہ،

رحمانیہ، رفاعی، صفوی، سنوسی، شاذلیہ، سہروردیہ، تیجانیہ، اویسیہ، زھبیہ وغیرہ

صوفیوں میں مروج اصطلاحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ، غلات شیعہ فرقوں اور اسماعیلی داعیوں کی فلاسفی برصغیر میں پائے جانے والے صوفیوں میں کتنی عام ہیں۔

صوفی اصطلاحات

صوفی اصطلاحات سے ڈکشنریاں بھری ہوئی ہیں، چند مشہور اصطلاحات درج ذیل ہیں، خاص بات یہ ہے کہ اکثر نمایاں صفات خیالی، توہماتی اور خوش عقیدگی کا پرتو ہیں ورنہ انکی کوئی حقیقت نہیں ہے، اور نہ عملی دنیا میں کسی قسم کا کارآمد فلسفہ ہے۔یہ ان فارغ لوگوں کے اشغال ہیں جنہیں نہ ملت اسلامیہ کی سلامتی سے کوئی سروکار تھا اور نہ ہی ان کے وجود سے کبھی ملت پر آنے والی کوئی تباہی رک سکی ہے۔

حلول، وحدت الوجود، وحدت الشہود، ہمہ اوست، تصرف باطنی، ولایت،

دیدار الہی، کرامات، مشاہدہ حق، باطنی علوم، ذکر قلندریہ، قیوم، قطب،

ذکر نور، کشف قبور، ابدال، پیر کے سامنے ماتھا ٹیکنا، عشق و مستی، سماع،

وجد، قبر پر ماتھا ٹیکنا، جام و مے، غوث، تصور شیخ، طواف قبر،

خواجہ بزرگ، خواجہ خضر، بہشتی دروازہ، رجال الغیب، دھمال، پیران پیر،

کاملین، خرقہ، عارفین، آستانے، سماع موتی، مزارات، درگاہیں، علم غیب،

تصرف، توجہ، بیعت، شفاعت، تناسخ، روح کلی، حالت سکر، حالت صحو، چلے،

شش قفل، ہفت ہیکل، آواگون، کشف، رویاء، قوالی، الہام، دھمال، میوزک،

اصحاب طیران، شطحیات، فناوبقا، واجب الوجوب، واجب الوجود، وغیرہ

جس بنیاد پر صوفی ازم کی تاریخ بیان کی جاتی ہے، یعنی فقر اور فاقہ، وہ تو اب کہیں موجود نہیں ہے، صوفی اللہ کی نعمتوں اور رزق کو ٹھکرا کر ترستے تھے، ان کا خیال تھا کہ شاید بھوکا رہنے یا کم کھانے سے انکے درجات بلند ہو جاتے ہیں، بہت کم صوفی ایسے تھے جو کام کاج کرکے کھاتے تھے، اکثریت بھیک اور مفت کھانے کے عادی تھے، دور اول کے صوفیاء کا تعلق ایران سے تھا اور اکثر کے آباءواجداد مجوسی تھے، بعد کے ادوار میں جب

سلاطین کا دور آیا تو انہوں نے مشنری طرز پر انہیں دور دراز کے علاقوں میں آباد کیا، انہیں سپورٹ کیا اور فری ہینڈ دیا، اسماعیلی مشنری پہلے ہی اکثر علاقوں میں سرایت کر چکی تھی، برصغیر میں سب سے پہلے آنے والے عثمان ہجویری لاہوری کو پانچویں صدی میں غزنوی نے بھجوایا تھا، اسکے بعد ایرانی صوفیوں کا برصغیر میں تانتا بندھ گیا۔ سلاطین نے ان پر عنایات کی بارش کی اور انکی شخصیت کو عوام میں بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا، ایک تو وہ صوفی تھے جنکے حکمرانوں سے تعلقات تھے اسکے بعد دوسرے اور تیسرے درجے کے طفیلی صوفی تھے، اسکے علاوہ کچھ سائیکو قسم کے لوگ ننگ دھڑنگ، گندے، بال بڑھائے مفت روٹیاں توڑتے نظر آتے ہیں۔ مجاوروں کے بھی آمدنی کے حساب سے طبقات ہیں، ہزار پتی، لکھ پتی اور کروڑوں پتی والی گدی کہلاتی ہے، امیر مجاور اور قبروں کے کیئر ٹیکر ارب پتی ہیں اور پشتوں کی روٹیاں بنی ہوئی ہیں، جاگیردار، سیاستدان اور بدمعاش سب طرح کے صوفی ہیں، جادو ٹونے، دھاگے، لوہے کے کڑے، لوہے کی زنجیریں، انگوٹھیاں اور تعویذ وغیرہ صوفی بزنس ایمپائر کا اہم حصہ ہیں، قبر میں قرآن رکھنا یا اعلیحضرت کی کتاب دفن کرنا، انگوٹھوں کے ناخن میں فرضی تصویر دیکھ کر اسے چوم کر آنکھوں سے لگانا، جہالت اور خرافات تو اتنی ہیں کہ اس پر علیحدہ کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ حقیقی زندیق مذہبی یہی طبقہ ہے۔

دسویں صدی ھجری میں اسماعیلی داعی صوفیاء کے لبادے میں ہندوستان آچکے تھے، ان کا تذکرہ ہم اسماعیلی باب میں کر چکے ہیں، ہندوستان کی اسماعیلی حکومت جس کا مرکز ملتان تھا پنجاب سے سندھ کے علاقوں تک علاقوں پر مشتمل تھی، 968ء میں قائم ہونے والی اس اسماعیلی ولایت میں فاطمی امام المعز کا خطبہ پڑھا جاتا، فاطمی سکے لین دین میں استعمال ہوتے - عیون الاخبار کے مطابق امام المعز نے ملتان کے اسماعیلی حکمران سلطان جیلم بن شیبان کے نام ایک مکتوب میں اس کامیابی پر انہیں تحسین کا ایک خط لکھا تھا، اور ہمت افزائی کیلئے سبز رنگ کے چند جھنڈے بھیجے تھے- 1005ء میں محمود غزنوی کے حملوں نے اسماعیلی دعوت کو خاصا نقصان پہنچایا بہت سے اسماعیلیوں نے تقیہ والی سنیت اختیار کرلی، اور جو باقی بچے انہوں نے گجرات نقل مکانی کرلی۔ بحوالہ - عیون الاخبار جلد 6 صفحہ 219

دور ظہور کا اسماعیلی عقیدہ اس خیال سے عبارت تھا کہ، ظاہر اور باطن سے اپنی واقفیت کے سبب تشریح و تعبیر کا واقعی صرف امام منصوص کو ہے، جس کی اتباع کے بغیر غایت دین کا حصول ممکن نہیں ۔ 1256ء

میں سیاسی اقتدار کے خاتمے کے بعد گو امام کی حیثیت پس پشت چلی گئی البتہ اسکی روحانی اور مذہبی حیثیت میں کوئی اضمحلال نہ آیا، نزاری امام مستنصر باللہ جس نے اب شاہ قلندر کی صوفی شناخت اختیار کرر کھی تھی انہوں نے اپنی تصنیف ' پندیات جوانمردی ' میں اس نکتہ کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے

Mustansir Billah II. Pandiyat i Jawanmardi trans Ivanow, W – Leiden 1953

شہاب الدین ابن حباش سہروردی: 1154– 1191ء ان داعیوں اور صوفیوں کے قبیل سے ہیں، جنہیں ان کی درپردہ سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے قتل کیا گیا، اس کا ذکر علیحدہ کیا گیا ہے اور اسے ابو نجیب سہروردی اور شہاب الدین سہروردی سے غلط ملط نہ کیا جائے– صلاح الدین ایوبی نے الحاد کے الزام میں اسے قتل کیا۔

سہروردی کا بھانجہ مشہور شاعر عراقی جب ہندوستان آیا تو ہندوستان میں ان کے مرید بہاء الدین ذکریا ملتانی جو اصل میں خوارزم سے تھے کا مہمان ہوا، اور اپنی دامادی سے سرفراز کیا۔اسمعیلی داعی شہباز قلندر متوفی 1274ء جس نے قلندریہ فرقہ قائم کیا تھا، وہ بھی ذکریا ملتانی کے خاص مریدوں میں تھے، بابا فرید الدین گنج شکر بھی شہاب الدین سہروردی اور فرید الدین عطار کی صحبتوں سے مستفیذ ہوئے۔ اس گروپ میں جلال الدین بخاری بھی شامل تھے، ہندوستانی تصوف کی تاریخ میں ملتان خصوصی اہمیت کا حامل رہاہے، ہندوستان کی طرف بھیجے جانے والے داعی صوفی ملتان کو پہلا پڑاؤ کی حیثیت سے استعمال کرتے، نظام الدین اولیاء جنہیں گنج شکرنے دہلی کی ولایت پر فائز کرر کھا تھا، وہ دہلی سے پاک پٹن آتے اور مہینوں اپنے مرشد کے پاس قیام کرتے۔

خانقاہوں اور زیارت گاہوں کے وسیع جال میں عامۃ الناس کو،اکثر اس بات کا پتہ نہیں ہوتا کہ دراصل کس کی قبر کی زیارت کررہا ہے، عالم اسلام کی بیشتر زیارت گاہیں یا تو اسماعیلی داعیوں کی ہیں جو صوفیاء یا اصحاب باطن کے بھیس میں زیر زمین دعوت میں سرگرم رہے ہیں، یا پھر وہ فرضی قبریں اور آثار ہیں جو اسماعیلی داعیوں نے اپنے خفیہ مراکز کے طور پر قائم کئے تھے۔ یمن میں اسکی مثال اسماعیلی خاتون حکمران حرہ کی وہ قبر ہے جہاں صدیوں سے زائرین کا تانتا بندھا ہے، لیکن زائرین کو پتہ نہیں کہ یہ خاتون اسماعیلی

تھی،لاہور میں بی بی پاک دامن اور کراچی میں عبداللہ غازی کامزار ہے جنہیں حال ہی میں تاریخی حوالوں سے مزین کرکے اس کے ڈانڈے کوفے سے ملادئے گئے ہیں۔

تین شمس الدین تاریخ میں پائے جاتے ہیں۔ امام شمس الدین، شمس تبریز اور پیر شمس الدین ملتانی۔ ریسرچ کے مطابق امام شمس الدین اور رومی کا شمس تبریز ایک شخص کے نام ہیں ، فرہاد دفتری نے نزاری برجندی سے امام شمس الدین کی ملاقات کا اشارہ کیاہے، امام شمس الدین کی امامت کوئی پچاس سال کے عرصے پر محیط ہے، اس دوران وہ اپنے متبعین کی ترتیب و تنظیم کیلئے پیر شمس الدین کے حجاب میں مسلسل سفر کرتے رہے، ان کے بعد نزاری امامت محمد شاہی اور قاسم شاہی سلسلوں میں تقسیم ہوگئی ، دونوں ہی تبریزی کہلاتے ہیں۔

The Ismailis their history and doctrine – Farhad Daftry Cambridge Univ press

The Ismailis in Medieval Socities – Farhad Daftry – London

مولانا روم والے شمس تبریز جنہیں اسماعیلی امام شمس الدین محمد تبریزی بھی کہاجاتاہے، جبکہ بعض انہیں دو الگ الگ شخصیتیں بتاتے ہیں، چند حوالوں میں انہیں ایک ہی شخصیت بتایاگیاہے۔ ان کی پیدائش 581ھ اور وفات 646ھ کی ہے اور مشہور ہے کہ انہیں رومی کے بیٹے نے مار دیا تھا، تبریزی کی رنگین زندگی کی کہانی شبلی نعمانی نے اپنی کتاب مولانا روم میں بیان کی ہے، لکھاہے کہ بڑھاپے میں رومی کی ایک کم عمر کنیز سے شادی کرلی، مولاناروم بہت امیر کبیر تھے انکے محل کے آگے ایک خیمہ میں نئی دلہن کے ساتھ خرمستیاں فرماتے، تومحلے کے بچے باہر مذاق اڑاتے جس پر یہ ناراض ہوکر وہاں سے چلے گئے، البتہ انکی قبر تبریز میں بتائی جاتی ہے، جس طرح یہ بار بار باطنی داعیوں کے سٹائل میں لاپتہ ہو جاتے اور پھر ان کی قبر کی تبریز میں دریافت بہت پراسرار معاملات ہیں۔ مولانا روم بذات خود ایک چلپی نام کم عمر لڑکے کے عاشق ہو گئے تھے، اور کہتے ہیں اسی کی فرمائش پر مثنوی لکھنی شروع کی تھی۔

اسماعیلی پیر شمس الدین ملتانی کے والد نوربخش کو 664ھ مار دیا گیا تھا، پھر یہ بغداد آئے تو انہیں لادینی کے باعث شہر بدر کرا دیا گیا، لیکن یہ 665ھ میں دیبل سے ملتان پہونچے، انکے ساتھ کم عمر لڑکا بھی تھا جس

کی وجہ سے لوگوں نے پتھر مارنے شروع کر دیئے، بھوک مٹانے کیلیئے جادو کے زور سے ایک ہرن پیدا کیا اور چونکہ گوشت پکانے کا بندوبست نہیں تھا، تو انہوں نے سورج کو حکم دیا کہ نیچے آجائے کہ گوشت پکایا جائے، اس دن سے ملتان میں شدید گرمی پڑتی ہے ، ورنہ شاید اس سے پہلے وہاں سنو فالنگ ہوتی تھی، ان کا صوفی سلسلہ شمسی کہلاتا ہے۔

نور بخش: مشہور شیعہ ایرانی صوفی تھا جس کے نام پر نور بخشیہ سلسلہ ہے، اسے میر سید قاہستانی بھی کہتے ہیں پیدائش 795ھ اور وفات 869ھ ہے، عام خیال یہ ہے کہ انکے والد اسماعیلیوں کے گڑھ بحرین سے قائن ایران آئے تھے ، یہ میر سید ہمدانی کا شاگرد بن گیا تھا، اسکی قبر تہران کے نزدیک ہے ، اور اپنی فقہ کی کتابیں ہیں ، یہ صفوی عہد میں اثنا عشری ہو گیا تھا ، اس کا فرقہ بلتستان، لداخ اور کارگل میں پایا جاتا ہے **شمس الدین عراقی:** ایک اور شیعہ ایرانی صوفی تھا، پیدائش 861ھ اور وفات 936ھ، بہت بڑا شیعہ مبلغ تھا اور نور بخشیہ سلسلہ کے ساتھ شیعہ تبلیغ بھی کرتا تھا، اسکی قبر چاڈورہ بھارتی کشمیر میں ہے –

میر علی ہمدانی: ایک اور ایرانی صوفی تھا، جسکی پیدائش 712ھ اور وفات 786ھ کو ہوئی، دیگر صوفیوں کی طرح انکے بارے میں عجیب قسم کی کہانیاں بیان کی جاتی ہیں، کہتے ہیں وفات سوات میں ہوئی لیکن دفن ہزاروں میل دور ختلان تاجکستان میں کیا گیا، ان کا تعلق سمنانی کے کبیر ویہ سلسلہ سے تھا۔

سمنانی کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ ایرانی صوفی ازم کے ساتھ ہندو صوفی ازم کی پریکٹس کرتے ہیں، یہ ھمدان میں اسماعیلیوں کے وہ بچے کھچے عناصر تھے جنہیں ہلاکو نے حسن بن صباح کی ذریت کی صفائی کے وقت نظر انداز کر دیا تھا اور براہ راست بغداد کی سمت چلا گیا تھا، لیکن بعد میں 1383ء میں تیمور نے فارس کے علاقوں میں انکی صفائی کر دی تھی، جس کی وجہ سے نور بخش اور ہمنوا بھاگ کر ملتان، سندھ اور کشمیر آ گئے تھے ۔

شاہ عبد الطیف بھٹائی: پیدائش 1101ھ اور وفات 1166ھ، انکے والد صفوی دور میں ہرات سے سندھ تشریف لائے، انکے بارے میں مشہور ہے کہ یہ تعویذ گنڈے کرتے تھے کہ ایک دفعہ مرزا مغل بیگ ارغون کی بیٹی کو دیکھ اسکے عشق میں مبتلا ہو گئے، اسی وجہ سے ارغون نے انہیں اہل و عیال سمیت وہاں

سے بے دخل کر دیا تھا ، پھر یہ جوگی بن کر ہندوؤں کے مشہور مقام ہنگلاج بلوچستان چلے گئے - تین سال کے جوگ کے بعد واپس آئے اور شاہ جو رسالو تصنیف کی جس سے پتہ چلتا ہے وہ ایک میوزک ڈائریکٹر تھے- انہوں نے سر اور اسکی اصناف پر بحث کی ہے، کچھ سر سندھ کی لوک داستانوں پر بنائے گئے مثلاً سسی پنوں، سوہنی میہڑ، عمر ماروی اور لیان چنیسر وغیرہ کے علاوہ واقعہ کربلا کے موضوع پر ۔

امیر خسرو : پیدائش 1253ء اور وفات 1325ء ، یہ بھی میوزک ڈائریکٹر تھے اور فن قوالی کے موجد تھے، گانے بجانے کے انسٹرومنٹ ستار کی ایجاد کا سہرا بھی ان کے سر ہے، انکے والد شہر سبز ازبکستان سے ہندوستان آئے تھے، اسکی شاعری میں شدت سے رفض پایا جاتا ہے۔

بلھے شاہ : پیدائش 1680ء اور وفات 1757ء، بلھے شاہ کی فلاسفی وہی ہے جو کئی صدی پہلے خراسان میں موالیوں نے شروع کی تھی ،اور بعد ازاں ان ہی موالیوں اور اسماعیلی صوفیوں نے عباسی خلافت کو نشانہ بنایا تھا بلھے شاہ کا نشانہ مغل حکومت تھی اور وہ مسلم حکومت کے مخالف سکھوں کی حمایت کرتے تھے، یہ خود بھی بھاگ کر قصور کے نزدیک ایک گوردوارہ درفتوح میں رہائش پذیر رہے اور گورو تیغ بہادر اور گورو گوبند سنگھ کی حمایت میں سرگردان رہے، انکا وہی پنجابی اسلوب تھا جو ناتھ پنتھیوں اور گورکھ ناتھ کا تھا جس نے سب سے پہلے قاضی اور برہمن کو مطعون کرنے والے شعر کہے تھے اور جس کے بارے میں جوگی سارے ہندوستان میں پروپیگنڈا مہم چلاتے تھے، عین اسی لائن پر چلتے ہوئے بلھے شاہ نے تصوف کے پردے میں شعر کہے، یہ تمام عمر مجرد رہے اور ان پر کفر کا فتوی بھی لگا ،پاکستان کے کمیونسٹ اور سوشلسٹ اسکی اسلام دشمنی کی وجہ سے اسے بہت بڑا گرو گردانتے ہیں ۔ پاکستان میں پنجابی شاعری زوال پذیر ہے ،اور چند گھسے پٹے سینکڑوں سال پرانے صوفی شعراء کو ہی پنجابی کا شاعر قرار دیا جاتا ہے، دلچسپ امر یہ ہے کہ یہ شعر جس زبان میں لکھے گئے ہیں، کوئی اس شاعری کو بنا ترجمہ سمجھ نہیں سکتا۔ ایسے فضول کاموں پر پاکستان کی یونیورسٹیاں دھڑا دھڑ پی ایچ ڈی کی ڈگریاں جاری کر رہی ہیں۔ غلام فرید، شاہ حسین اور بلھے شاہ کی بات جب سمجھ نہیں آتی، تو اسے معرفت کا کلام قرار دے دیا جاتا ہے، یہ ملامتی بھی کہلاتے ہیں، ان کا مقصد دین کو مطعون کرنا اور علماء کی تضحیک کرنا ہے، یہ شعراء نہ صرف بھگتی تحریک کے فلسفہ وحدت الوجود سے متاثر تھے بلکہ ان کا پروپیگنڈا کہ رام، رحیم، مسجد اور مندر میں

کوئی فرق نہیں ہے، اور اس بات پر اصرار کرنا کہ مذہب کے شعائر بے مقصد ہوتے ہیں، اور اصل چیز گیان اور معرفت ہوتی ہے، وجدان اور فنا کے تصورات پیش کرتے تھے- یہ سب ان ہندو تحریکوں سے متاثر تھے جو مسلمانوں کو واپس ہندو بنانا چاہتی تھیں اسی طرح بھگت کبیر کو بھی اونچے رتبہ پر فائز کیا جاتا ہے ہندو ملامتی شاعروں کی تحریکوں میں یہ فرق ہے کہ وہ برہمن ازم کے خلاف اور ہندو ذات پات کی نفی کرتے تھے، لیکن ان نام نہاد مسلمان شاعروں نے سب سے پہلے نسل پرستی کو اپنایا، اور اپنے آپ کو سید اور شاہ کا لیبل لگا کر ہر قسم کی سماجی اور مذہبی مساوات کی توہین کی ہے- یہ شعر ملاحظہ کریں

کتے ملا ہو بلیندے ہو کتے سنت فرض دسیندے او

کتے متھے تلک لگائیدا ہن کس تھیں آپ چھپائیدا

ترجمہ۔ ہے کہ کبھی تم ملا بن کر اذانیں دیتے ہو، کہیں سنتوں اور فرضوں کے احکام سناتے ہو، کہیں ماتھے پر تلک لگا کر دھونی رماتے ہو، یہ تو بتاؤ کہ تم جو اس قدر نئے نئے روپ بدلتے ہو تو بالآخر کس سے چھپاتے ہو ۔

بھگتوں کے سنیاس اور برہمچریہ کے تصور کو صوفیوں کے ترک و تجرد کے تصور سے بڑی مماثلت ہے- بابا گنج شکر کی خانقاہ میں جوگی آیا کرتے تھے، غوث علی شاہ پانی پتی کو پنڈت رام سینہی کی بیوی نے دودھ پلایا تھا اسلئے وہ پنڈت جی کو اپنا والد کہتے تھے، احمد آباد میں شاہ عالم کے عرس کی ابتداء ایک پرانے مندر کے چراغ سے درگاہ کا چراغ روشن کرکے کی جاتی ہے، گلبرگہ میں گیسو دراز کے عرس کی رسمیں جھیلے سے شروع ہوتی ہیں اور مزار کے 66 گز اونچے گنبد پر پھولوں کی جو مالا چڑھائی جاتی وہ سینکڑوں سال سے ایک ہندو خاندان کے افراد چڑہاتے ہیں، معین الدین چشتی اور حمید الدین ناگوری کے عرس میں گوشت استعمال نہیں ہوتا، کاکوری لکھنؤ کی خانقاہ کاظمیہ میں بھی گوشت استعمال نہیں کیا جاتا، صاحب سر کاظم قلندر کے مزار پر دئے جلانے کی رسم ہندو انجام دیتے ہیں- بحوالہ تصوف اور بھگتی-شمیم طارق-انجمن اسلام بمبئی

مادھولال حسین : پیدائش 1539ء اور وفات 1599ء، کی شاعری بھی وہی تسلسل ہے جو پہلے بیان کیا گیا، اسے ایک سترہ اٹھارہ سالہ ہندو لڑکے سے عشق ہو گیا تھا جس کا نام مادھو تھا، اس کے باوجود اسے

تصوف کا ولی اللہ مانا جاتا ہے، اس کی قبر پر میلہ چراغاں ہوتا ہے جس کا حکم رنجیت سنگھ نے اپنے عہد میں دیا تھا، یہ بنیادی طور پر نشئی تھا ہر قسم کا نشہ کرتا تھا، میلہ چراغاں میں اسی لئے بھنگ کے پکوڑے بنائے جاتے ہیں ۔امر دپرستی، خودلذتی جیسے قبیح فعل معاشرے میں صوفیوں نے پھیلائے۔

طاہر القادری کی ایک ویڈیو بہت مشہور ہوئی تھی، جس میں اس نے بتایا تھا کہ منہاج جماعت کا قیام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوا تھا، اس ویڈیو کو لیکر سوشل میڈیا پر بہت ہنگامہ رہا تھا، اس ویڈیو میں بقول طاہر القادری: ' اسے رسول اللہ نے کہا کہ اہل پاکستان نے مجھے آنے کی دعوت دی تھی لیکن میری قدر نہیں کی اب میں ناراض ہو کر واپس جا رہا ہوں '، اس پر قادری نے منت ساجت کی تو سات دن کا دورانیہ اور بڑھا دیا وغیرہ، یہ ویڈیو' یوٹیوب ' پر یہ دیکھی جاسکتی ہے۔

اس سے پہلے تفصیل سے بیان ہوچکا ہے کہ جو صوفی اصطلاحات مروج ہیں انکے تانے بانے اسماعیلی تحریکوں، ان کے داعیوں سے اور یہی حکمت عملی عباسیوں کے مستور امام نے ابو مسلم خراسانی کے ساتھ مل کر بنائی تھیں اور تصوف کی تعلیمات اسی فلاسفی کے زیر اثر کمی بیشی کے ساتھ پائی جاتی ہیں، یہ سب فاطمی اماموں نے اپنے داعیوں کے ذریعہ دنیا بھر میں پھیلائی تھیں، تقیہ ان کا سب سے اہم ہتھیار تھا لہذا انہوں نے اپنے عقائد مستور رکھے ہیں اور آج بھی وہ اجازت نہیں دیتے کہ انکے نام آشکارا کئے جائیں، چند کتابیں ضرور ایسی آئی ہیں جن سے انکے عقائد کا کچھ اندازہ ہوتا ہے جن میں قاضی نعمان اور فرہاد دفتری وغیرہ جن کے حوالے ہی اکثر جگہوں پر موجود ہیں۔

رجال الغائب : مزید صوفی اصطلاحات

قطب الاقطاب، قطب الارشاد، قطب المدار، غوث، ابدال،

اوتار، امامان، مفردان، مستورین، اخیار، ابرار، نقبا، نجبا، مکتوبان،

متوکلان، منعمان، سابقان، مدبران، دستیگران ، محسنان - سید الرجال خضر

اولیائے ظاہرین : کے سپرد مخلوقات خدا کی ہدایت و اصلاح ہوتی ہے۔

اولیائے مستورین : کے سپرد انصرام امور تکوینی ہوتا ہے- انہیں رجال غائب اور مردان غائب کہاجاتا ہے

قطب : ہر زمانے میں ایک قطب ہوتا ہے جسکے مختلف نام ہوتے ہیں۔

قطب عالم، قطب کبری، قطب الارشاد، قطب مدار، قطب الاقطاب، قطب جہاں،

جہانگیر عالم۔ اقطاب کی بے شمار مزید قسمیں بھی ہیں-

غوث : ابن عربی کے مطابق غوث اور قطب الگ الگ شخصیتیں ہیں- عبد القادر جیلانی ان میں سے ایک ہیں،

امامان : قطب کے دو وزیر ہوتے ہیں- ایک دائیں ہاتھ ہوتا ہے دوسرا بائیں ہاتھ۔

اوتار: دنیا میں چار اوتار ہوتے ہیں۔

ابدال : 6 ہوتے ہیں جو مختلف انبیاء کے براہ راست ماتحت ہوتے ہیں، شام میں رہنے والے ابدال لوگوں کو روزی پہنچاتے ہیں۔ شام کے ابدال پر ایک کتاب عربی میں لکھی گئ ہے۔

مفردان : وہ شخص ہوتا ہے جو قطب عالم سے ترقی کرتا ہے۔

ابدال : میں چالیس اخیار ہوتے ہیں۔

نقبا : یہ تین سو ہوتے ہیں اور سب کا نام علی ہوتا ہے۔

نجباء : یہ ستر ہوتے ہیں ان کا نام حسن ہوتا ہے اور مصر میں رہتے ہیں۔

عمد: یہ چار ہوتے ہیں۔

مکتومان : یہ چار ہزار ہوتے ہیں۔

صوفیوں کی مزید اقسام:

ملامتی: قلندر سریانی زبان کا لفظ ہے۔

قلندر: حالات مقامات اور کرامات سے تجاوز کرتا چلا جاتا ہے۔

مجذوب: وہ خدا تک رسائی حاصل کرنے کیلئے بطریق سیر کشفی عیانی چلتا ہے۔

ان روحانیوں کا سالانہ اجتماع ہوتا ہے، جس میں سال بھر کے فیصلے ہوتے ہیں، اس اجلاس میں' الفرد' خدا کا مشیر اول ہوتا ہے ۔

بحوالہ: رجال غائب، اقبال احمد فاروقی، مکتبہ نبویہ لاہور

باطنی۔ باطنیہ

تاریخی لحاظ سے لفظ باطنی اسماعیلیوں کے مختلف فرقوں کیلئے استعمال کیا جاتا ہے، اسماعیلی، دروز، علوی وغیرہ کو باطنیہ میں شمار کیا جاتا ہے

باطنیہ صوفی: جب اسماعیلی انحطاط کا دور شروع ہوا، تو ایوبی کردوں نے اسماعیلیت کے خلاف منظم مہم شمالی عراقی علاقوں میں شروع کردی، ایوبی حکومت کے علاقوں پر اسکے بہت دوررس اثرات مرتب ہوئے اور اسکے تحت وہ سنی صوفی کہلانے لگے، لیکن باطنی خیالات کے ساتھ، بعد کے صوفی نہ صرف عراق بلکہ دیگر علاقوں میں بھی اپنے مخصوص نظریات کے تحت سرایت کرگئے، عبدالحلیم شرر نے فردوس بریں، تاریخی ناول اسی بیک گراؤنڈ میں لکھا تھا، اس کے بعد انہوں نے حسن بن صباح پر کتاب تحریر کی ،انکے مطابق باطنیوں کا آخری بادشاہ 1254ء میں التمونت علاءالدین محمد تھا، اسی دوران منگول حملے شروع ہوگئے، ابن علقمی اور نصیر الدین طوسی بغداد میں عباسی سلطنت میں اونچے عہدوں پر فائز تھے ، اور بعد میں خلافت بغداد کے خاتمہ کے بعد ہلاکو کے منظور نظر بنے، ان دونوں میں چپقلش ہوئی اور طوسی، التمونت کے دربار میں چلا گیا، لیکن سازش یہ کی کہ باطنیوں کے قلعوں پر تاتاری قابض ہوجائیں، اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ تاتاریوں نے انکی اینٹ سے اینٹ بجا دی، جس زمانے میں ہلاکو نے باطنیوں کا قلع قمع کیا ،اسی دوران مصر کے سلطان بیبرس نے ارض شام کے اسماعیلیوں کا استیصال شروع کردیا، آخر نتیجہ یہ ہوا

کہ فدائی ہونا ساری اسلامی دنیا میں جرم قرار پایا، حکومتیں اور عوام بھی ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، جستجو کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے بہت باطنی ارض شام، عراق اور ایران میں رہ گئے تھے، تیمور لنگ جب فتوحات کے پھریرے اڑاتا مازندران میں داخل ہوا تو وہاں ہلاکو سے بچ رہنے والے اسماعیلیوں کے قدیم ٹھکانے بھی ختم کردئے ، آل عثمان نے جب بلاد یمن کو فتح کیا تو وہاں پر اسماعیلی آباد نظر آئے، عرب کے ساحلی علاقوں حضر موت، بحرین میں اسماعیلیت کی جڑ قائم ہو چکی تھی، یہاں خلافت بغداد کے خلاف باغی پناہ لئے ہوئے تھے، اور فاطمیوں کے حمایتی تھے۔ یہاں سے وہ سندھ اور ہندوستان کی طرف نکلتے جاتے تھے، سندھ سلطنت عباسیہ کے تابع تھا لیکن یمن و بحرین سے جانے والے اسماعیلیوں نے آہستہ آہستہ پورے سندھ پر اپنے مذہب کا نفاذ کر دیا، ان کے مرکز منصورہ اور ملتان میں قائم ہوئے، جس ابوالفتح سے سلطان محمود نے ملتان چھینا تھا، وہ اسی اسماعیلی خاندان کا پچھلا وارث تھا، اسی وجہ سے وہ سندھ کے سومرہ خاندان والے بادشاہوں کو جن کا آخری وارث ابوالفتح تھا ملاحدہ کہتے تھے، ابوالفتح فرار ہو کر لاپتہ ہو گیا، بعض کہتے ہیں سلطان محمود نے بحال کر دیا تھا۔

باب ازم — بہائی

یہ بنیادی طور پر اثنا عشریہ شیعہ کی شاخ ہے، اس کا بانی علی محمد باب تھا، پیدائش شیراز 1819 ء وفات تبریز 1850ء، اسے موت کی سزا دی گئی اور اسکی باقیات کو اسرائیل میں دفن کیا گیا، جس پر بہت بڑا مقبرہ تعمیر کیا گیا ہے۔

شیخی سلسلہ۔ یہ ایک شیعہ سلسلہ تھا جس کا بانی شیخ احمد زین الدین الاحسائی 1753ء – 1826ء تھا، اس کے مرید بھی دیگر سلسلوں کی طرح غائب امام اور مہدی کی واپسی کے منتظر تھے، باب اسی سلسلہ کی کڑی تھا، جسے ایک خواب نظر آیا جس کے بعد اس نے الوہیت کا اعلان کر دیا، پہلے اس نے لفظ باب یعنی خفیہ امام کے چار معاونین کا دروازہ قرار دیا، اپنی کتاب قیوم الاسماء میں اس نے پیغمبری کا دعوی کیا، اس کے بعد اس بابی مذہب فرقوں میں تقسیم ہو گئی، لیکن بہاء اللہ اسکا جانشین بن گیا جو 1921ء میں حیفہ اسرائیل میں فوت ہو گیا، اسکے پیروکار دنیا کے بہت سے ملکوں میں رہتے ہیں۔

مہدی

شیعت میں مہدی کا رول بہت اہم ہے، اور سینکڑوں لوگوں نے مہدی یا مہدی کے نائب ہونے کا دعوا کیا ، مہدیوں میں سے ضیاء عبدالزہراء کاظم وفات 2007ء، ملٹری کمانڈر تھا جس نے مہدی ہونے کا دعوی کیا نجف میں مارا گیا۔ محمد بن عبداللہ قحطانی نے 1979ء میں حرم کعبہ پر قبضہ کر لیا تھا اس نے بھی مہدی ہونے کا دعوی کیا تھا۔ بعض مشہور دعویداران مہدی، مہدی موعود وغیرہ درج ذیل ہیں-

عبداللہ بن معاویہ بن جعفر بن ابی طالب	متوفی130ھ
محمد بن اسماعیل المکتوم	متوفی197ھ
عبداللہ المہدی باللہ	متوفی323ھ
ابوالفضل الاصفہانی	319ھ میں دعوا کیا
کاڈو ابن معرک الماواتی بربر	متوفی 300ھ
محمد المہدی باللہ	334ھ کے نزدیک
محمد ابن المستکفی	334 ھ میں دعوا کیا
حسن بن صباح	متوفی 518ھ
ابن تومرت	اعلان 515ھ
فضل اللہ استربادی ۔	دعوی 788ھ
صالح بن طریف بربری ۔	744ء مراکش

بعد کے دور میں نوربخش، محمد ابن فلاح، سید محمد جونپوری، شیخ بدرالدین،

احمد ابن ابی محلی، شاہ اسمٰعیل صفوی، محمد نور پاک ذکری، احمد المنصور،

احمد ابن ابی محلی، آغا محمد رضا، بوزیان، علی محمد شیرازی باب، محمد احمد بن عبداللہ،

مرزا غلام احمد، ویلس محمد، محمد بن عبداللہ قحطانی، ریاض احمد گوہر شاہی، عارفین محمد،

سیدنا محمد ولائے، ضیاء عبدالزہرا کاظم اور انڈونیشیا کی زہرہ فونا اور درجنوں ایسے ہیں جو امام مہدی، مہدی الموعود، یا امام مہدی کے نائب ہیں، انکی بھی ایک طویل فہرست ہے ۔

محمد انکی پیدائش 977ھ نے مہدیت کا دعوی کیا اور ذکری فرقے کی بنیاد رکھی۔ اسے آپ تصوف سے متاثرہ مہدی تو کہہ سکتے ہیں لیکن یہ شیعہ امامت والی فلاسفی پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ یہ اپنی کتابیں خفیہ رکھتے ہیں، اسماعیلیوں، دروز اور الوائٹ کی طرح اپنے عقائد چھپا کر رکھتے ہیں۔ ان کا مرکز کوہ مراد، کیچ مکران، صوبہ بلوچستان میں ہے، یہ سلسلہ ایرانی بلوچستان تک پھیلا ہوا ہے۔

مشہور ایرانی صوفیاء

سہروردی سلسلہ: بانی ابو نجیب : پیدائش 1097ء مطابق 491ھ سہرورد زنجان ایران، 1168ء بمطابق 563ھ

قادریہ سلسلہ : بانی عبدالقادر : پیدائش گیلانی ایران 470 ھ، متوفی 1166ء، بمطابق 561 ھ شاید ایران سے تعلق چھپانے کیلئے انہیں جیلانی، کیلانی لکھتے ہیں ،شیعہ کتاب چودہ ستارے میں انہیں چنگ سید تحریر کیا ہے۔ انکی کتاب غنیتہ الطالبین پر حکومت پاکستان نے پابندی لگائی ہوئی ہے۔

چشتی سلسلہ : معین الدین چشتی سیستانی : چشت ہرات کے پاس ہے، پیدائش سیستان 1143ء، مطابق 538ھ، متوفی 1236ء، بمطابق 633 ھ

نقشبندیہ سلسلہ : بانی بہاءالدین نقشبند بخاری : پیدائش 1318ء، قصرہندوان ، مطابق 718ھ۔ متوفی 1389ء بمطابق 792ھ ،انکا نسب شیعہ جعفر صادق سے جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے ، کوئی حسن عسکری سے جوڑ رہا ہے، بظاہر دیکھنے میں یہ واحد صوفی سلسلہ ہے جسے خلیفہ ابو بکر صدیق سے جوڑا گیا ہے، لیکن غور کریں تو یہ سلسلہ شیعہ جعفر صادق سے منسلک ہے، یہ اس لئے بھی منفرد ہے کہ یہ جہاد پر یقین رکھتا ہے اور کاکیشیا میں انہوں نے عسکری مذاہمت کی سرپرستی کی ۔

ابراہیم بن ادھم: انکا تعلق بلخ خراسان سے تھا،انکی قبر کئی شہروں میں ہے جن میں صور، بغداد، دمشق اور شام بھی شامل ہے۔ابن مندہ نے 64 صفحات پر مشتمل ایک مسند ابراہیم بن ادھم تحریر کی تھی۔

ابوحامد غزالی : پیدائش طبران طوس، ڈسٹرکٹ خراسان ایران، 1058ء مطابق 450 ھ، متوفی 505 ھ طوس میں دفن ہوئے ، بعد کے بڑے بڑے صوفیاء بغداد میں ان کے مدرسہ سے منسلک تھے، دراصل تمام بڑے صوفی سلسلہ اسکے بہت بعد میں ہی ترتیب دئے گئے، اور علی ابن طالب تک کھینچ تان کر پہنچائے گئے ۔مولاناروم کی طرح عمر کے آخر میں تصوف کے وائرس سے متاثر ہوگئے تھے ۔

جنید بغدادی: جنید بن محمد الخراز القراریری، 830ء– 910ء ، مطابق 215ھ– 298ھ ،یہ اپنا نسب شیعہ موسی کاظم سے جوڑتے تھے ، ان کے آباء و اجداد کا تعلق نہاوند سے تھا۔ان کا دعوی تھا کہ یہ آٹھویں دن کھانا کھاتے ہیں، لیکن بہت لحیم شحیم تھے،اسی وجہ سے لوگوں کو شک تھا کہ ان کا یہ کہنا کہ آٹھویں دن کھانا کھاتے ہیں جھوٹ ہے۔اپنے نظریات بیان کرتے وقت تقیہ کرتے اور گھر کے دروازے بند کر کے بات کرتے،اسی وجہ سے حکومت کے عتاب سے بچتے رہے اور حلاج اور ابن عطاء والا انجام نہیں ہوا، دیگر صوفیوں کی طرح ان پر کفر اور زندیقیت کا الزام بھی لگا لیکن عقائد خفیہ رکھنے کی وجہ سے بچتے رہے۔

سری سقطی : یہ جنید بغدادی کے چچا تھے اور انکی پیدائش 155ھ میں کرخ میں ہوئی ، وفات 251 ھ میں ہوئی،انکا استاد حبیب عجمی تھا،ایرانی الاصل تھے، یہ کباڑ کا کام کرتے تھے سقطی کا مطلب کباڑ ہے

فریدالدین عطار نیشاپوری: 1145ء– 1221ء ،مطابق 540ھ– 618ھ، پیدائش اور وفات ایران ، نیشاپور۔

بایزید بسطامی : پیدائش 804 ءمطابق 189ھ بسطام،کومیس، مازندران ایران ،آباء واجداد زرتشت تھے، وفات ایران، ترکی یا بنگلہ دیش، 874ءمطابق 261ھ ہوئی۔

علاءالدولہ سمنانی : بانی کبرویہ، پیدائش سمنان ایران، 1261 ءمطابق 660ھ، وفات 1336ء سمنان، مطابق 736ھ۔

نجم الدین کبری : کبرویہ سلسلہ، پیدائش 540ھ خیوا ، خوارزم، وفات کھنہ گورگنج 618ھ۔

رفائی سلسلہ : احمد ابن علی الرفائی، پیدائش 512ھ واسط عراق، وفات 578ھ واسط عراق۔ یہ اپنا سلسلہ نسب شیعہ موسی کاظم سے جوڑتے ہیں۔

رومی : سلسلہ مولویہ، جلال الدین رومی الخطیبی البکری، پیدائش بلخ 1207ءمطابق 604ھ، وفات قونیا 1273ءمطابق 672ھ، اس سلسلہ میں نئی جدت کہ مسجد کے ساتھ ڈانس ہال بنائے گئے، درجنوں تکیے بھی ساتھ ہی بنائے گئے، 1925ء میں مصطفے کمال نے ان سب پر پابندی لگادی، لیکن بعد میں ان کا ایجاد کردہ پھرکی ڈانس دوبارہ شروع ہوگیا۔

شمس تبریزی : مولانارومی کے مرشد، پیدائش تبریز 1185ءمطابق 581ھ، وفات 1248ء خوئی آذربائجان ایران، مطابق 646ھ- مولانا رومی سے ان کی پہلی ملاقات کی چار مفروضہ کہانیاں ہیں، جو مولانا شبلی نعمانی نے اپنی کتاب مولاناروم میں لکھی ہیں-شمس تبریز نام کا ایک صوفی ملتان میں بھی ایک نوعمر لڑکے کے ساتھ وارد ہوا تھا، ملتان میں ایک اور شمس سبزواری نام کا صوفی ہے جس کے تانے بانے اسمعیلیوں سے ملتے ہیں ان کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔

ابن سینا : البلخی البخاری، 980ءمطابق 370ھ، بمقام افشانہ آذربائجان، وفات 1037ءمطابق 429ھ ھمدان ایران، ابن سیناکے والد اسمعیلی شیعہ تھے ۔

علوی قزلباشی : یہ شیعہ صوفی سلسلہ بلغاریہ میں پایا جاتا ہے ۔

باعلوی : محمد بن علی باعلوی، پیدائش حضر موت 574ھ - وفات 653ھ، حضر موت اور یمن ، یہ شیعہ سلسلہ ہے

نعمت الہی : شاہ نعمت ولی اللہ ۔ یہ 14ویں یا 15ویں صدی عیسوی میں ہوئے، انکی پیدائش کرمان ایران میں ہوئی اور انکا مقبرہ ماہان، ایران میں ہے، جیسا کہ وطیرہ ہے کہ تمام صوفیاء کو سنی کہ دیا جاتا ہے حالانکہ ان کے بنائے گئے سلسلہ شیعہ عقائد پر مبنی ہوتے ہیں، ایسا ہی نعمت الہی سلسلہ کے ساتھ ہے لیکن وہ کھل کر اپنے آپ کو شیعہ بتاتے ہیں، یہ سلسلہ دکن میں بھی چلا لیکن اسکے پیر علی شاہ دکنی صفوی دور میں ایران واپس چلے گئے، جیسا کہ صوفی پروپیگنڈا موثر ثابت ہوتا ہے، کیونکہ جاہل عوام کو ذہن پر زور ڈالنا نہیں پڑتا ، ایک وقت تھا برصغیر میں شاہ نعمت ولی اللہ کی پیشینگوئیوں کا بہت پروپیگنڈا کیا جاتا تھا، جہلاء زبردستی اسے ایک دوسرے کو سناتے تھے ۔

قلندریہ : یہ باقاعدہ سلسلہ نہیں ہے لیکن تسلسل سے مختلف علاقوں اور ادوار میں زور پکڑتا رہا ہے، اسے ایک طرح کا احتجاجی صوفی سلسلہ کہ سکتے ہیں جو کسی بھی فقہ یا قانون کی مخالفت کرتا نظر آتا ہے، جواء، منشیات، مختلف العقائد پر عمل کرنا، انکے یہاں نظر المرد ایک پریکٹس ہے، جس میں داڑھی مونڈ دی جاتی ہے یہ سلسلہ عام طور سے کفر اور خرافات پر مبنی ہے، لیکن برصغیر ایسی واہیاتیوں کی آماجگاہ ہے، اور یہاں جاہل صوفی اسکی سرپرستی کرتے نظر آتے ہیں، قلندری گانے ناچ اور خاص طرز کا ڈھول پاکستان کے میلوں ٹھیلوں میں عام ہے، حالانکہ قلندریہ سلسلہ کا آغاز اندلس سے ہوا اور وہاں سے شمالی افریقہ اور لیونٹ اور ایران میں پھلا پھولا، اس سلسلہ کی کھوکھ سے ملامتیہ سلسلہ نے جنم دیا ۔

ملامتیہ : یہ ملامت سے ہے، اس فرقہ کا آغاز نیشاپور سے نویں صدی عیسویں میں ہوا ، اور شروع میں ایک آزاد منش سلسلہ تھا ، لیکن جب بغدادی اور خراسانی تصوف کا احیاء ہوا ، تو یہ سلسلہ بھی صوفی ازم میں ضم ہوگیا، یہ چلن عام ہوگیا کہ ہر طرح کے رافضی، شیعہ، مجوس اور ہنود باوجود مختلف العقائد اور طرح

طرح کی رسوم کے صوفی کہلانے لگ گئے ، ان کا چلن اینٹی فقہی مسالک ہوتا ہے، جس میں یہ مسجد اور امام مسجد کا تمسخر اڑاتے ہیں، حج روزہ نماز پر پھبتیاں کستے ہیں، امرد پرست ہوتے ہیں اور ان کے تکیے منشیات پرستی کا گڑھ ہوتے ہیں، بھنگ کو مذہبی جذبہ سے پیتے ہیں، جب بھنگ کو کوٹا جاتا ہے تو ڈنڈے پر گھنگھرو باندھ دیتے ہیں، اور پھر گھنگھرو کی آواز پر رقص کرتے ہیں، گانجا، افیم عام استعمال کرتے ہیں۔ کئی دانشور اپنے آپ کو فخر سے ملامتی کہتے ہیں۔

6 جنوری 2006ء میں ایک مضمون جرنل اور اسلامک سٹڈیز میں شائع ہوا تھا، جس میں نیشاپور کے سلسلہ میں ابو عبد الرحمن السلامی متوفی 1021ء کے حوالے سے بتایا گیا ہے، انہوں نے سب سے پہلے ملامتی سلسلہ کے بارے میں لکھا، اسکے علاوہ الحاکم نیشاپوری نے بھی اس کا ذکر کیا۔

ملامتیہ صوفی کی سائیکی منافقت پر مبنی ہے، دیگر صوفیوں کی طرح ذات کی نفی تو کرتے ہیں لیکن عملی کردار مختلف ہے، ملامتی صوفی جس نے نیشاپور میں اسکی بنیاد رکھی، اسکا نام حمدون القسار متوفی 884ء ہے- بقول این میری شمل عثمان الہجویری گنج بخش ملامتیہ اور قلندریہ دونوں کو غلط قرار دیتے ہیں۔

پاکستان میں سوٹ بوٹ پہنے بیوروکریٹ، سیاستدان، اینکر، صحافی، علماء اور مشائخ ،اپنے آپ کو ملامتی کہنا باعث افتخار سمجھتے ہیں، اور وہ منصور حلاج، دیسی شمس تبریز جسے لواطت کے الزام میں عوام نے ملتان میں عوام نے پتھر مارے، مادھولال حسین کی لڑکے سے عشق کی کہانی، شادی شدہ عورتوں کے گھر سے بھاگ جانے کی صوفی داستانوں سے متاثر ہو کر ملامتی کہلانے کی کوشش کرتے ہیں، جن کا رہن سہن نوابی ہے، صرف ان ہی ملامتیوں کو جہلاء میں دیومالائی حیثیت حاصل ہوئی جو کہ شاعر تھے ۔انگریز دور میں کاسہ لیسی کی بدولت جاگیریں لینے والے شیعہ اور لاہور کے رافضی سرمایہ دار بلھے شاہ ٹائپ ملامتیوں کو بہت سپورٹ کرتے ہیں۔ فرید شکر گنج کی اولاد پیر زادہ کہلاتی ہے، شجرہ نویسی بھی آمدن کا بہت بڑا ذریعہ ہے، شیعہ اور سنی علیحدہ علیحدہ پیسے لیکر نسبی شجرے بناتے ہیں، دیگر ممالک میں بخاری سنی ہوتے ہیں لیکن پاکستان میں ان کی

اکثریت شیعہ ہوتی ہے۔ ایک وقت تھا جید علمائے دیوبند اپنے آپ کو چشتی لکھتے تھے اور اب بھی انکے صوفی سلسلوں میں بیعت ہوتی ہے، مولانا مودودی کی وفات پر جماعتی اخباروں نے انہیں چشتی سلسلہ سے جوڑا تھا۔ پیر گولڑہ اور پیر سیال کو الہام ہوا کہ پاکستان کے اعوان علوی ہیں، حالانکہ 1901ء کی مردم شماری میں اسے مقامی ذاتوں میں شمار کیا جاتا رہا تھا۔ کرم کے علاقے میں بنگش اپنے آپ کو حضرت خالد بن ولید کی نسل سے بتاتے ہیں لیکن اکثر رافضی ہیں، یہ ہمارا موضوع نہیں ہے ورنہ اس پر علیحدہ کتاب لکھی جاسکتی ہے، ایک مشہور سنی امام دعوی کرتے تھے کہ وہ امام غائب کی اولاد میں سے ہیں اور انکے جد امجد غیبت کبری کے دوران پیدا ہوئے تھے -

منصور حلاج

پیدائش فارس ایران 858ء مطابق 244ھ، وفات 922ء مطابق 311ھ، حلاج کے دادا زرتشت پروہت تھے، لیکن انکے والد نے اسلام قبول کیا اور حلاج نے 12 سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا، فارس اور خراسان وغیرہ کے علاقوں کی بدقسمتی تھی کہ عوام نے اسلام تو قبول کرلیا تھا لیکن کم ہی ایسے مدارس تھے جہاں وہ شرعی تعلیم حاصل کرسکتے، جو لے دے کر چند دانشور تھے انہیں صوفی ازم کا جنون چڑھا ہوا تھا، حالانکہ مروجہ صوفی سلسلے بہت بعد میں عمل میں آئے، لیکن حلاج جیسے نومسلم طالب علم کو ہمہ اوست اور فنا کے لیکچروں نے شاید انکے ذہن کو فلسفیانہ موشگوفیوں میں الجھادیا، اس زمانے میں جو بھی صوفی ازم کے رہنما تھے ان سب کے جنگجویانہ نوعیت کے سیاسی اور فرقہ ورانہ عزائم تھے ۔

حلاج کو بھی ایک صوفی سہل الشوستری میسر آگئے، جو 203ھ میں شوشتر صوبہ خوزستان ایران میں پیدا ہوئے اور 283ھ میں بصرہ میں انتقال کرگئے۔ یہ سلیمیہ سلسلہ تصوف کے بانی تھے، انہیں تستری بھی لکھا جاتا ہے، انکے عقائد انتہائی متنازعہ اور الحاد پر مبنی تھے اور انکے بارے میں مشہور واقعہ ہے کہ انہوں نے محدث ابو

داؤد سے فرمائش کی کہ اپنی زبان نکالو کہ میں چوم لوں جس سے حدیث رسول بیان کرتے ہو۔ اس زمانے میں صوفی ازم باقاعدہ ایک پیشہ نہیں بنا تھا بلکہ نام نہاد تصوف دین میں رہتے ہوئے انفرادی تزکیہ نفس کا نام تھا۔ بعد میں پیشہ ور مریدوں نے محیر العقل کرامات لکھ کر اپنی مشہوری کی ۔

ان کے استاد ذوالنون مصری تھے جنکی پیدائش 180ھ مصر میں ہوئ اور وفات 245ھ موجودہ قاہرہ میں ہوئ، 214ھ میں انہیں الحاد کے الزام میں بغداد جیل بھیج دیا گیا تھا، خلیفہ نے سزا معاف کی تو یہ مصر واپس چلے گئے اور وہیں 860ء مطابق 245ھ وفات پا گئے ۔

قرآن میں ظاہر اور باطن والی تھیوری تستری نے پیش کی تھی جبکہ اسلام آئے ابھی مشکل سے 200 برس ہی گزرے تھے، صوفی طریقہ ذکر کرنے والی تھیوری کے موجد بھی یہی تھے، انہوں نے تفسیر التستری لکھی تھی جس میں متنازعہ باتیں لکھی گئ تھیں۔

"I am the Proof of God for the created beings and I am a proof for the saints (awliya) of my time"

Sufism: The Formative Period. University of California Press. pp. 38–43. ISBN 978-0-520-25269-1.Co-publisher: Edinburgh University Press.

منصور حلاج نے بصرہ میں شادی کی اور وہاں انکے سالے نے زیدی شیعہ جنگجوں سے ملوایا ،جو عباسی خلافت کے خلاف زنج خروج میں ملوث تھے، یہ خروج 256ھ اور 270ھ کے درمیان وقوع پذیر ہوا تھا، اسکا سرغنہ علی بن محمد تھا جس نے بحرین جاکر اپنے آپ کو شیعہ داعی کی حیثیت سے پیش کیا، اور لوگوں کو بھڑکایا لیکن ناکام رہا، 256ھ میں اس نے افریقی النسل لوگوں کو بصرہ میں اکسایا انکے ساتھ علوی اور کچھ بدو بھی شامل ہوگئے ، یہ خروج 14 سال تک بدامنی پیدا کرتا رہا بالآخر عباسی کمانڈر ابو احمد ابن المتوکل نے اس کا قلع قمع کیا۔شیعہ حوالوں میں لکھا ہے کہ شیعہ آشیر باد کیلئے قم بھی گئے لیکن وہاں سے ناکام لوٹے ۔

حلاج مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہاں ایک سال رہے پھر بغداد آکر تصوف کو خیر باد کہا اور تبلیغ شروع کردی بڑے امراءو وزراءان کی شاگردی میں آئے، لیکن انہوں نے اس پر دھوکہ دہی کاالزام لگا دیا، اگلے پانچ سال یہ مشرقی ایران میں جہادی فوجوں اور مدرسوں میں تبلیغ کرتے رہے، اور پھر واپس بغداد آگئے لیکن دوبارہ مکہ گئے تو وہاں انکے پرانے صوفی ساتھیوں نے جادوگری اور جنوں سے دوستی کا الزام لگا دیا، وہاں سے یہ ہندوستان اور ترکستان چلے گئے اور 290 ھ میں مکہ واپس آگئے، یہاں سے دوبارہ بغداد آئے اور عجیب قسم کے دعوے کرنے لگے جس پر انہیں عدالت میں کھڑا کر دیا گیا، لیکن شافعی پروسیکیوٹر نے الزامات کو رد کر دیا، بغداد میں انکے عقائد کے خلاف ایک تحریک شروع ہوگئی۔ 296ھ میں خلیفہ المقتدر عباسی کو ہٹانے کی سازش ناکام ہوئی، تو اسکے بعد ان کے شیعہ وزیر نے پھر کاروائی شروع کردی، جس پر حلاج بغداد سے فرار ہوگئے، لیکن تین سال بعد گرفتار کرکے لائے گئے، اور نو سال تک جیل میں رہے– 310 ھ میں قرامطی قرار دے کر موت کی سزادی گئی، خلیفہ نے معافی دے دی لیکن اسی وزیر کی تحریک پر موت کی سزا دے دی گئی، اور لاش کو دجلہ میں پھینک دیا گیا، جہاں ایک یادگار کھڑی کی گئی تھی جو 1920ء میں سیلاب برد ہوگئی۔

اگر غور کیا جائے تو حلاج کے حالات زندگی بہت دردناک اور قابل عبرت ہیں، اور یہ تمام اسلامی فقہی فرقوں کیلئے تختہ مشق تھے ، حلول کا عقیدہ بہت سے صوفی رکھتے ہیں اور بعد میں بھی اس کا دفاع کرتے رہتے ہیں، یہ عقائد فقط حلاج ہی کے نہیں تھے بلکہ اہل تصوف میں ایسے خرافات بہت عام تھے اور نعوذباللہ خدا کو تختہ مشق بنایا جانا عام سی بات تھی، کبھی خدا کے دوست بن جاتے، کبھی خدا کی ذات سے غلط ملط ہو جاتے، کبھی خدا ان کے اندر حلول کر جاتا ، معرفت کی آڑ میں معشوق کے حسن کے قصیدے لکھ دیتے ہیں، عام صوفی بھی حلاج کے خلاف تھے۔ ان کے عجیب وغریب عقائد تھے جن میں تناسخ، روح کلی، آتما، مہاتما، پرماتما، عالم جبروت، عالم ملکوت، عالم ناسوت، وحدت الوجود اور وحدت الشہود، حیات قبر، کبھی حالت

جذب میں ہو جاتے اور کبھی نیند میں بھی تاریخ وعقائد پتہ لگ جاتے، ان کے عقیدے اور انکی تشریحات پڑھنے والی ہیں۔

حلاج کے معدودے چند حمایتوں میں اسلامی فلاسفر ابن طفیل ابو بکر بن محمد بن عبدالملک القیسی اندلسی متوفی 581ھ، اور دوسرے حمایتی شہاب الدین یحیی ابن حباش سہر وردی، متوفی 577ھ جو حکمت اشراق یا الومینیشین تھیوری کا موجد تھا اور جس نے قدیم ایرانی زرتشت فلسفہ کو اسلام سے غلط ملط کر دیا تھا۔ گو ایرانی اور شیعہ ہی اسکے حمایتی اور ناقد ہیں، شہاب الدین سہروردی پر الحاد کا الزام لگایا گیا، اور 1191ء مطابق 587ھ میں الملک الظاہر کے حکم پر باطنی ہونے کے الزام پر موت کی سزادے دی گئ تھی۔ تیسرا حمایتی اثناعشری عالم اور فلاسفر ملا صدرا، وہ صدرالدین محمد شیرازی 980ھ-1050ھ تھے جو حکمت اشراق یعنی الومینیشن تھیوری کے بھی استاد تھے۔

رفاعیہ: بانی احمد بن علی الرفاعی، پیدائش واسط عراق 512ھ، وفات 578ھ واسط عراق، یہ اپنا نسب شیعہ موسی کاظم سے ملاتے ہیں، حریری صوفی سلسلہ اسکی شاخ ہے، جسے محمد علی الحریری نے 667ھ میں قائم کیا، یہ سلسلہ سکڑتے سکڑتے صرف چند عرب ممالک تک محدود رہ گیاہے۔ رفاعی صوفی کئی قسم کے کرتب دکھاتے تھے اور غیر شرعی حرکات میں ملوث تھے، جیسا کہ زندہ سانپ نگلنا یا سانپوں کے کرتب دکھانا

صفویہ: اس کا بانی صفی الدین اردبیلی کرد تھا، پیدائش 650ھ اردبیل ایران، اور وفات 735ھ اردبیل ایران، اور انکے مرشد زاھد گیلانی ہوئے، جن کا نام تاج الدین الکردی ال سنجانی تھا، متوفی 701ھ جو زاھدیہ صوفی سلسلہ کا بانی تھا- اردبیلی کی شادی زاہد گیلانی کی بیٹی سے ہوئ، اور اولاد شیعہ اثناعشری ہو گئی، یہ اپنے عقائد میں غلات مسیانی تھے اور خود کو قانون سے مبرا سمجھتے تھے- اس سلسلہ میں اسمعیل نے صوفی سلطنت کی بنیاد رکھی اور انتہاءپسند اثناعشری شیعت کا نفاذ کیا۔ اسی نے لبنان اور شام سے شیعہ عالم بلائے اور سنی عوام کا جبری مذہب تبدیل کروایا، مسجدوں پر جبری قبضہ کیا، اردبیلی کی کتاب جس کا نام 'صفوۃالصفا' تھا اسے ابن بزار نے تحریر کیا تھا جن کا نام رکن الدین توکلی متوفی 735ھ تھا-

اویسی : اس صوفی سلسلہ نے عجیب مضحکہ خیز کی تھیوری بنا کر اسے اویس قرنی سے منسوب کر دیا، جس میں عالم ارواح کو اویس تصور کرتے ہوئے روحانی تعلیم حاصل کرتے ہیں، اویسی سلسلہ کی کبرویہ شیعہ شاخ شاہ مقصود انگھانے مغرب میں قائم کی اور خاندانی جھگڑوں کے بعد یہ سلسلہ تقسیم ہو گیا، انگھا کی بیٹی ناہید انگھا اور داماد علی کیانفرنے انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف صوفی ازم کیلیفورنیا میں قائم کی ہے۔

محمدیہ اویسہ سلسلہ کی تھیوری بھی بہت عجیب وغریب ہے، محمدیہ اویسیہ صوفی سلسلہ میں صرف ایک نام نورالدین عبدالرحمن جامی کا ملتا ہے، جنکی پیدائش تربت جام خراسان 817ھ اور وفات ہرات خراسان 898ھ ہے- پاکستان میں بھی یہ سلسلہ موجود ہے۔

ذھبیہ : شیعہ صوفی سلسلہ، اس کا تعلق تیسری صدی ہجری کے معروف بن فیروز کرخی سے ملتاہے اندازے کے مطابق جنکی پیدائش 133ھ بغداد اور وفات 200ھ ہے، ایک اور حوالے کے مطابق ذھبیہ شیعہ سلسلہ نویں صدی ہجری میں قائم ہوا ، یہ میر علی ہمدانی کے کبرویہ سلسلہ کا تسلسل تھا ، یہ بھی کہاجاتا ہے کہ ذھبیہ سلسلہ کا تعلق نجم الدین کبری متوفی 618ھ سے ہے، جو ذھبیہ سلسلہ کے 12ویں قطب تھے، نجم الدین کبری، رزبہان باقلی متوفی 606ھ کے داماد تھے۔

قطب : سلسلہ ذھبیہ کی درجہ بندی کچھ اسطرح ہے، سب سے پہلے پیر، پھر ولی، اسکے بعد شیخ اور آخر میں قطب، اور قطب کا شجرہ طریقت شیعہ امام رضا متوفی 203ھ تک پہونچتاہے، اس سلسلہ کی دیگر شاخیں یانام اسطرح ہیں۔ الھیہ، محمدیہ، علاویہ، رضاویہ، مہدیہ، معروفیہ، کبرویہ اور احمدیہ ۔

محمد علی مؤذن خراسانی کا سلسلہ: تحفہ عباسیہ میں اسے ام السلاسل قرار دیا گیاہے ، صفوی حکومت آنے کے بعد یہ سب شیعہ ہوگئے اور اب یہ سلسلہ صرف شیعہ اثنا عشری میں ہی باقی رہ گیاہے- معروف الکرخی جن کے والدین عیسائی تھے، اور انکے شاگرد سری السقطی کا شیعہ امام رضا سے کسی بھی رابطہ کا شیعہ علماء نے انکار کیاہے، بشمول آیت اللہ ابن الرضا برقعی، ملاباقر مجلسی اور مرتضی مطاہری۔ جہاں تک ہمارا ناقص علم ہے شیعہ صوفی ازم پر یقین نہیں رکھتے۔ لیکن بعض صوفی سلسلوں میں شیعہ نام پائے جاتے ہیں اور اکثر صوفی شیعہ

تھیوری پر مبنی ہیں، البتہ صوفی ازم کی آبیاری ایران میں ہوئ ہے،لہذا نام نہاد سنی صوفی اور محدثین پر شیعہ اثرات بہت زیادہ ہیں ۔ یاصوفی اپنی مشہوری کیلیئے ال بیت والاڈرامہ بناتے ہیں۔

https://library.tebyan.net/fa/190659/

صوفی سلسلے مغرب الاقصی کے علاقوں میں:

سنوسی : سلسلہ حسنی ہونے کے دعویدار ہیں اسی سلسلہ میں کنگ ادریس 1951ء میں لیبیا کے تخت پر بیٹھا لیکن معمر قذافی نے 1969ء میں اسکا تختہ الٹ دیا۔

شاذلیہ : اسکا بانی ابوالحسن شاذلی تھا، پیدائش تنجیر مراکش 1196ءاور وفات مصر 1258ء ، یہ اپنا نسب ادریسیوں سے ملاتے ہیں ۔

تیجانیہ: اسکابانی احمد تیجانی تھا پیدائش الجزائر 1735ء، وفات فیض مراکش 1815ء۔

ایران میں زیدی شیعہ حکومتیں

البرز پہاڑی سلسلہ کے درمیان یہ
حکومتیں قائم ہوئیں، جس میں طبرستان، دلمان اور گیلان شامل ہیں ۔

طبرستان : میں انکی حکومت 250ھ سے لیکر316ھ تک قائم رہی، درمیان میں تیرہ چودہ سال کاوقفہ آیاتھا - 316ھ میں علوی فوج اور زیاریان سلطنت کا بانی، اور آل بویہ کے بانی کے تینوں بیٹے سامانی سلطنت سے جا کر مل گئے، اسی لئے آل بویہ کو زیدیہ شیعہ کہاجاتاتھا، ان کی دلمان اور گیلان میں مقامی حکمرانی 900ھ تک رہی

حسن ابن زید: 864ء سے 884ء، مطابق 250ھ– 271ھ، طبرستان

محمد ابن زید: 884ء سے 900ء تک، مطابق 271ھ– 287ھ

طبرستان، سامانیوں نے اسے ہلاک کردیا

حسن ابن علی ال اطروش: 914ء سے 917ء، مطابق 302ھ– 305ھ،

اس نے دیلمہ اور گیلان کے لوگوں کو زیدی فرقہ میں تبدیل کردیا۔

ابو محمد حسن ابن قاسم: 917ء سے 928ء، مطابق 305ھ– 316ھ کے درمیانی عرصے میں

تین مرتبہ حکومت کی، یہ ال طروش کی حکومت میں کمانڈر تھا اور اسکا جانشین بھی، لیکن الطروش کے بیٹوں نے نصیریوں کے ساتھ مل کر اور مکان ابن کاکی کی مدد سے تختہ الٹ دیا، اور بالآخر افسر ابن شیرویہ نے جنگ میں ہلاک کردیا، ابوالحسین احمد ابن حسن نے 919ء مطابق 307ھ، اور دوبارہ 923ء مطابق 311ھ مختصر حکومت کی ۔

ابو جعفر حسین ابن ابوالحسین احمد: 927ء مطابق 315ھ، سامانی حکومت نے اسے مختصر اقتدار دیا، لیکن بعد میں بخارا بے دخل کردیا، زیاریدکے ساتھ مل کر طبرستان پر قبضہ کی ناکام کوشش کی ۔

البویہ کی ایران پر حکمرانی

آل بویہ کا شجرہ نسب: اولاد ابی شجاع بویہ بن فنا خسرو بن تمام بن کوہی بن شیر زیل بن شیر کیدہ بن شیر زیل بن شیران بن شیر ویہ بن سیسان بن سیس بن فیروز اور یہ سابور ذی الاکتاف فارسی پر منتہا ہوتا ہے۔

فارس پر 934ء سے 1062ء، مطابق 323 ھ – 454ھ تک حکومت رہی اور اسکی امارت پر فائز اکثر عراق کے بھی امیر تھے۔

رے، اصفہان اور ہمدان : 935ء سے 1038ء، مطابق 324ھ – 430ھ

عراق اور خوزستان : 945ء سے 1055ء، مطابق 324ھ – 447ھ

ایران پر سنی حکومتوں کا تسلسل

طاہری : 821ء سے 872ء تک، مطابق 206ھ – 259ھ،

مرکز خراسان اور دارالحکومت مرو اور نیشاپور، یہ عباسی خلافت کے ماتحت تھے اور گورنر بغداد بھی رہے، سیستان کی امارت بھی ان کے پاس رہی۔

صفاری : 861ء سے 1002ء تک، مطابق 247ھ – 393ھ،

انکی حکومت پرشیا، گریٹر خراسان اور مشرقی مکران موجودہ پاکستان تک رہی، ان کا دارالحکومت زارنج حالیہ صوبہ نمروز، افغانستان میں تھا۔

سامانی: 819ء سے 999ء تک، مطابق 204ھ – 390ھ،

مرکز خراسان، آمو دریا کے پار علاقے جنہیں ٹرانس آکسینیا کہتے ان میں آجکل ازبکستان، مغربی تاجکستان، جنوبی قزاقستان، ترکمانستان کے حصہ اور مغربی کرغزستان شامل ہیں، ایران کے شمال مشرقی حصے اور وسط ایشیا۔

ساجد خاندان : یوسف ابن ابی سج - 889ء سے 929ء، مطابق 276ھ - 317ھ،

سلطنت آذربائجان ایران، آرمینیا، زنجان رے اور قزوین، دارالخلافہ مراغا، مشرقی ایرانی آذربائجان اور دوسرا اردبیل، ایران 314ھ میں یوسف کو خلافت عباسی طرف سے الاحساء میں قرامطہ کی سرکوبی پر مامور کیا گیا۔ جس نے 315ھ میں کوفہ کے قریب انہیں شکست فاش دی۔ بعض حوالوں میں قرمطیوں سے کوفہ میں جنگ 313 ھ تحریر کی گئی ہے اور 314ھ میں عراقی حجاج مکہ مکرمہ نہیں جاسکے تھے۔

زیاری سلطنت: 931ء سے 1090ء تک، مطابق 319ھ - 483ھ،

یہ زرتشت نسل کے حکمران تھے۔ ان کا ارادہ بغداد پر قبضہ کر کے ساسانی سلطنت کا احیاء تھا۔ لیکن بعد میں اسکے حکمران مسلمان ہو گئے اور انہیں سنی حکمران لکھا گیا ہے۔ اس سلطنت پر آل بویہ کے حملے جاری رہے اور 1090ء مطابق 483ھ میں اسماعیلی حسن بن صباح نے طبرستان پر قبضہ کر لیا اور انکی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ انکے دارالحکومت اصفہان، رے، گورگان، آمل مازندران میں رہے۔ انکے ایک حکمران کیکاؤس متوفی 1087ء مطابق 480ھ سے محمود غزنوی نے اپنی بیٹی کی شادی کر دی تھی۔

ناصری سلطنت : 1029ء سے 1225ء تک، مطابق 420ھ - 622ھ،

ان کا مرکز سیستان تھا اور اسے صفاری سلطنت کا تسلسل کہا جاتا ہے۔ انکا دارالحکومت زرنج تھا جو صوبہ نمروز افغانستان میں ہے۔ ایک ناصری مسلم سلطنت غرناطہ میں بھی گزری ہے جس کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

سلجوق سلطنت : 1029ء سے 1194ء تک، مطابق 420ھ - 591ھ،

دارالحکومت نیشاپور، رے، اصفہان، مرو اور ہمدان ، یہ عظیم سلطنت تھی جو اناطولیہ، لیونٹ سے لیکر ہندوکش تک اور سینٹرل ایشیا سے پرشین گلف پر محیط تھی، انہوں نے مرو اور نیشاپور پر 1037– 1038ء، مطابق 429ھ میں قبضہ کیا اسکے بعد 1046ء مطابق 438 ھ، عباسی خلیفہ القائم نے سلجوق حکومت کو تسلیم کرنے کا فرمان بھیجا، 10 ستمبر 1048ء، مطابق 440ھ بازنطینی آئیبیریا پر حملہ کیا اور معرکہ کاپٹرون میں انہیں بدترین شکست دی ، ایک لاکھ جنگی قیدی بنائے اور دس ہزار اونٹوں پر مال غنیمت لیکر آئے، 1055ء مطابق 447ھ آل بویہ کا بغداد سے مکمل قلع قمع کر دیا۔

غزنوی: 955ء سے 1186ء تک، مطابق 344ھ – 582ھ ،

دارالحکومت غزنی اور لاہور ، 3 مئی 1006ء مطابق 396ھ ملتان پر حملہ کر کے اسماعیلیوں کا قلع قمع کیا۔

خوارزم شاہی سلطنت : 1077 ء سے 1231ء تک، مطابق 470ھ – 629ھ۔

انکی حکومت سینٹرل ایشیا، ایران اور افغانستان پر قائم تھی، انکا دارالحکومت گورجنگ شمالی ترکمانستان تھا اسکے بعد سمرقند، غزنی، تبریز اور رے صوبہ تہران میں قائم رہا، 1219ء مطابق 616 ھ میں منگول چنگیز خان نے اس پر حملہ کیا اور تمام شہروں کو تاراج اور شہریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا- کہتے ہیں دنیا کی تاریخ میں سب سے زیادہ انسانی ہلاکتیں اس وقت ہوئیں، خوارزمی افواج منگول حملہ کے بعد عراق کی طرف چلی گئیں اور ایوبی حکومت کی مدد کی، یروشلم کی فتح اور ساتویں کروسیڈ میں لڑتے رہے، کئی یادگار جنگیں لڑیں جنہوں نے یورپ کی عیسائی حکومتوں کو لرزہ بر اندام کر دیا۔

منگول ایمپائر : 1231ء سے 1256ء تک، مطابق 629ھ – 654ھ

ایل خانات : 1256ء سے 1335ء تک، مطابق 654ھ – 736ھ

چوپانی : 1338ء سے 1357ء تک، مطابق 739ھ – 758ھ،

انکا تعلق منگول فیمیلی سے تھا۔ال خانات کے زوال کے بعد انہوں نے ان کی جگہ لے لی، ان کا مرکز آذر بائجان تھا، اور انکی حکومت جغرافیائی علاقے اران پر تھی، جسے آجکل آذر بائجان کہتے ہیں، اسکے علاوہ اناطولیہ، عراق اور ویسٹ سینٹرل پرشیا پر حکومت تھی جبکہ جیلائری منگولوں نے بغداد پر قبضہ کر لیا تھا۔

مظفری : 1335 ءسے 1393 ءتک، مطابق736ھ– 796ھ،

ان کی حکومت بلوچستان سے اران جسے آجکل آذر بائجان کہتے ہیں تک قائم تھی۔

جلائری : 1335ءسے 1432ءتک، مطابق736ھ– 836ھ،

حکومت عراق اور سینٹرل ایشیا، آذر بائجان پر تھی

یہاں سنی حکومتوں کا دور ختم ہوا اور کرد سنی سلسلہ تصوف سے تعلق رکھنے والے صفویوں کی حکمرانی 1502ء مطابق1497ھ میں قائم ہوئی جنہوں نے ماڈرن دور کی شیعہ اثنا عشری کی بنیاد رکھی اور وسیع پیمانے پر جبری سنی عوام کو شیعت اختیار کرنے پر مجبور کیا۔

ماوراء النہر

یہ علاقہ ترکستان کے علاقے پر مشتمل ہے جسے مسلم افواج نے پہلی صدی ہجری میں ہی فتح کر لیا تھا، یہ علاقہ دریائے جیحوں اور دریائے سیحوں کے درمیان واقع ہے جسے آمو دریا اور سیر دریا بھی کہتے ہیں۔ اسکی جغرافیائی حدود میں پانچ بڑی مملکتیں ہیں۔ تاجکستان، ترکمانستان، کرغیزستان، ازبکستان، قزاقستان، اور اسکے علاوہ آذربائجان اور آرمینیا وجارجیا وغیرہ شامل ہیں۔

اس علاقے کی ایک تاریخ ہے محدثین، علماء اور صوفیاء کی بڑی تعداد اس علاقے میں پیدا ہوئی۔ جس میں علوم ریاضی، طب، فلسفہ، حدیث، تفسیر، تاریخ، لغت علوم شامل ہیں۔ اس پر مختصرا ایک نظر ڈالتے ہیں۔

بخارا :

یہ شہر آجکل ازبکستان میں شامل ہے، اور 54ھ میں عبید اللہ بن زیاد بن ابیہ کے ہاتھوں فتح ہوا اور اسلامی مملکت میں داخل ہوا۔ مزید فتوحات 61ھ بمطابق 681ء میں سالم بن زیاد اور اسکے بعد مکمل فتح قتیبہ بن مسلم کی سپہ سالاری میں 91ھ بمطابق 708ء میں ہوئی ۔

امام بخاریؒ کو یہاں سے نسبت ہے اور وہ اسکے نزدیک خرتنگ میں 256ھ بمطابق 869ء فوت ہوئے۔

مشہور طبیب و فلسفی ابو علی حسین بن عبد اللہ معروف ابن سینا 428ھ بمطابق 1036ء فوت ہوئے

ان کے علاوہ عبید اللہ بن مسعود المحبوبی البخاری متوفی 748ھ اور محدث یزید بن ہارون متوفی 206ھ وغیرہ شامل ہیں۔

ترمذ :

یہ شہر جمہوریہ ازبکستان، جیحوں کی مشرقی سمت میں ہے اور افغانستان کے نزدیک ہے، مسلمان یہاں 56ھ میں سعید بن عثمان بن عفانؓ کی سپہ سالاری میں داخل ہوئے اور اسکے بعد موسی بن عبد اللہ بن خازم 69ھ بمطابق 689ء جبکہ مکمل فتح قتیبہ بن مسلم کے ہاتھوں 93ھ بمطابق 711ء ہوئی۔

امام محمد بن عیسی ترمذیؒ صاحب سنن، متوفی 279ھ مطابق 892ء۔

عراقی شافعی شیخ محمد بن احمد بن نصر الترمذی المعروف جعفر ترمذی ،جنکی ولادت 201ھ بمطابق 816ءاور وفات 295ھ بمطابق 907ء ہوئی، جو کہ صاحب کتاب' مجموعہ شرح المذہب' ہوئے۔

صوفی الحکیم الترمذی محمد بن علی بن حسن بن بشرا ترمذی، متوفی 320ھ بمطابق 932ء، جو ترمذ میں ہی مدفون ہیں اور صاحب کتاب' ختم الولایت اور علل الشریعہ' ہیں۔

خوارزم:

مغربی ازبکستان میں ترکمانستان اور ازبکستان واقع ہے، خیوہ کے نام سے مشہور ہے، سپہ سالار قتیبہ بن مسلم نے 88ھ مطابق 706ء فتح کیا، یہ خوارزم شاہ کا مرکز تھا۔

محمد بن احمد البیرونی المعرف الریحان البیرونی متوفی 440ھ مطابق 1048ء، کتاب ' تحقیق مالھند من مقولہ مقبولہ فی العقل اومرذولہ' ۔

محمد بن موسی الخوارزمی عالم ریاضی متوفی 236ھ، مطابق 850ء، کتاب' کتاب الجبر والمقابلہ'

محمود بن عمر الخوارزمی المعروف ابی القاسم زمخشری، ولد 467ھ مطابق 1075ء اور متوفی 538ھ مطابق 1143ء، مؤلف' اساس البلاغہ' ،و' المفصل' ،و' الکلم النوابغ'

سمرقند کے نزدیک خیوق میں الشیخ امام قدوۃ المشائخ نجم الدین ابوجناب الخیوقی، احمد بن عمر بن محمد المعروف نجم الدین کبری، رسالہ' الھائم من لومہ الائم' –

سمرقند :

یہ جمہوریہ ازبکستان میں ہے اور پھلوں کی پیداوار کی وجہ سے مشہور ہے، سعید بن عثمان بن عفانؓ کے ہاتھوں 55ھ مطابق 675ء فتح ہوا ،اسکے بعد سالم بن زیاد 61ھ مطابق 681ء اور آخر میں قتیبہ بن مسلم کے ہاتھوں 93ھ مطابق 711ء فتح ہوا ۔

محمد بن محمود الماتریدی المعروف ابی منصور الماتریدی، فقیہ و متکلم، ولد ماترید و متوفی سمرقند 333ھ مطابق 944ء۔

ابو منصور محمد بن احمد سمرقندی علاء الدین، متوفی 539ھ، مطابق 1144ء، فقیہ حنفی کتاب ' تحفۃ الفقہاء' ۔

ابو للیث نصر بن احمد سمرقندی متوفی 373ھ، صاحب الکتاب ' تنبیہ الغافلین باحادیث سید الانبیاء والمرسلین'۔

شاش :

ازبکستان میں سیحون کے کنارے، اسے منطقہ طشقند کہا جاتا تھا، قتیبہ بن مسلم کے ہاتھوں 94 ھ مطابق 712ء میں فتح ہوا ۔

ابو بکر علی القفال الشاشی، التوفی 336ھ۔

الہیثم بن کلیب بن سریج بن معقل، ابو سعید الشاشی الحافظ، عالم دین، متوفی 335ھ، مصنف 'المسند'

فاراب :

قزاقستان میں ہے، اسکی فتح قتیبہ بن مسلم کے ہاتھوں، 95ھ مطابق 840ء خلافت عبد الملک بن مروان ہوئی، اور بعد میں فتح سامانی دور 225ھ مطابق 840ء، نوح بن اسد کے ہاتھوں خلافت معتصم باللہ میں ہوئی۔
محمد بن محمد بن اوزلغ بن طرخان ابو نصر المعروف فارابی، عالم اور فلسفی، ولد 259ھ و متوفی 339ھ۔

اسماعیل بن حماد ترکی الاتراری ابو نصر مشہور الجوہری، متوفی الارجح 393ھ۔

مرو :

ترکمانستان میں ہے، حاتم بن نعمان الباہلی کے ہاتھوں 31ھ مطابق 651ء فتح ہوا ، اور بعد میں عبد اللہ بن عامر کو بعہد خلیفہ عثمان بن عفان ؓ بھیجا گیا ۔

ابراہیم بن المروزی معروف ابی اسحق المروزی، متوفی340ھ، کبار فقہاء شافعی شیخ البغداد، مؤلف 'شرح مختصر المزنی' اور 'الفصول معرفۃ الاصول'۔

فقیہ عبداللہ بن احمد بن عبداللہ ابو بکر معروف المروزی، ولد328ھ و متوفی418ھ، تصنیف 'شرح فروع ابن الحداد'۔

فقیہ حنفی محمد بن محمد بن احمد المروزی ابوالفضل معروف حاکم الشہید، متوفی334ھ مطابق955ء، تصانیف 'الکافی' و' المنتقی'۔

نسا :

جنوب مغربی ترکمانستان عشق آباد–فتح بعہد خلیفہ عثمان بن عفانؓ ۔ 31ھ مطابق 651ء

احمد بن شعیب النسائی ابو عبدالرحمن المعروف النسائی، ولد215ھ و متوفی303ھ، مؤلف ' سنن' و' المجتبی ' جسے سنن صغری کہتے ہیں۔

عالم حمید بن مخلد بن قتیبہ الازدی، ولد180ھ و متوفی251ھ، صاحب کتاب' الترغیب والترہیب' و کتاب' الاموال'۔

نسف :

جیہوں و سمر قند کے درمیان ازبکستان میں، اسلامی حکومت میں قتیبہ بن مسلم کے ہاتھوں92ھ مطابق710ء داخل ہوا یا پھر90 ھ میں ۔

عالم عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی الحنفی، متوفی 710 ھ مطابق1310ء۔

عمر بن محمد بن اسمعیل ابو حفص اور لقب نجم الدین، حنفی فقیہ، ولد461ھ، مطابق1069ء اور متوفی سمرقند 537ھ مطابق1142ء، مؤلف' طلبہ الطلبہ فی الاصطلاحات الفقہیہ'، اور' تاریخ سمرقند' و ' العقائد النسفیہ'۔

امام جعفر بن محمد بن المعتز المستغفری النخشبی ابو العباس، مشہور المستغفری، ولد 350ھ مطابق 961ء، متوفی 432ھ مطابق 1040 ء ۔

ماوراء النہر کے مشہور مفسرین

امام عبد بن حمید بن نصر الکسی یا الکشی: متوفی 249ھ مطابق 863ء، مؤلف ' تفسیر '، ' المسند الکبیر ' اور ' المنتخب ' ۔

امام ابو المنصور الماتریدی: محمد بن محمد بن محمود بن محمد الماترید السمرقندی، کتاب ' تاویلات اہل سنت ' ، یا تاویلات ماتریدیہ، ' رد قرامطہ و شیعہ ' ، ' رد کتاب الامامۃ لبعض الروافض ' ، ' رد علی اصول القرامطہ '

متوفی 332ھ۔

ابو بکر الشاشی: محمد بن علی بن اسماعیل الامام، ابو بکر الشاشی، فقیہ الشافعی المعروف بالقفال، ولد 291ھ مطابق 904ء، اور متوفی 365ھ مطابق 976ء، مصنف ' جوامع الکلم ' ، و ' دلائل النبوت ' ، و ' محاسن الشریعہ ' ۔

ابو نصر سمرقندی الحدادی: امام احمد بن محمد ابن احمد ابو نصر السمرقندی، الحدادی، متوفی بعد 400ھ۔

برہان الدین النسفی: محمد بن محمد بن محمد ، ابی الفضل یا ابی الفضائل ، حنفی، متوفی 686ھ۔

ابو البرکات النفسی : عبد اللہ بن احمد بن محمود، حافظ الدین، ابو البرکات، متوفی 710ھ مطابق 1310ء، مؤلف ' کنز الدقائق ' ، ' المنار فی اصول فقہ ' ۔

علاء الدین السمرقندی: علی بن یحیی السمرقندی الحنفی، متوفی 861ھ۔

صالح بن محمد الاسدی: صالح بن محمد بن عمرو بن حبیب بن حسان بن ابی اشرس بن المنذر بن عمار الاسدی، ولد کوفہ 205ھ، سکونت بغداد، 266 ھ میں ماوراء النہر تشریف لائے، متوفی 291ھ، تصانیف تفسیر القرآن، وجرح وتعدیل، وکتاب النوادر۔

ابراہیم بن معقل النسفی: ابراہیم بن معقل بن الحجاج النسفی ابن خداش بن یزید، ابواسحق، قاضی نسف، حنفی متوفی 295ھ، مؤلف تفسیر القرآن، والاستسقاءات فی نکات، ومسند فی الحدیث۔

البجیری : عمر بن محمد بن بجیر بن خازم بن راشد ابن حفص الھمدانی البجیری السمرقندی الحافظ، ابو حفص سمرقندی، 223ھ– 311ھ۔

البزدوی : علی بن محمد بن حسین بن عبدالکریم بن موسیٰ بن عیسے بن مجاہد البزدوی، حنفی، 400ھ– 482ھ۔

مؤلف المبسوط، وشرح جامع کبیر فی فروع الفقہ حنفی، وشرح جامع صحیح بخاری، وکنزالوصول الی معرفۃ الاصول الفقہ، وشرح جامع الصغیر، کشف الاستار فی التفسیر۔

الکاشغری : حسین بن علی بن خلف بن جبریل ، ابوعبداللہ الالمعی الکاشغری مشہور بالفضل، متوفی 484 ھ مؤلف ' المقنع فی تفسر القرآن' کتاب' التوبہ' ، کتاب' الورع' ابو حفص النفسی۔

علامہ، محدث، ابو حفص عمر بن محمد بن احمد بن لقمان النسفی الحنفی، نجم الدین النفسی: 461ھ– 537ھ، مؤلف ' التیسر فی تفسیر القرآن' ، و' الاکمل الاطول'، و' طلبۃ الطلبۃ فی اصطلاحات الفقیہ' ، و' العقائد النسفیہ' ۔

امام ابو بکر النسائیؒ، النفتازانی: عبیداللہ بن ابراہیم بن ابی بکر، اہل نساء اور تفتازان، متوفی 550ھ

ابوالفتح الاسمندی السمرقندی : محمد بن عبدالحمید بن حسین بن حسن، السمرقندی الفقیہ حنفی، 488ھ– 552ھ، مؤلف ' بذل النظر فی الاصول' ، و' تحفۃ الفقہاء فی الفروع' ، و ' تفسیر القرآن' ، و' حصر المسائل وقصر الدلائل فی شرح منظومہ النسفی' ۔

ابوالحامد السمرقندی : محمود بن احمد بن الفرج بن عبدالعزیز، ابوالحامد اسمرقندی، اسغدی الساغرجی، 480ھ۔ 555ھ۔

علی الرامشی حمید الدین: علی بن محمد بن علی الرامشی البخاری، متوفی662ھ، مؤلف ' الفوائد' ، و' شرح المنظومیہ النسفیہ' ، و' شرح الجامع الکبیر' ، وکتاب' الفوائد علی اصول بزدوی' ۔

الزندی : محمد بن محمد بن محمد، تاج الدین، ابو محامد، البخاری الزندنی، محدث، مفسر، امام، متوفی700ھ

القوشجی : علی بن محمد السمرقندی، الاصل الرومی الحنفی علاء الدین، مشہور القوشجی، متوفی قسطنطنیہ879ھ و دفن جوار ابو ایوب انصاری ؓ ۔

مؤلف' حاشیہ علی اوائل حاشیہ تفسیر الکشاف' ، و' جواہر التفسیر' ، و' شرح علی تجرید'

محمد السمرقندی : محمد بن اشرف السمرقندی ، شمس الدین، عالم، فاضل، محقق، عالم بالمنطق و الفلک و الھندسہ ، متوفی878ھ

امیر بادشاہ : محمد امین بن محمود بخاری المعروف امیر بادشاہ، مفسر، اصولی، فقہاء حنفیہ، اھل بخارا، متوفی 972ھ اور 982 ھ کے درمیان۔

عبید اللہ خان بن امیر محمود سلطان ازبکی ، متوفی976ھ۔

الشروانی : محمد بن صدر الدین الشروانی، مفسر، فقہاء الحنفیہ، متوفی1036ھ۔

حوالہ: المفسرون فی بلاد ماوراء النہر، احمد الامیر محمد جاھین اسماعیل، 2013ء جامعہ الازھر۔

خراسان

آیئے ایک نظر ڈالتے ہیں کہ ساتویں آٹھویں صدی عیسویں میں گریٹر خراسان کی کیا ہیئت تھی ۔

یاد رہے کہ 622 ء کو 1 ہجری سال تھا اور 722ء کو 104 ہجری سال تھا، 749ء مطابق 132ھ خلافت بنی امیہ کا خاتمہ اور السفاح کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔

ساسانی سلطنت کے دور میں ایران کے مشرقی حصہ کو خراسان کہا جاتا تھا: جس میں یہ کے علاقے شامل تھے

نیشاپور، طوس اور سرخس : حالیہ ایران

مرو اور ابی ورد : حالیہ ترکمانستان

بخارا : حالیہ ازبکستان

غرجستان، باغدیس، فاریاب، طالوقان، ہرات اور بلخ : حالیہ افغانستان

خلافت بنی امیہ میں سیاسی تقسیم کے لحاظ سے خراسان کے علاقوں کے تین زون تھے :

پہلا خراسان، دوسرے کا نام عراقِ عرب اور تیسرے کا نام عراقِ عجم تھا ۔

نیشاپور اور مرو فوجی چھاؤنی تھے اور اسے بتدریج تخارستان، آمو دریا اور سر دریا کے درمیانی علاقوں کی طرف بڑھایا گیا، جس میں آجکل ازبکستان، ترکمانستان، تاجکستان، قزاقستان اور کرغزستان کے علاقے ہیں

اس سے پہلے خلافت عمر ابن خطابؓ میں تقریبا تمام ساسانی دور کا پرشیا فتح ہو گیا تھا، لیکن خراسان کی فتح خلافت عثمان ابن عفانؓ کے عہد میں ہوئی، انہوں نے دو کمانڈروں احنف بن قیس تمیمی اور عبداللہ ابن عامر بن کریز کو بھیجا، جنہوں نے 31ھ میں مشترکہ ساسانی افواج کو شکست دی، لیکن اسکے بعد ترک ایرانیوں نے بعض علاقوں میں شورش جاری رکھی، خلافت بنی امیہ میں حجاج بن یوسف کی قیادت میں قتیبہ ابن مسلم بن

عمرو بن باہلی اور نصر ابن سیار اللیثی نے ان پر فتح پائی ، 738ء مطابق 118ھ نصر ابن سیار، کو گورنر خراسان تعینات کیا۔

گورنر خراسان : 42ھ سے لیکر 260ھ تک

عہد بنی امیہ:

عبد اللہ ابن خزیم السلامی: 662ء – 665ء، اور 683 ء – 684ء ، 42ھ سے لیکر 65ھ

عبید اللہ ابن زیاد : 673ء – 676ء، مطابق 54ھ – 57ھ

سلم ابن زیاد ابن ابیہی : 681 – 684ء، مطابق 62ھ – 65ھ

امیہ ابن عبد اللہ الاموی : 694ء – 697ء، مطابق 75ھ – 78ھ

مہلب ابن ابی سفر االازدی : 698ء – 702ء، مطابق 79ھ – 83ھ

یزید ابن مہلب الازدی: 702ء – 704ء، مطابق 83ھ – 85ھ

الجراح ابن عبد اللہ الحکامی: 717ء – 719ء، مطابق 99ھ – 101ھ

مسلم ابن سعید السائق الکلیبی : 723ء – 724ء، مطابق 105ھ – 106ھ

اسد ابن عبد اللہ القصری : 724ء – 727ء، اور 734ء – 738ء ، مطابق 106ھ – 121ھ

نصر ابن سیار اللیثی الکنعانی : 738ء – 748ء ، مطابق 121ھ – 748ھ

عہد بنو عباس:

ابو مسلم خراسانی : 750ء – 755ء، مطابق 123ھ – 138ھ

ابو عون عبد الملک ابن یزید الخراسانی : 766ء – 767ء ، مطابق 149ھ – 150ھ

حمید بن قحطبہ الطائی : 768ء – 776ء ، مطابق 151ھ – 160ھ

معاذ بن مسلم بن معاذ مولی بنو ذہل : 778ء – 780ء ، مطابق 162ھ – 164ھ

الفضل ابن یحیی البرمکی : 795ء – 796ء ، مطابق 179ھ – 180ھ

علی ابن عیسی ابن ماھان: 796ء – 807ء، مطابق 180ھ – 192ھ اسکا باپ ہاشمیہ فرقے سے تھا، جسے ابو مسلم نے قتل کر دیا تھا، ، آذر بائجان میں خرمطی فرقہ کا ظہور

منصور ابن یزید الحمیاری الرعینی : 796ء – 797ء ، مطابق 180ھ – 181ھ

طاہری سلطنت:

طاہر ابن حسین : 821ء – 822ء ، مطابق 206ھ – 207ھ

طلحہ ابن طاہر : 822ء – 828ء ، مطابق 207ھ – 208ھ

عبد اللہ ابن طاہر الخراسانی: 828ء – 845ء ، مطابق 213ھ – 231ھ

طاہر ابن عبد اللہ : 845ء – 862ء ، مطابق 231 ھ – 248ھ

محمد ابن طاہر : 862ء – 873ء ، مطابق 248ھ – 260ھ

بعد کے ادوار میں صفوی حکومت اور ازبکوں کے درمیان تنازعہ پیدا ہوا، 1722ء میں غلزئی پشتونوں نے قبضہ کر لیا، نادر شاہ نے 1729ء میں خراسان فتح کر لیا، پھر درانی سلطنت نے ہرات پر قبضہ کر لیا، جبکہ مشہد پر نادر شاہ، کے پوتے شاہ رخ افشار کا قبضہ رہا۔ 1857ء میں معاہدہ پیرس کے تحت ایرانی افواج ہرات سے انخلاء کر گئیں۔ 1881ء میں ایرانی حکومت نے خراسان کے شمالی علاقوں کے حقوق روس کو دے دئے۔

بقول ابن خرادبہ متوفی 301ھ کتاب' حدود عالم من مشرق الی مغرب' خلافت بنی امیہ اور بنو عباس کے دور میں خراسان، کو بڑھا کر اس میں جنوبی ہندو کش اور سیستان، دریائے ارغنداب کے ارد گرد کے علاقے، زابلستان اور کابل وغیرہ شامل کر کے، اسے ہندوستان کی سرحد تک لے گئے تھے، اور چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

تاریخ کے مطابق طاہر بن الحسین پہلا غیر عرب گورنر خراسان تھا، جس نے 822ء مطابق 207ھ میں اپنی آزادی کی کوشش کی، اور خطبہ سے عباسی خلیفہ ماموں کا نام نکال دیا، لیکن اسکی جلد ہی موت واقع ہو گئی اور اسکا بیٹا گورنر لگ گیا۔

بقول مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر کی تزک بابری 1580ء بمطابق 988ھ، ' ہندوستان کے لوگ اپنی سرحد کے پار علاقوں کو خراسان کہتے ہیں اور عرب اپنے علاوہ علاقوں کو عجم کہتے ہیں، ہندوستان سے خراسان کو جانے والی سڑک پر ایک کابل ہے دوسرا قندھار، کاروان فرغانہ، ترکستان، سمرقند، بلخ، بخارا، حصار اور بدخشان سے کابل آتے ہیں اور وہاں سے قندھار جاتے ہیں'۔

بغداد میں نیشاپور کے صوفی اور علماء

احمد بن محمد العنبری النیشاپوری : متوفی370ھ شیعہ

ابوعبدالرحمن سلمی نیشاپوری : متوفی 412ھ

عبدالکریم القشیری : ابوالقاسم القشیری، متوفی 465ھ، رسالہ قشیریہ

عبدالواحد بن عبدالکریم القشیری : ابوسعید متوفی 494ھ

عبیداللہ بن عبدالکریم القشیری : ابوالفتح متوفی 520ھ

احمد بن حرب نیشاپوری: ابوعبداللہ متوفی 234ھ شیعہ

محمد بن اسحق السراج : ابوالعباس متوفی 313ھ

احمد بن ابراہیم بن اسحق المزکی :ابوحامد نیشاپوری متوفی 336ھ

احمد النسوی : ابوسعید النسوی متوفی 357ھ شیعہ

ابواسحق المزکی : ابراہیم بن محمد بن یحیی بن عبداللہ متوفی362ھ

جمعۃ المھمیہ :جمعہ بنت احمد بن محمد بن عبیداللہ ال مھمیہ متوفی 396ھ شیعہ

علی بن موسی ابوسعد السکری: متوفی 365ھ

ابوعبدالرحمن نیشاپوری: عبداللہ بن محمد بن ھانی متوفی 236ھ

احمد بن القاسم الفرائضی: ابوبکر اخی ابواللیث الفرائضی متوفی 320ھ

ابن حسنویہ: ابوسھل نیشاپوری متوفی 375ھ

یحیی بن اسماعیل المزکی: ابوذکریا المزکی متوفی 384ھ

ابوالحسن الباخرزی :   متوفی 467ھ

ابو مسلم خراسانی

عرب اقتدار اور فتوحات کے خلاف سب سے بڑی سازش کا آغاز، 129ھ مطابق 747ء میں ابو مسلم خراسانی نے کیا، 31 اگست 748ء مطابق 131ھ اس نے خراسان پر قبضہ کر لیا، 17 فروری 749ء مطابق 132ھ، السفاح کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔

ابو مسلم خراسانی ایرانی النسل جس کا تعلق اصفہان سے تھا ، اسکا نام بہزادان پوروندا د ھرمزد تھا، تاریخ پیدائش متنازعہ ہے، 718ء سے 723ء کے درمیان، بمطابق 100ھ تا 105ھ ۔ اور اسے 756ء بمطابق 138ھ قتل کیا گیا ۔

یوں تو خلیفہ عثمان بن عفان ؓ کی شہادت سے جو انارکی اور افراتفری کا ماحول پیدا ہوا، اور رسول اللہ کے دست مبارک سے قائم ریاست مدینہ کا اختتام اور ریاست کوفہ کا آغاز ہوا، اور ابھی اسلام کے آغاز کو 36 برس ہی ہوئے تھے، کہ عبداللہ ابن سبا اور قاتلین خلیفہ عثمان بن عفان ؓ کے عروج کا آغاز ہو گیا، اس کے بعد باہمی جنگوں اور خروج کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا، خارجی فتنہ نے شیعان علی کے بطن سے ہی جنم لیا - چند اہم واقعات اس طرح ہیں

30 جون 656ء، مطابق 36ھ: خلافت علی ؓ ابن ابی طالب

25 نومبر 656ھ، مطابق 36ھ: جنگ جمل اور طلحہ بن عبید اللہ ؓ اور زبیر بن العوام ؓ کی شہادت

19 جون 657ء، مطابق 37ھ: جنگ صفین

31 جنوری 659ء، مطابق 38ھ: جنگ خوارج

30 اپریل 659ء، مطابق 38ھ: محمد بن ابو بکر ؓ کی مصر میں شہادت

8 جنوری 661ء، مطابق 40ھ: شہادت خلیفہ علیؓ ابن ابی طالب

ابو مسلم خراسانی کوفہ میں پلا بڑھا تھا، جہاں وہ گھوڑوں کے اصطبل میں غلام تھا، کوفہ میں شیعوں کا زور تھا اور ایک کے بعد ایک نئی سازش گھڑی جاتی تھی، بنی امیہ کے دور میں کثیر تعداد میں غیر مسلم اسلام لائے جنہیں موالی کہا جاتا ہے، اسی قسم کے مولائی یا موالی برصغیر اور عجم میں پائے جاتے ہیں، جو عرب حکمرانی کے خلاف تھے، انکا ٹارگٹ بنی امیہ کی عرب حکومت تھی، اور جن کا مرکز شیعہ شرپسند تھے، حتی کہ حسن بصری جیسے ایرانی النسل بھی اس میں منفرد نظر آتے ہیں۔

اس زمانے میں خراسان، دارالخلافت دمشق سے بہت دور تھا، اور اسلامی فتوحات کے بعد کافی تعداد میں عرب ان علاقوں میں آباد ہوئے، لیکن نو مسلم اکثریت مقامی آبادی کی تھی۔ یہی مرکز کے خلاف سیاسی سازشوں کا گڑھ تھا اور جن کے لیڈر مختلف الخیال شیعہ تھے، جو خروج کرتے رہتے تھے۔ 740ء مطابق 122ھ میں زید بن علی کی ہلاکت ہوئی اور خروج ناکام ہوا، بعد میں ان سے زیدیہ فرقہ منسوب ہوا۔

ابو مسلم خراسانی کو خراسان کی سمت روانہ کیا گیا لیکن اس سے پہلے قحطبہ بن شبیب الطائی متوفی 749ء، مطابق 132ھ کو ابراہیم بن محمد عباسی کی حمایت حاصل کرنے بھیجا گیا۔ خراسان صوبہ میں نہ صرف یمنی بلکہ زرتشت بھی مرکز کے خلاف سازشوں میں شریک تھے۔ بہ آفرید ایک زرتشتی لیڈر تھا، جس کی حمایت ابو مسلم کو حاصل ہوئی، یاد رہے عبداللہ ابن سبا بھی یمنی تھا۔

عباسی حمایت میں ابو مسلم خراسانی کو گورنر خراسان لگا دیا گیا۔ اسی حیثیت میں اس نے بخارا میں شیعہ خروج کو ناکام بنایا۔ عباسی گروپ میں بھی اقتدار کیلئے کشمکش جاری تھی، اور خلیفہ ابوالعباس السفاح کے چچا عبداللہ بن علی خروج میں مارے گئے۔ خلیفہ ابو جعفر منصور نے 138ھ میں ابو مسلم خراسانی کو مدائن بلا کر قتل کرا دیا اور لاش دجلہ برد کر دی، اسکی ہلاکت پر احتجاج کرنے والوں میں زرتشت اور ابو مسلمہ جسکا تعلق کیسانیہ شیعہ فرقہ سے تھا۔ اس کے علاوہ بابک خرمی بھی ابو مسلم سے ناطہ جوڑتے ہیں، شہرستانی جن کا تعلق خراسان سے تھا متوفی 548ھ نے ابو مسلم خراسانی کو کیسانیہ شیعہ لکھا ہے۔

مختار ثقفی:

کیسانیہ فرقہ کا بانی مختار ثقفی تھا جو محمد الحنفیہ کی امامت اور مہدی ہونے کا دعویدار تھا ، یہ 622ء میں طائف میں پیدا ہوا، اور اسے 67ھ میں گورنر کوفہ معصب ابن الزبیر ؓ نے قتل کر دیا تھا ، اس کی ہلاکت کے بعد کیسانیہ اور غیر مسلم موالی اتحاد نے بنو عباس کی آئندہ حکومت کیلئے فضا ساز گار بنائی تھی

یہ جتنی بھی تحاریک تھیں ان کا بنیادی فلسفہ پہلے تینوں خلفاء راشدین کے خلاف ہرزہ سرائی اور انہیں اسلامی تاریخ سے بید خل کرنا تھا، البتہ خوارج اور زیدیہ کا پہلے دونوں خلفاء راشد کے بارے میں نرم گوشہ تھا، خوارج خلیفہ عثمان بن عفان ؓ اور خلیفہ علی ؓ بن ابن طالب دونوں کو غلط کہتے تھے، جبکہ زیدیہ فرقہ کے سیاسی مقاصد وہی تھے جس پر دیگر شیعہ متفق تھے

ابولولو فیروز المعروف باباشجاع الدین :

فتسم کے ایرانی زرتشت موالی ، جس کا تعلق نہاوند سے تھا نے خلیفہ عمر بن الخطاب ؓ کو 24ھ میں شہید کیا، ایرانیوں نے اسکا بہت بڑا مزار کاشان، جو صوبہ اصفہان میں ہے تعمیر کیا اور صفوی تاریخ کے مطابق اسے علی ؓ ابن طالب نے خفیہ ایران بھجوا دیا تھا، جہاں اسکی شادی ہوئی اور بچے بھی ہوئے،اس صفوی تھیوری نے عبیداللہ بن عمر ؓ کی فیروز کو مارنے کی کہانی کو غلط ثابت کیا ہے، ہرمزان جس کے خنجر سے حضرت عمر ؓ کا قتل ہوا، یہ حضرت علی ؓ سے تعلیم حاصل کرتا تھا اور اسی وجہ سے ہرمزان کے معاملہ پر اتنا جذباتی ہو گئے تھے، حالانکہ حضرت علی ؓ نے قاتلین عثمان ؓ کو سزا نہیں دی اور حضرت حسن ؓ نے ابن ملجم کو قتل کیا تو کوئی ہنگامہ بپا نہیں ہوا۔ ایران میں ابولولو نام پر 26 ذوالحج کو تہوار منایا جاتا ہے، جس کا نام ' عمر کش' ہے۔

الازہر یونیورسٹی اور انٹرنیشنل یونین برائے مسلم سکالرز نے ایرانی حکومت سے اسے گرانے کا مطالبہ کیا تھا جس کے جواب میں 2007ء میں اسے عارضی بند کر دیا گیا تھا، لیکن اسکے باوجود ایران کے فرقہ پرست ملا وہاں ہر سال میلہ لگاتے ہیں جسکی تصاویر اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں، ایران میں بعض جگہ یہ میلہ 9 ربیع الاول کو لگایا جاتا ہے اور 27 ربیع الاول تک جاری رہتا ہے، اس میں خلیفہ عمر بن خطاب ؓ کا پتلا بنا کر

نظر آتش کیاجاتا ہے، لوگوں کوایک فرضی کہانی بتائی جاتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے نعوذ باللہ فلائنگ کک مار کے حضرت فاطمہؓ کا حمل گرادیا تھا جسے شیر خدا بے بسی سے دیکھتے رہے ۔ استغفراللہ

مختار ثقفی کے کردار کا یہ عالم تھا کہ جب خلافت حسنؓ کے دوران انہیں مخالفین نے مدائن میں زخمی کر دیا تو انہیں مختار ثقفی کے چچاکے گھرلایا گیا، جس پر اس نے مشورہ دیا کہ حضرت حسنؓ کو حضرت امیر معاویہؓ کے حوالے کرکے ان سے فائدہ حاصل کیا جائے، جسے اسکے چچانے تسلیم نہیں کیا، نعمان بن بشیر گورنر کوفہ مختار ثقفی کا سسر تھا، مسلم بن عقیل جب کوفہ آئے تو اس وقت مختار ثقفی انکی حمایت کرنے سے صریحا منکر ہو گیا تھا، لیکن گورنر عبیداللہ ابن زیاد نے شبہ میں اسے گرفتار کرلیا، مختار ثقفی، عبداللہ ابن عمر ابن خطابؓ کا سالا تھا جن کی سفارش پر رہائی تو مل گئی، لیکن اسے کوفہ سے بید خل کر دیا گیا، تو یہ مکہ مکرمہ چلا گیا، اور وہاں حضرت عبداللہ ابن الزبیرؓ کی بیعت کرلی۔

توابین :

کوفہ میں شیعہ لیڈر سلیمان ابن صرد اسکا لیڈر تھا، اس وقت تک مختار ثقفی، توابین کو اپنے لئے سیاسی خطرہ محسوس کرتا تھا، لہذا اس نے محمد بن الحنفیہ کا ایک خط رسوخ والے لوگوں میں تقسیم کیا، جس میں انہوں نے اپنے آپ کو مہدی ہونے کا اعلان کیا تھا، اس خط کی جانچ کیلیئے کوفہ سے ایک وفد محمد بن الحنفیہ کے پاس گیا جنہوں نے اس بات کو تسلیم کیا، مختار ثقفی نے خلیفہ عثمان بن عفانؓ کے قاتل، مالک الاشتر نخعی کے بیٹے ابراہیم الاشتر کو اعتماد میں لیا، جو بعد میں اسکے ساتھ شامل ہوگیا، بنیادی طور پر مختار کی آرمی تقریبا500 موالیوں پر مشتمل تھی، 65ھ میں مختار کا کوفہ پر قبضہ ہو گیا لیکن وہ بصرہ پر قبضہ میں ناکام رہا، بعد میں ابراہیم الاشتر نے مختار کو چھوڑ کر عبداللہ ابن الزبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی، بنوامیہ کی افواج کے ہاتھوں زبیری افواج کو شکست ہوئی اور ابراہیم الاشتر72ھ میں ہلاک ہو گیا، توابین کو عبداللہ ابن الزبیرؓ نے معرکہ عین الوردہ 66ھ میں شکست فاش دی ۔

شیعہ اعتقاد میں مہدی کے تصور کا بانی مختار ثقفی تھا، بعد میں بداء کا تصور بھی اس کی شکست کے بعد ظہور پذیر ہوا، کیسانیہ فرقہ نے محمد الحنفیہ کا غیبت میں جانے اور مغربی شہر ینبوع کے پہاڑ رضوا میں چھپ جانے

کا اور بعد ازاں ظہور کا عقیدہ پیش کیا، بعد میں ابن حنفیہ کے بیٹے ابوہاشم کو امامت کے منصب پر فائز کر دیا، بہت دلچسپ صورتحال بعد میں یہ پیدا ہوئی کہ موصوف ابوہاشم نے امامت بنوعباس کو منتقل کر دی، یعنی سیاست اور مذہب کو اقتدار کی سیڑھی بنا کر طاقت حاصل کرنا تو اچھنبے کی بات نہیں ہے، لیکن اسکے بعد مذہب میں جس طرح بے دریغ نئے نئے اعتقادات داخل ہوئے اس نے دین کا تیاپانچہ کر کے رکھ دیا۔

معتزلہ

معتزلہ کا اصلی نام اھل توحید والعدل تھا، لیکن اس کے مخالفین نے اسے معتزلہ کا نام دیا اور ایک کہانی حسن بصری کی مخالفت کی بھی بیان کی جاتی ہے، اسکے بانی کا نام واصل بن عطاء تھا، جسکی پیدائش 699ء مطابق 80 ھ بمقام مدینہ ہوئی، اور وفات 748ء مطابق 131ھ ہوئی

واصل بن عطاء نے اپنی تعلیم کا آغاز ابوہاشم متوفی 98ھ سے کیا جو محمد بن الحنفیہ کا بیٹا تھا اور جس نے سب سے پہلے امامت کا دعوی کیا، اور مرنے سے پہلے ابوالسفاح عباسی کے باپ کو امامت منتقل کر دی، ابوہاشم کیسانیہ فرقہ کا امام تھا، اسکے بعد واصل بصرہ میں حسن بصری متوفی 110ھ کے مدرسہ میں چلا گیا۔

معتزلی فرقے کے اہم رہنما اور مبلغ ابوہزیل ال الاف متوفی 235ھ اور عمرو بن عبید بن باب متوفی 144ھ تھے، معتزلہ کی ایک شاخ بغداد میں بشریہ کے نام سے قائم ہوئی جس کا بانی بشر ابن المعتمر متوفی 210ھ تھا

منہاء ۔ خلیفہ المامون کے عہد میں 18 سال تک معتزلہ کی حکومتی سطح پر سرپرستی کی گئی، اہم عہدوں پر معتزلی تعینات کر دئے گئے، سب سے اہم حضرت امام احمد بن حنبل رحمت اللہ علیہ کو قید کرنا تھا اور دیگر سنی علماء کو معتزلی عقائد کو ماننے پر مجبور کرنا تھا، مامون کے بعد خلیفہ المستعصم ابن ہارون الرشید متوفی 227ھ اور خلیفہ الواثق ابن المستعصم متوفی 232ھ کے عہد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ لیکن خلیفہ المتوکل بن المعتصم متوفی 247ھ نے اس پالیسی کو 237ھ میں ختم کر دیا۔

معتزلہ فرقے کے عقائد کے دوررس اثرات افریقیہ اور اندلس تک پہونچے، وہاں ایک سلسلہ واسلیہ بھی پیدا ہوا، حسن بصری کو بھی معتزلہ سمجھا جاتا ہے، اولین اسلامی کے دور کے تمام فرقے خلیفہ عثمان بن عفان ؓ کی شہادت اور اسکے بعد از اثرات کی پیداوار ہیں، جن میں سے حربی جنگجو فرقوں کے علاوہ فلسفیانہ اور مذہبی فرقے بھی پیدا ہوئے۔

حسن بصری کا تعلق اس گروہ سے تھا جن کا دعوی تھا کہ وہ شہادت عثمان کے بعد نہ تو عثمانیوں کے قصاص کی حمایت کرتے ہیں اور نہ ہی علوی گروپوں کے حمایتی ہیں، یہ اپنے آپ کو غیر جانبدار گروپ سمجھتے تھے معتزلہ اسی گروہ کی پیداوار تھے۔ لیکن صوفیوں نے بعد میں جعلی روایات گھڑ کر حسن بصری کو حضرت علی ؓ سے باطنی علوم سے سرفراز ہونے کا دعوی کر دیا، حسن بصری کی پیدائش 24ھ میں ہوئی لیکن کھینچ تان کر 21ھ پر لے گئے، تاریخ کے مطابق حضرت علی ؓ 35ھ میں کوفہ چلے گئے اور 40ھ میں شہید ہو گئے۔ پتہ نہیں حضرت علی نے ؓ بے شمار صحابہ اور تابعین اور اپنی اولاد جو بعد میں امامت کی دعویدار ہوئی وغیرہ کی موجودگی میں گیارہ بارہ سال کی عمر کے حسن بصری کو تمام باطنی علوم سکھا کر انکی اولاد کے منصوص امامت کے دعوے کی نفی کر دی ۔ اور نہ اس دور کے مجوزہ منصوص اماموں نے اس کی نفی کی۔ اسکے علاوہ حسن بصری کی فضیلت میں بے سروپا روایات گھڑی گئیں، جو کافی مضحکہ خیز ہیں۔

حسن بصری کی نشوونما وادی القری میں ہوئی۔

حوالہ: طبقات ابن سعد 7/156، 157۔ معارف ابن قتیبہ 194، 195۔ وفیات ابن خلکان 1/ 354، 355۔ نووی تہذیب الاسماء 1/161۔ کواکب الدری کرمانی 1/ 142۔ تہذیب ابن حجر 2/263۔

حسن بصری ربذہ میں پیدا ہوئے نشوونما مدینہ یا وادی القری میں ہوئی۔ ابن حیان اخبار القضاء 2/ 3، 4

ربذہ، مدینہ منورہ سے 84 میل دور ہے وہاں ابو ذر غفاری ؓ کی قبر ہے، وادی القری یاقوت حموی کے مطابق مدینہ اور شام کے درمیان ایک وادی ہے یہ عہد قدیم میں عاد و ثمود کے مسکن تھے، یہیں حجر کا قصبہ تھا جہاں غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پینے سے منع کیا تھا۔ معجم البلدان 19/ 338، 345، معجم ما استعجم 1- 329، 330

ابن حجر نے المدینی کا قول نقل کیا ہے کہ حسن بصری نے علی کو نہیں دیکھا البتہ جب علی مدینہ میں تھے حسن کم عمر غلام تھے۔ تہذیب 2/ 266

شیعہ غلات فرقے

غلات ان اسلامی فرقوں کو کہا جاتا ہے جو شیعہ علوی سیاسی مومنٹ کی کھوکھ سے پیدا ہوئے، ان کے عقائد میں غلو کی وجہ سے بعض کو خارج از اسلام تصور کیا جاتا ہے۔ ان میں سے بیشتر تو اپنی موت خود ہی مر گئے لیکن بہت سے آج بھی اپنی صورت بدل کر پائے جاتے ہیں۔

آغاز اسلام میں مختار ثقفی اور اس کے فرقہ کیسانیہ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، اسی دور میں عبد اللہ ابن سبا کا فرقہ سبائیہ پیدا ہوا۔ اسے سبیعہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد اسی دور میں جوں جوں علوی خلافت کے خلاف خروج کرتے، اور ہلاک ہوتے رہے تو انکے متبعین نے بہت سے عقائد ان سے منسوب کر دئے۔ جیسے امامت، مہدی، غیبت امام اور رجاء کا عقیدہ جس میں امام غیبت سے نکل کر دوبارہ ظاہر ہو جاتا ہے، اس قسم کے مختلف طرز کے سیاسی عقائد تمام شیعہ فرقوں اور صوفیوں میں موجود ہیں ۔ کچھ فرقوں کا ذکر درج ذیل ہے

سبائی : (السبعیہ)

بازغیہ: اس فرقہ کا بانی بازغ ابن یونس تھا، جس کا عقیدہ تھا کہ جعفر صادق خدا ہے۔

ذمیہ: سبعیہ فرقہ جو عبد اللہ ابن سبا نے قائم کیا تھا اسکا ذیلی فرقہ تھا۔ علیان ابن زرہ السدوسی، 184ھ انکے مطابق علی خدا تھا جس نے محمد کو پیغمبر لگایا تھا۔

غرابیہ : کا عقیدہ تھا کہ جبرائیل نے رسول اللہ پر وحی غلطی سے نازل کی تھی، اس فرقہ نے شام میں قدم جمائے۔ بحوالہ یاقوت 597ھ کوفہ۔

حروفی: استر آباد ایران جسے گورگان کہا جاتا ہے، اس سے آغاز 741ھ میں ہوا، اور اناطولیہ تک پھیل گیا، یہ صوفی شیعہ فرقہ تھا، اور منصور حلاج اور رومی کے نظریات کا علمبر دار تھا، فضل اللہ استر آبادی نے تبریز سے آذربائیجان تک اسے پھیلایا، فضل اللہ 740ھ /1340ء کو استر اباد میں پیدا ہوا، اس نے اپنی زندگی کا آغاز

ایک صوفی کی حیثیت سے کیا ، نوجوانی میں اسے الہامی خواب دکھائی دینے لگے ،اس نے اپنی تصنیف جاوداں نامہ کبیر میں حکمرانوں اور بادشاہوں کواپنے عقیدے کا پیروبننے کی دعوت دی،اس نے تیمور لنگ کے عتاب سے بچنے کے لیے اس کے بیٹے کے پاس پناہ لی، لیکن میران شاہ نے اس کی مدد کرنے کی بجائے اسے گرفتار کرا کے بچوان قریب ضلع خبق میں قید کردیا اور یہیں پر 796ھ /1394ء میں اسے قتل کر دیا گیا، فضل اللہ کا پہلا خلیفہ اس کا مرید علی الاعلیٰ بنا جس نے حروفی مذہب سے متعلق حروفی عقیدے کی اشاعت کی، اناطولیہ میں حروفی عقائد بیکتاشیوں کی عجیب وغریب برادری میں دیگر عقائد کے پہلو بہ پہلو قائم رہے، انکے عقیدہ کے مطابق ولایت نبوت سے برتر ہے۔

نقطوی یانقطویہ: یہ محمود پسی خانی گیلانی کے پیروکار تھے۔ تقریباسن 800ھ میں امیر تیمور کے زمانے میں نقطوی فرقے کی بنیادرکھی۔ محمود اس سے پہلے فضل اللہ استر آبادی کا پیروکار تھا ۔ انکے عقائد کے مطابق نماز، حج اور قربانی بے عقلی ہے، مذہب اسلام منسوخ ہوچکا ہے اور اب نئے دین کی ضرورت ہے۔

ایرانی علماء کے ذریعہ یہ مذہب ہندوستان آیا۔ اس فرقہ کا رہنما شریف آملی جب ہندوستان آیا تو جلال الدین اکبر اسے مرشدوں کی طرح ماننے لگا۔ اسی نے اکبر کو نیا دین ایجاد کرنے کی ترغیب دی، اور اسکی فلاسفی دین الہی میں جلوہ گر ہو گئیں۔ انکے مذہب میں نمبر 19 اہمیت رکھتا تھا۔ اس نے وقت کا نیا سائیکل ترتیب دیا جو اسماعیلوں میں مروج ہوا۔ استر آبادی اپنے آپ کو مہدی کہتا تھا اور مسیح موعود سمجھتا تھا۔ اسے اثناء عشری فرقے کی شاخ سمجھا جاتا ہے، اور انہوں نے ہی صفوی طہماسپ 1 کو مہدی قرار دیا تھا۔

بابی فرقے کے بانی علی محمد شیرازی نے اپنی کتاب ' بیان' میں جو استعارات اور نشانات استعمال کئے وہ نقطویوں سے مستعار لئے گئے تھے۔

کیسانیہ :

کیسانیہ اہل تشیع کا فرقہ ہے، جو50ھ کے لگ بھگ وجود میں آیا، ایک صدی تک قائم رہا، اور یہ گروہ محمد بن الحنفیہ ابن علی کی امامت کا قائل تھا، محمد بن الحنفیہ کی والدہ ' حنفیہ ' قبیلے کی غلام تھیں۔

مختار ثقفی اس تحریک کا روح رواں تھا جسکے حالات اوپر گزر چکے ہیں، محمد الحنفیہ کی وفات اور دفن ہونے کی کئی روایات ہیں جن میں سے مدینہ، طائف، ایلہ اور ینبع کے نزدیک جبل رضوی شامل ہے۔ دیگر غلات فرقوں کی طرح ان میں بھی شدید اختلافات پیدا ہوگئے اور مندرجہ ذیل مزید فرقے پیدا ہوگئے۔

سراجیہ:

اس کا بانی حیان السراج تھا اور ان کا عقیدہ تھا کہ محمد الحنفیہ فوت ہوچکے ہیں کوہ رودا جسے بعد میں کوہ رضوی کا نام دیا گیا پر دفن ہیں اور وہاں سے دوبارہ ظہور ہوگا، جسے عقیدہ رجعت کہتے ہیں۔

کریبیہ یا کربیہ :

اس کا بانی ابن کریب الدریر تھا، انکا عقیدہ تھا محمد الحنفیہ زندہ ہیں اور پھر ظاہر ہوں گے

فرقہ حمزہ ابن عمارہ البربری :

اس نے اپنے نبی ہونے کا دعوی کیا اور محمد الحنفیہ کی الوہیت کا قائل تھا، اسے مدینہ اور کوفہ میں بہت سے متبعین مل گئے تھے۔

ہاشمیہ :

اسکے بانی ابوہاشم عبداللہ تھے جو محمد الحنفیہ کے فرزند تھے ،اس فرقے کا خیال تھا کہ محمد الحنفیہ اسے امامت سونپ گئے ہیں اور وہ انہیں امام سمجھتے تھے، حالانکہ زین العابدین اس وقت حیات تھے جو عمر میں ابوہاشم سے بڑے تھے، ہاشمیہ نے خراسان سے موالی بھرتی کئے، یہ فرقہ بعد میں مزید فرقوں میں تقسیم ہوگیا- جیسے ' مختاریہ '، ' حارثیہ '، ' رونديہ '، ' بیانیہ ' ۔

حربیہ :

یہ ہاشمیہ فرقہ کی شاخ تھی لیکن بعد میں جناحیہ کہلانے لگی، جو عبد اللہ ابن معاویہ ابن عبد اللہ بن جعفر کے متبعین تھے، انہوں زین العابدین اور یحیی بن زید کی وفات کے بعد 127ھ اور 131ھ کے درمیان خروج کیا، اور انکے ساتھ زیدیہ، خارجی اور عباسی بھی شامل ہو گئے تھے، انکی تحریک فارس اور اصفہان میں پھیل گئی، اسی دوران عبد اللہ بن معاویہ نے استخر فارس پر قبضہ کر لیا۔ لیکن بنو امیہ کی افواج کے آنے کے بعد خراسان فرار ہو گیا، جسے ابو مسلم خراسانی نے گرفتار کر کے 131ھ میں قتل کر دیا، اسکی ہلاکت کے بعد حربیہ جناحیہ فرقہ نے دعوی کیا کہ وہ زندہ ہے اور اصفہان کے پہاڑوں پر چھپا ہوا ہے، حربیہ جناحیہ فرقے کے عقائد انتہائی غیر اسلامی تھے۔

ہاشمیہ فرقے کی ایک اور شاخ پیدا ہوئی۔ عباسی محمد بن علی بن عبد اللہ ابن عباس جس نے ابو ہاشم کا جانشین ہونے کا دعوی کیا۔ عباسیوں نے دعوی کیا کہ ہاشم متوفی 98ھ بے اولاد تھے اور مرنے سے پہلے محمد بن علی کو جانشینی دے گئے تھے۔ انکے دو بیٹے ابو السفاح اور ابو الجعفر المنصور بعد میں خلیفہ بنے۔ جبکہ ایک بھائی ابراہیم بنو امیہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

مسلمیہ :

یہ ایک اور شاخ پیدا ہوئی جسے ابو مسلمیہ کہا جاتا ہے۔ ان کے مطابق امامت ابو السفاح سے ابو مسلم خراسانی کو منتقل ہو گئی تھی اور ابو الجعفر المنصور نے ابو مسلم خراسانی کے دھوکہ میں کسی اور کو مار دیا تھا اور وہ زندہ ہے۔

رزامیہ:

اس فرقہ کا اعتقاد تھا کہ امامت عباسیوں کا حق ہے اور تا قیامت رہے گا، مہدی اس میں سے ہی پیدا ہو گا، البتہ یہ ابو مسلم خراسانی کے منکر نہیں تھے۔

خلافت بنی امیہ کے خاتمہ کے بعد کیسانیہ اور ہاشمیہ فرقہ نے بنو عباس کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور بنو عباس کی پروپیگنڈا مشین بن گئے، لیکن انہیں کوئی خاص وقعت نہیں دی گئی۔

کیسانیہ کے تمام فرقوں کا محمد الحنفیہ کی رجعت پر ایمان تھا، اسکے رہنما سید اسمعیل حمیری اور کثیر عزہ تھے، جنہوں نے شاعری میں ' تبرہ' اور' لعن طعن' کو فروغ دیا، کیسان ایک غلام تھا جو جو مختار ثقفی کے گروہ میں تھا، اور وہی واقعہ کربلا کے حوالے سے اسے اشتعال دلاتا تھا، اسی کے نام سے فرقہ کیسانیہ کی بنیاد پڑی یہ سب محمد الحنفیہ کو مہدی سمجھتے تھے اور کوہ رضوی کو انکی غیبت کا مقام اور مہدی الموعود تصور کرتے تھے، تیسری صدی کے بعد جب اثناء عشری فلسفہ کی بنیاد پڑی تو یہ غائب ہوگیا، اس فرقہ کی تاریخ 60ھ سے 170ھ کے درمیان ہے اور سید الحمیاری کے بعد اسکی کمان حیان السراج نے سنبھالی۔

زرتشت کا ایک فرقہ مذدکیہ:

یا مزدکیہ بھی کیسانیہ فلاسفی سے متاثر ہے، بعض ممالک میں مختار ثقفی اور مزدکی نام پر گروہ ہیں، بعض شیعہ مزدکی اپنے نام کے ساتھ لگاتے ہیں، انہیں جنوبی عراق اور ایران میں اینٹی عرب موالیوں کی حمایت حاصل تھی، خراسان میں کیسانیہ بابک خرمطی کے ساتھ شامل ہوگئے، جبکہ کچھ کیسانیہ جعفر صادق کی پارٹی میں اور کچھ نفس ذکیہ کے گروہ میں شامل ہوگئے۔

بیانیہ :

یہ کیسانیہ کی شاخ اور بیان النہدی کے متبعین تھے، جو کہ ابوہاشم کو نبی سمجھتے تھے اور اسکی مہدی الموعود کی حیثیت میں واپسی کے قائل تھے۔ بعد میں ابوہاشم کی وفات کے بعد بیان النہدی نے دعوی نبوت کردیا۔

حربیہ :

یہ کیسانیہ کی شاخ تھی جس کا بانی عبداللہ ابن الحرب بن کندی تھا، جو تناسخ قسم کے عقیدے اور انتہاء پسند شیعہ فلاسفی کا پرچار کرتا تھا، انکے عقیدے کے مطابق ابوہاشم نے ابن معاویہ کو امامت پر فائز کردیا تھا۔

ریحاحیہ:

ابوریاح ایک لیڈر تھا اس نے فیصلہ دیا کہ حربیہ اور عباسیوں کے درمیان جو ابوہاشم کی جانشینی کا جھگڑا ہے اس میں عباسی حقدار ہیں، جن لوگوں نے عباسی پارٹی میں شمولیت اختیار کرلی وہ ریحاحیہ کہلائے جو ابو معاویہ کی امامت تسلیم کرتے تھے وہ جناحیہ کہلائے۔

جناحیہ :

اس فرقے کے بانی عبداللہ ابن معاویہ ابن عبداللہ ابن جعفر تھے۔ جعفرؓ ابن ابی طالب کو ذوالجناحین کا لقب عطاء ہوا تھا یہ اسی کی مناسبت سے تھا، انکا نظریہ آواگون اور تناسخ کا تھا کہ نبی کی روح ابن الحنفیہ میں اور پھر ابن ہاشم میں اور ان سے ابن معاویہ میں حلول کرگئی

For further reading :

Extremist Shiites, Matti Musa, Syracuse Univ Press

Mahdis and Millenarians , Shiite Extremists in Early Muslim Iraq, WILLIAM F. TUCKER, University of Arkansas

---

صوفی اور انکے طفیلی فرقوں کا نعرہ ہے۔ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے پنجتن :

یہ نعرہ صوفیوں اور سنی بدعتی فرقوں نے شیعہ الکافی سے اخذ کیا ہے کہ آئمہ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے۔ الکافی میں روایت ہے' ابو عبداللہ سے روایت ہے کہ اللہ نے ہمیں اپنی عظمت کے نور سے پیدا کیا ہے۔ پھر ہماری شکل و صورت عرش کے نیچے سے مٹی لیکر بنائی اس نور نے یہاں قرار پایا، لہذا ہم دو نوروں سے بنے ہیں (اللہ کا نور، تحت العرش مٹی کا نور) یہ فضیلت ہم سے پہلے کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ 1 / 389

اسماعیلی شیعہ

اس فرقہ کے بانی کا نام اسماعیل بن جعفر المبارک بن جعفر صادق تھا- ولادت100- 103ھ مدینہ اور وفات148ھ- 158ھ، انکی تاریخ کو بیان کرنا بہت مشکل کام ہے کیونکہ شیعہ فرقوں میں اس پر کافی اختلاف ہے۔ جعفر صادق کے پانچ بیٹے تھے جو انکے بعد سب ہی امامت کے دعویدار ہوئے، بڑا بیٹا عبداللہ الفتح تھا جس کے نام سے شیعہ الفتحیہ فرقہ پیدا ہوا۔ تاریخ میں کہیں انکی والدہ کا نام فاطمہ اور کہیں اسماء لکھا ہے، بعض جگہ ایک ہی ماں سے دونوں بیٹوں کو بتایا گیا ہے۔ جبکہ ایک اور بھائی موسی کاظم تھے جو اسمٰعیل سے 25 برس چھوٹے تھے، ان کی ماں بربر لونڈی تھیں۔

اسماعیل کے بیٹے کا نام محمد بن اسمٰعیل المکتوم یا الشاکر تھا، جو اسماعیلیوں کا ساتواں امام ہوا اور غیبت میں چلا گیا، یہاں سے اسمٰعیلی باطنیہ کا مذہب چلا، اسی میں سے قرامطی فرقہ پیدا ہوا ۔

اسماعیل بن جعفر کے بیٹے کا نام احمد الوافی تھا، جس کی اولاد میں سے فاطمیہ حکومت شروع ہوئی، فاطمیہ کے دو الگ اٹھارویں اماموں میں سے دو مزید فرقے پیدا ہوئے، پہلا مستعلی ہوا جسکی مزید شاخوں میں داؤدی بوہرے، سلیمانی بوہرے ہوئے، جبکہ داؤدی بوہروں کی مزید شاخین بنیں جن میں سنی بوہروں میں پٹنی اور جعفری بوہرے ہوئے، جبکہ داؤدی بوہروں میں ہی علاوی ہوئے۔ اسکے علاوہ مستقل امامت کے جھگڑوں کی وجہ سے مزید شاخین بنیں۔

اسماعیلی مذہب، روحانیت اور صوفی ازم کا چولی دامن کا ساتھ

اسمٰعیلی مذہب کی تبلیغ کیلئے داعی مقرر کئے گئے، انہوں نے ہی یہ تھیوری پیش کی کہ طالب اور داعی کے درمیان ایسا تعلق ہوتا ہے جو اسے خدا کے نزدیک لے جاتا ہے، جس سے وہ امام کو پہچان سکتا ہے، اور اسی سے خدا کی وحدت پہچانی جاسکتی ہے ۔ یہی تھیوری صوفی ازم کی بنیاد بنی اور مرشد اور طالب کا تصور پیدا ہوا اور درمیان میں ایک شیعہ امام لایا گیا۔ قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی یا دیگر سلسلوں میں حضرت علیؓ کو امام الاوصیاء یا خاتم الولایت قرار دیا گیا، یہ وہی تھیوری تھی جسے کیسانیہ فرقے نے پیش کیا تھا کہ رسول خاتم نبوت تھے، لیکن حضرت علی خاتم اوصیاء ہوئے یعنی وصی۔ ساتھ ہی باطنیت ڈالی گئی جس کا مطلب تھا کہ صوفی کے پاس خفیہ علوم ہوتے ہیں جو انہیں طریقہ یا شجرہ طریقت سے ملتے ہیں۔

طریقت کا ایک شجرہ گھڑا گیا اور اسے گھسیٹ کر حضرت علی تک لیگئے ۔ پھر تصور شیخ کی پیداوار ہوئی جس کے مطابق خدا سے رابطہ کیلئے پہلے شیخ کا تصور کرنا ضروری ہے۔ فرقہ شیعہ اثنا عشری اس قسم کے طریقہ تصوف کے خلاف ہے لیکن چونکہ سنی صوفیت میں انکے اماموں کو دخیل کیا گیا ہے لہذا صوفی قسم کا مذہب ان کیلئے فائدہ مند ہے کہ یہ شیعت میں داخلہ کی پہلی سیڑھی بن جاتا ہے اب ایک تو نسبی سلسلہ ہوتا ہے جس میں سچے جھوٹے شجرے گھڑے جاتے ہیں، دوسری طرف حسبی شجرہ ہوتے ہیں جن میں صوفی اپنا سلسلہ آگے چلانے کی اجازت دیتے ہیں ۔

تمام بڑے بڑے شیعہ آف شوٹ صوفی سلسلے جیسے علوی، الوائٹ، نصیری، دروز، بیکتاشی، نوربخشی وغیرہ تصوف کی پیداوار ہیں، ابن عربی چونکہ یوروپین علاقوں سے تھا تو اس نے یونانی فلاسفی گھول دی، ایرانی صوفیوں نے مجوسی فلاسفی اور ہندوستان میں آنے والے ایرانی صوفیوں نے ہندو فلاسفی کا تڑکالگادیا، رومی نے درویشوں کیلئے پھرکی ڈانس ایجاد کیا، برصغیر میں قوالی اور دھمال ایجاد ہوئی ۔

The Da'i was a guide and light to the Imam. The teacher-student relationship of the Da'i and his student was much like the one that would develop in Sufism. The student desired God, and the Da'i could bring him to God by making him recognize the Imam, who possesses the knowledge of the Oneness of God. The Da'i and Imam were respectively the spiritual mother and spiritual father of the Isma'ili believers

Morris, James (2002). The Master and the Disciple: An Early Islamic Spiritual Dialogue on Conversion Kitab al-'alim wa'l-ghulam. Institute for Ismaili Studies. p. 256.

اردن کے شاہ حسین نے ایک بین الاقوامی عمان کانفرنس میں ایک پیغام 9 نومبر 2004 جاری کیا جس کے مطابق زیدیہ اور اسماعیلی فرقوں کو مسلمان قرار دیا اور پرنس آغا خان نے فتوا دیا کہ وہ جعفری ہیں اور تصوف پر یقین رکھتے ہیں۔ اسے عمان میسج بھی کہا جاتا ہے۔

https://ammanmessage.com/?option=com_content&task=view&id=91&Itemid=7

4

برصغیر پاک و ہند کے اسماعیلی نزاریہ، باطنی، فدائی، حشاشین، مشرقی اسماعیلی اور خوجہ کے نام مشہور ہیں اسماعیلی فرقے کے داعی برصغیر پاک و ہند میں پیروں کے نام سے پہچانے جاتے ہیں، اسماعیلیوں کی دعوت کے مراکز پنجاب، سندھ اور گجرات میں تھے،ان کی کامیابی کا راز یہی تھا کہ انہوں نے مقامی زبانیں کو سیکھا اور ان صوبوں کی ثقافت کو اختیار کر لیا، ایران سے بھیجے جانے والے ابتدائی نزاری داعیوں میں پیر نورالدین ستگر کا نام اس حوالے سے کافی اہمیت کا حامل ہے،انہوں نے مقامی زبانوں میں شاعری کی اور بعد میں آنے والے کئی اسماعیلی پیروں نے مقامی زبانوں میں ادب تخلیق کیا،نورالدین نے ست پنتھ کا آغاز کیا وہ 1079ء میں برصغیر آئے اور وفات 1094ء ہے۔

اسماعیلی پیروں کی شاعری کو گنان کہاجاتا ہے جو اسماعیلیوں کے لئے مذہبی درجہ رکھتے ہیں اور اسماعیلی ان پر تحقیق کی اجازت نہیں دیتے ۔ فرہاد دفتری کے مطابق پیر صدرالدین نے لوہانہ قبیلہ کو خوجہ کا خطاب دیا،شیعہ امامی اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلیجیس ایجوکیشن بورڈ کراچی نے گنان شریف اردو ترجمہ کے ساتھ شامل کئے ہیں،اس میں گیارہویں صدی کے پیر نورالدین ستگر کے بعد آنے والے سترہ شعراء کا کلام شامل ہے،سندھی ادب کی تاریخوں اور تذکروں میں انہیں سندھی کا پہلا شاعر تسلیم کیا گیاہے۔

پنجابی ادب کا پہلا دور ناتھ جوگیوں کا ہے،ناتھ جوگیوں نے سندھ کی ثقافت پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں،پنجابی کی کلاسیکل داستانوں ' ہیر رانجھا' اور' پورن بھگت' کے ہیر و جوگ لیتے ہیں،ان شعراء میں وارث شاہ خصوصی اہمیت کے حامل ہیں،جنہوں نے ناتھ فکر بھی بیان کر دی ہے اور زوال پذیر پنتھ کی خامیوں کی نشاندہی کی ہے،اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اٹھارویں صدی تک ناتھ جوگی پنجاب میں کس قدر مقبول تھے، مسلم صوفیاء اور فقراء کے چند گروہ اب تک گیروے رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں مسلمانوں میں بھی جوگیوں کا ایک گروہ پیدا ہو گیا جو بھیک مانگتاہے اور قسمت کا حال بتاتا ہے، بعض درباروں کے ملنگوں کی وضع قطع بھی ناتھوں کی یاد دلاتی ہے۔

اسماعیلی پیروں نے بھی ویدانت اور جوگ مت کی اصطلاحوں کو نہ صرف قبول کیا بلکہ ناتھ پنتھیوں کا محاورہ بھی قبول کر لیا، اس سلسلہ میں پیر صدرالدین کی ' دس اوتار' بہت مشہور ہے۔

پنجابی کے پہلے شاعر گورکھ ناتھ ہیں جن کی بانی میں راگوں کا ذکر ملتان ہے، اس کے بعد آدی گرنتھ کی پوری شاعری کیلئے راگ مخصوص کر دئے گئے ہیں، شاہ حسین کی بعض کافیوں پر راگوں کا نام دیا گیا ہے، پنجاب کے لوک ادب میں کئی گیت اور کہانیاں جوگیوں کے حوالے سے ملتی ہیں، وادی سندھ کی ثقافت پر سدھوں، ناتھوں اور جوگیوں نے گہرے نقش ثبت کئے۔

اسماعیلی شیعوں کی ایک شاخ ہے اور اسماعیلی پروپیگنڈے کی وجہ سے کربلا اور آل نبی اور اولاد علی کا تقدس پنجابی تقدس کا حصہ بن چکے ہیں، اگر اسماعیلیوں کو اثنا عشری سے الگ کر کے بھی دیکھیں تو آج بھی سندھ میں اسماعیلیوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے، پنجاب میں شمس سبزواری کے مرید شمسی کہلاتے ہیں، اسماعیلی پیروں نے کتنی ہی لوک ادب کی اصناف کو کلاسیکی حیثیت دی، اسماعیلی پیروں میں نورالدین ستگر متوفی 487ھ، پیر شمس ملتانی متوفی 666ھ، پیر صدرالدین متوفی 812ھ مشہور ہیں، لیکن ایک بڑی تعداد میں سندھ اور پنجاب کے پیر تقیہ کر کے سنی بنے ہوئے ہیں۔

گورکھ ناتھ جسے ناتھ پنتھ کا بانی مانا جاتا ہے، ناتھ پنتھ کے عروج کا زمانہ دسویں سے پندرھویں صدی عیسویں ہے، اسی عہد میں اسماعیلی، چشتی اور سہروردی برصغیر پہونچ چکے تھے، اس کی شاعری کی فلاسفی بعد میں مسلم صوفیوں اور خاص طور پر ملامتیوں میں مروج ہوئ، وہ قاضی اور برہمن کی مذمت کرتا نظر آتا ہے اور تبلیغ کرتا ہے کہ مسجد اور مندر میں خدا نہیں مل سکتا، اس کے بہت سے ایسے شعر ہیں جن میں سے دو بطور نمونہ درج ذیل ہیں ان اشعار سے مسلمان صوفیوں کے ملامتی شعروں کا موازنہ کیا جا سکتا ہے۔

ویدے نہ شاسترے کتیے نہ قرآنے

پستکے نہ بندھیا جائ

ہندو دھیاوے دیہرا مسلمان مسیت

جوگی دھیاوے پرم پدجہاں دیہرانہ مسیت

بحوالہ : قبل از فرید پنجابی کے ادبی رجحانات۔ ڈاکٹر سعید بھٹا

اسماعیلی تاریخ کا مختصر جائزہ ۔ فرہاد دفتری

Ismaili Movement in Sindh, Multan and Gujrat – Ali Jan Damani

Shifting Identities in Sindh – Mahek Khawaja

Ismailis Their History And Doctrine, Farhad Daftry , Institute of Ismaili Studies, Cambridge

عن الحجاج بن تميم، عن ميمون بن مهران، عن ابن عباس، قال:

كنت عند النبي ﷺ، وعنده علي، فقال النبي ﷺ: يا علي سيكون في أمتي قوم ينتحلون حبنا أهل البيت لهم نبز يسمون الرافضة فاقتلوهم، فإنهم مشركون –

ترجمہ: حجاج بن تمیم نے میمون بن مہران کے ذریعہ ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اور انکے پاس علیؓ بھی موجود تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علیؓ آخری زمانے میں میری امت کی ایک قوم ہو گی جو میرے اہل بیت کی محبت میں حد سے تجاوز کر جائیں گے، وہ رافضہ کے نام سے جانے جائیں گے، پس جب بھی انہیں پاؤ تو ان سے قتال کرو کیونکہ وہ مشرکین ہیں–الطبرانی

یہ روایت سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ، سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمہؓ، ام المومنین سلمیٰؓ اور سیدنا عبداللہ ابن عمرؓ سے مختلف طریق سے مروی ہے۔ بحوالہ: امام احمد بن حنبل فضائل صحابہ 651، عبد بن حمید فی المسند 698، الطبرانی فی معجم الکبیر 12997، ابو نعیم الاصفہانی حلیۃ اولیاء 5014، مسند امام احمد 807، البحر الزخار 499، ابو یعلی 6749، السنہ ابن ابی عاصم 980، الشریعہ الآجری 1538

قرمطی -قرامتہ

یہ اسماعیلی مذہب سے تھے انکا بانی الفضل اصفہانی تھا، 931ء مطابق319ھ میں اس نے اپنے آپ کو مہدی قرار دیا اور اپنے آپ کو ایرانی بادشاہوں کی نسل سے ہونے کا دعوا کیا ، یہ فرقہ بحرین میں پیدا ہوا،

6دسمبر929ء مطابق317ھ میں قرامطیوں نے ابوالطاہر الجنبی کی سرکردگی میں مکہ میں قتل عام کیا اور حجر اسود چرا کرلے گئے ، اصفہانی کی آمد کے بعد انہوں نے اپنا قبلہ کعبہ سے بدل کر زرتشت کی آگ کی طرف کرلیا، 9جون 951ء مطابق 340ھ ان سے حجر اسود واپس لیا گیا اور عباسی افواج نے انکا قلع قمع کردیا۔

فاطمی حکومت

برسوں اسماعیلی عقیدہ کہ محمد بن اسمعیل بن جعفر غیبت میں رہے، اور بحیثیت مہدی واپس آنے والا نظریہ تبدیل ہوگیا کہ مہدی خود غیبت میں رہ کر اپنی حفاظت کرے گا، اور داعی کے کام کو منظم کرتے ہوئے خود بھی بحیثیت داعی کا کام کرتا ہے، المہدی باللہ نے ایک بڑی فوج جمع کی اور شمالی افریقہ میں اغلابیہ کی حکومت گرا کر 910ء مطابق 298ھ میں نظریہ امامت کے تحت شیعہ حکومت قائم کی اور اپنے آپ کو علوی ثابت کرنے کی کوشش کی، لیکن عباسی خلیفہ القادر باللہ جسکا عہد991ء– 1031 ء مطابق381ھ- 423ھ تھا نے ایک شیعہ اثناء عشری اور سنی تحقیقاتی ٹیم بنائی جنکے مطابق فاطمی کا نسب یہودی لوہار سے ملتا ہے، اس دستاویز پر علماء نے دستخط کئے اور اسے تمام مسجدوں میں پڑھ کر سنایا جانے لگا ۔

بحوالہ فرہاد دفتری۔ انسائیکلوپیڈیا ایرانیکا-

ابو محمد عبداللہ مہدی باللہ کی ولادت خوزستان 874ء مطابق261 ھ، اور متوفی بمقام مہدیہ تیونس 934ء مطابق323ھ، نے فاطمی سلطنت کی بنیاد رکھی، فاطمی حکومت سرعت سے پھیلی اور مصر اسکا نیا مرکز بنا، اسکے علاوہ انکی حکومت شمالی افریقہ، سسلی، فلسطین، شام، بحیرہ احمر میں افریقی ساحل، یمن، حجاز اور تیماء تک پھیل گئی۔

چھٹے فاطمی حکمران اور16 ویں اسماعیلی، امام الحاکم بامر اللہ996ء– 1021ء مطابق 386ھ– 412ھ کا دروز، مستعالی اور نذاری فرقوں میں بڑا مقام ہے ۔ آٹھواں فاطمی حکمران مستنصر باللہ جب 1094ء مطابق 487ھ میں فوت ہوا تو اسکے بیٹوں نزار اور مستعلی میں جانشینی کی جنگ شروع ہوگئی۔ نزار کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ لیکن وہ الموت پہونچ گیا جہاں ایرانی اسماعیلیوں نے اسکی امامت کو تسلیم کرلیا، مستعلی مزید دو حصوں طیبی اور حافظیہ میں تقسیم ہوگئے۔

طیبی فرقہ نے یمن کی حکمران اروی بنت احمد الصلیحی 440ھ– 533ھ کو حجت کے عہدے پر فائز کردیا جبکہ امام طیب غیبت میں چلے گئے ۔اسکے مزار پر جاہل سنی چڑہاوے چڑہاتے ہیں۔

مستعلی فرقے میں 27 ویں داعی داؤد بن قطب شاہ کے مزید دو حصہ ہوگئے داؤدی بوہرے اور سلیمانی مزید حصوں میں علاوی بوہرے، ہیبتیہ بوہرے،نزاری اور دروز کے عقائد مختلف ہیں۔

فاطمی حکومت کا خاتمہ

سن 1040ء مطابق432ھ میں زیرید خاندان نے مغرب میں سنی ہونے کا اعلان کردیا۔ 1070ء مطابق 463ھ ترکوں نے لیونٹ اور شام پر حملہ کردیا۔ اسکے بعد پہلی صلیبی جنگ ہوئی جس کی وجہ سے فاطمی صرف مصر تک محدود رہ گئے۔ یا طائر اور سیڈون کے ساحلی علاقوں میں ۔ سلجوق انکے سخت خلاف تھے لہذا فاطمی حکومت حشیشین طرز پر صرف دہشتگردی تک محدود ہوگئی۔ بالآخر 1169ء بالمطابق 565ھ میں نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی نے مصر میں فاطمیوں کو شکست دی اور ایوبی سلطنت کا آغاز ہوگیا۔

نزاری اسماعیلی سٹیٹ :

1090ء– 1310ء، مطابق 483ھ– 710ھ۔ہیڈ کوارٹر الموت جو کوہ البرز میں بلندی پر تھا اور قزوین کے علاقے میں تہران سے 100 کلومیٹر دوری پر واقع تھا ۔اوران کا دوسرا اڈہ قلعہ مصیاف میں تھا جو

حمہ شام میں واقع تھا۔ بالآخر ہلاکو نے 1256ء مطابق 654ھ اسے تہس نہس کردیا اور اکثر نزاری فرار ہوگئے، وہاں جتنا بھی لٹریچر تھا اسے نیست و نابود کردیا ۔

حشیشین:

اسماعیلی، نزاری، باطنیہ، ملحد، حشیشی، فدائین وغیرہ کے ناموں سے تاریخ میں جانے جاتے ہیں ، نزاری سکوں پر 'کرسی دیلم ' پرنٹ ہوتا تھا ،دیلم گیلان کے علاقے میں ہے، نزار ابن المنتصر کا اوپر ذکر ہوچکا ہے جو بھاگ کر الموت آگیا تھا۔

حسن بن صباح:

ولادت قم 1050ء، وفات الموت 1124ء مطابق 442ھ – 518ھ، یہ نزاری اسمعیلیت کا بانی تھا ایک فوجی اور مذہبی لیڈر تھا، وہ سنی حکام، علماء اور عام عوام کو قتل کرنے کیلیئے فدائین کا استعمال کرتا تھا، لوگوں کو خوفزدہ کرتا تھا، دہشت پھیلا کر نفسیاتی دباؤ ڈالتا تھا۔

فاطمی سلطنت کے خاتمہ کے بعد اسماعیلی شام میں دروز اور نظاری کے نام سے جانے جاتے ہیں—پاکستان اور جنوبی ایشیا میں مستعالی اور نزاری دونوں فرقے موجود ہیں – مستعالیوں نے 12ویں صدی عیسویں میں یمن کے حکمرانوں میں جگہ بنائی، جن میں صلیح سٹیٹ، 1047ء– 1138ء جسے علی بن محمد بن صلاحی نے قائم کیا اور یہ الرسی زیدیہ حکومت کے خلاف تھے – بنو حمدان 1099ء– 1174ء، اور بنو زریع 1083ء– 1174ء، جب ان حکومتوں کی سرپرستی ختم ہوگئی تو یہ ہندوستان چلے گئے ۔

اس وقت نزاری اسمعیلیوں کی بڑی تعداد شام، ازبکستان، تاجکستان، افغانستان اور پاک و بھارت میں آباد ہے، انکی آبادی کی اکثریت بدخشان میں ہے، جہاں حاضر امام آغا خان بدخشاں ہے۔

دروز :

دروز آبادی زیادہ تر شام، لبنان اور گولان میں ہے، انکی کل آبادی دس لاکھ کے قریب ہے، یہ اپنے فرقے کو مواحدین کہتے ہیں، عقیدہ تناسخ اور روح کلی پر ایمان رکھتے ہیں، اس فرقے نے شیعہ اسماعیلیت سے جنم لیا، لیکن زرتشت، عیسائیت، بدھ ازم اور فیثا غورث فلسفوں کے اس پر گہرے اثرات ہیں، یہ محمد بن اسماعیل کو نبی سمجھتے ہیں، صوفی ازم کا ظاہر اور باطن والا تصور رکھتے ہیں، ختنہ کرواتے ہیں، عربی زبان بولتے ہیں۔

1959 میں جمال عبدالناصر نے الازہر کے شیخ محمود التوت کے ذریعہ فتوی جاری کروایا کہ دروز مسلمان ہیں، لیکن عام سکالرز نے اس فتوے کو تسلیم نہیں کیا اور اسکارد کیا، جبکہ دروز خود مسلم نہیں کہلاتے، تقیہ پر یقین رکھتے ہیں، کلمہ شہادت پڑھتے ہیں اور عید الاضحے مناتے ہیں، حضرت شعیب پیغمبر کو بہت مانتے ہیں، فرنچ کالونیل حکومت نے 1921 اور 1936 کے درمیان جبل دروز پر ایک دروزی سٹیٹ بھی قائم کی تھی جس کا دارالحکومت السویدہ تھا۔

ست پنتھی ۔ خوجہ :

ست پنتھی اسماعیلی نزاری اور اسماعیلی صوفی ازم کا فرقہ ہے، جس کا بانی پیر صدرالدین 1290ء– 1367ء تھا۔ جس نے ہندؤں کو اسماعیلی بنایا۔ اسکے بعد اس کے پوتے پیر امام شاہ 1430ء– 1520ء ہوئے۔ یہ امام شاہی کہلاتے ہیں اور آغا خان کو اپنا امام نہیں مانتے، بھارت کے شہر گجرات میں ایک گاؤں پیرانا ہے جہاں سب ست پنتھی ہیں، انہیں خوجہ کہا جاتا ہے۔

حفیظی : یہ اسماعیلی فرقہ شمالی مصر میں فاطمی دور میں پیدا ہوا اور 15 ویں صدی عیسویں میں ختم ہو گیا۔

سبیہ : معنی سات کا ہندسہ، یہ سات اسماعیلی اماموں کے حوالے سے ہے، قرامطیوں کا بھی یہی اعتقاد تھا

پرنس کریم آغا خان اسی نزاری فرقے کے 49 ویں امام ہیں۔

الوائٹ :

انہیں نصیری بھی کہاجاتاہے، غلات میں سے کئی فرقے جو آج بھی موجود ہیں ان میں الوائٹ سب سے اہم ہے، یہ شام پر حکمران ہیں اور لبنان، ترکی، اسرائیل میں بھی موجود ہیں، اس کا بانی ابن نصیر النمیری متوفی بعد 868ء مطابق 255ھ تھا، اس نے لوگوں کو شیعہ امام الہادی اور عسکری کا نمائندہ بتایا۔

اسکی مخالفت میں اسحاقیہ فرقہ کا ابویعقوب اسحق سامنے آیا، یہ تجسیم کے قائل ہیں اور حضرت علی کو اللہ کا پرتو سمجھتے ہیں، شراب پیتے ہیں، یہ علی، محمد اور سلمان فارسی کی تثلیث کے قائل ہیں، فرنچ کالونیل حکومت نے 1920ء میں انہیں شیعہ فرقہ تسلیم کرتے ہوئے الوائٹ کا نام دیا، الوائٹ سٹیٹ بنا کردی جس کا دورانیہ 1922ء– 1936ء تھا، اسے دولت علویہ بھی کہاجاتا تھا۔

الوائٹ نے شام کی افواج میں اہم کردار ادا کیا اور بعد میں بعثت پارٹی میں بھی سرگرم کردار ادا کیا، 1970ء میں جب حافظ الاسد نے حکومت کا تختہ الٹاتو اپنی کمیونٹی میں سے الوائٹ سے بھرپور مدد لی۔

ھمدانی دور حکومت 947ء– 1008ء میں یہ الخشیبی کی سرکردگی میں منظم ہوئے۔ 1032ء میں الخشیبی کا پوتا ابوسعید میمون الطبرانی متوفی 1034ء میں الاذقیہ جسے لطاکیہ کہتے ہیں جا کر آباد ہوا۔ الطبرانی نے تبلیغ کرکے لوگوں کا مذہب تبدیل کروایا اور الوائٹ کے مذہبی نظریات کو حتمی شکل دی ۔ مملوک سلطان بیبرس نے انہیں اپنے علاقے میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا۔ عثمانی حکمرانوں نے الوائٹ کی غدارانہ فطرت کے باعث انکے خلاف سخت ایکشن لیا، 1926ء اور 1939 کے درمیان دروز اور الوائٹ کثیر تعداد میں فرنچ افواج میں بھرتی ہوئے۔ 1936ء میں ان میں علیحدگی پسندی کے رجحانات نے جنم لیا اور انہوں نے ایک خط فرنچ وزیراعظم کو لکھا کہ یہ شام کے ساتھ شامل نہیں رہنا چاہتے اور انہیں فرنچ حکومت کے ساتھ رکھاجائے اس خط پر حافظ الاسد کے والد سلیمان الاسد نے بھی دستخط کئے ہوئے تھے۔

1971ء میں حافظ الاسد نے صدارت کا عہدہ سنبھال لیا، 1974ء میں لبنانی امل شیعہ ملیشیا کے سربراہ موسی صدر نے فتوا دیا کہ الوائٹ اثنا عشری شیعہ ہیں۔ شامی سول وار میں خوف کی وجہ سے بعثت حکومت نے کثیر

تعداد میں الواٹ فوج میں بھرتی کر کے محاذ پر بھیج دئے، اسد گورنمنٹ کے حمایتی ہونے کے سبب بہت سے الوائٹ مارے گئے۔ جسکی وجہ سے الوائٹ نوجوان بعثت حکومت کے مخالف ہو گئے اور جنگ ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔

2013ء میں جو اعداد و شمار شامی اپوزیشن نے پیش کئے انکے مطابق 94000 فوجی مارے گئے جن میں سے 41000 الوائٹ تھے۔ سول وار کے دوران ایرانی خمینسٹس کے اثر و رسوخ سے بھی الوائٹ پریشان تھے کہ اس سے مزید جھگڑا بڑھے گا، الوائٹ کے اعتقادات سیکرٹ رکھے جاتے ہیں۔ یہ علی کو دائمی خدا سمجھتے ہیں، انکے اعتقادات پر عیسائیت، افلاطونیت اور دیگر کئی مقامی اثرات ہیں ۔ انکے مذہبی آثار میں صرف مزار اور آستانے شامل ہیں۔ اور انکے سب مذہبی تہوار غیر اسلامی ہیں لیکن عید غدیر مناتے ہیں۔انکی آبادی شام میں دس فیصد ہے۔ لبنان میں 150000 اور گولان ہائٹ میں 3900 ہے۔ زبان عربی ہے، الوائٹ کے دو فرقے ہیں۔ایک تو الوائٹ ہے دوسرا مرشد الوائٹ ہے۔

شام میں ہر طرح کے شیعہ جن میں اثنا عشری، اسماعیلی، دروزی اور الوائٹ شامل ہیں انکی کل آبادی 11 اور 12 فیصد کے درمیان ہے۔اثنا عشری صرف اعشاریہ 5 فیصد ہیں۔ باقی شامی آبادی میں سب مسلمان ہیں۔

علوی- علیوی :

علوی مختلف العقائد کا ملغوبہ ہیں۔جن کا بانی حاجی بیکتاش ولی تھا جس کی پیدائش نیشاپور میں سن 1209ء مطابق 606ھ میں ہوئی، اور وفات 1271ء مطابق 679ھ سلطنت روم میں ہوئی۔ اسکا نام محمد ابن ابراہیم عطاء تھا ، بیکتاشی بھی اسی کے مرید ہیں۔ انکا طریقہ حق، محمد، علی ہے، بیکتاش سلطنت روم میں خراسان سے آیا تاکہ بابا الیاس الخراسانی 1240ء کا مرید بن سکے۔بابا الیاس کو مبارز الدین ارمغان شاہ نے بغاوت کے الزام میں قتل کرا دیا تھا۔ بیکتاشی اثناء عشری عقائد کے ساتھ ترک ارواح پرستی کے مذہب کی بھی تبلیغ کرتا اور

اسے صوفی طریقہ کے تحت منتقل کرتا تھا۔ پندرھویں صدی میں یہ مذہب ترک فوج کے جانثاران میں پھیل گیا ۔ علوی عقائد کو سیکرٹ رکھا جاتا ہے اور سب احکامات زبانی دئے جاتے ہیں۔

کردش علوی بیکتاش کی بجائے پیر سلطان ابدال کو مانتے ہیں۔ بیکتاش کے عقیدے کے مطابق روح غیر فانی ہے محیر العقل فلاسفی کہ اچھے فرشتے اچھائی اور برے فرشتے برائی پر مجبور کرتے ہیں۔ قرآن کی تشریح اور تفسیر کے بھی قائل نہیں کہتے ہیں کہ قرآن کا خفیہ مطلب صرف حضرت علی کو معلوم ہے۔ علم فقہ میں انکے خیالات کیسانیہ اور خرمطی فرقے سے ملتے ہیں، مذہبی رسومات کیلئے جب اکٹھے ہوتے ہیں تو ناچتے اور گاتے ہیں۔ جسے سماع کہتے ہیں، محرم اور نوروز کی رسومات کئی دن مناتے ہیں ۔ یہ کمال اتاترک کو مہدی گردانتے تھے کہ اس نے سنی عثمان سلطنت کو ختم کیا۔ آیت اللہ خمینی نے انہیں 1970 میں شیعہ فرقہ کا حصہ قرار دیا ابن عربی کے وحدت الوجود کو مانتے ہیں۔ انکی زیادہ تعداد ترکی میں ہے، کردوں کی بڑی تعداد علوی ہے یہ شام میں بھی ہیں۔ انکے چار سوشل گروپ ہیں جن میں سے دو گروپ بیکتاشی کو نہیں مانتے۔

بیکتاشی :

بیکتاشی فرقے کا بانی علوی ازم کی طرح حاجی بیکتاش ولی تھا۔ اسکے بارے میں تفصیلات علوی فرقے میں لکھی ہیں، آجکل اس کا لیڈر ایڈمنڈ براہماج یابا بامنڈا ہے جس کا تعلق البانیہ سے ہے۔ یہ فرقہ ترک فوج جانثار میں سرایت کر گیا تھا، جب کمال اتاترک نے ان پر پابندی لگائی تو اس کا ہیڈ کوارٹر البانیہ شفٹ ہو گیا اسکے اعتقادات شیعہ اثنا عشری سے ملتے ہیں۔ بیکتاش کے نظریات سے کئی دیگر فرقے متاثر ہوئے جن میں حروفی ، قلندریہ کے علاوہ کئی شخصیات جن میں احمد یساوی ترک شاعر، شاہ اسمعیل صفوی، شیخ حیدر صفوی دور کا لیڈر ، علی عماد الدین نسیمی حروفی فرقہ کا شاعر، پیر سلطان ابدال علوی فرقہ کا لیڈر، گل بابا شاعر سلطان سلیمان اول کے عہد میں، صاری صالتق بابا علوی فرقہ کا بابا وغیرہ۔ یہ ترکی اور البانیہ میں کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بلقان اور یونان، میسیڈونیا اور بلغاریہ کی مسلم آبادی میں یہ فرقہ موجود ہے۔ یہ اپنی تعداد ایک کروڑ کے لگ بھگ بتاتے ہیں جبکہ علوی فرقہ اس سے زیادہ تعداد بتاتا ہے۔ سلطان محمود 2 کے دور

میں اس فرقہ پر عثمانی خلافت نے پابندی لگا دی تھی جب یہ فوج کے جانثار میں سرایت کر گئے تھے، ان کے تکیہ بند کر دئے گئے تھے۔ اس فرقہ کا شکار البانیہ کا حکمران علی پاشا اور نسیم فراشوری جو البانوی سکالر تھا بھی ہوئے۔ شیعہ عقائد کے علاوہ یہ ابن عربی کے فلسفہ وحدت الوجود کو مانتے ہیں۔

یزیدی- ایزدی :

یہ فرقہ 12ویں صدی عیسویں میں بنا جب شیخ ادی نے فرقہ ادویہ کی بنیاد رکھی۔ ان کا نام شیخ عدی بن مسافر تھا، بنی امیہ سے اور مروان اول کے خاندان سے تھے۔ جنکی پیدائش بعلبک لبنان میں 1072ء اور 1078ء کے درمیان ہوئی، اور وفات 1162ء لیلش عراق میں ہوئی، جو نینوا کے علاقے میں ہے وہیں انکا مزار ہے۔ یہ سنی عرب شیخ تھے اور بغداد میں احمد غزالی کے اس درس میں شامل تھے جس میں ابوالنجیب سہروردی اور عبدالقادر گیلانی بھی شامل تھے۔ انہوں نے صوفی انداز میں زندگی گزاری اور عدوی سلسلہ تصوف قائم کیا۔ انکی وفات کے بعد انکے بیٹے سخر ابوالبرکات جانشین بنے۔ یہ قرآن اور سنت پر عمل کرتے اور خلفائے راشدین کے اصولوں پر عمل پیرا ہوتے۔ انکی وفات کے بعد ادویہ سلسلہ کے اتابیک آف موصل اور بدرالدین لولو میں شدید اختلاف پیدا ہو گئے۔ شیخ عدی کی لکھی ہوئی کتابیں موجود ہیں اور ابن تیمیہ نے انہیں قرآن اور سنت پر عمل کرنے والا کہا ہے۔

یزیدی انہیں طاؤس ملک کا اوتار کہتے ہیں۔ یزیدیوں کے اعتقاد کے مطابق خدا صرف ایک ہے اور اس نے سات دیوتا بنائے اور طاؤس ملک یا مور کے فرشتہ کو انکا سربراہ مقرر کیا۔ اس سلسلہ میں انکے مذہب میں کئی کہانیاں سنائی جاتی ہیں۔ وہ طاؤس ملک کو ایک لافانی کردار کے طور پر پیش کرتے ہیں، ان کا سب سے بڑا تہوار نئے سال کا ہوتا ہے جو 14 اپریل کے نزدیک انکے کیلنڈر کے مطابق منایا جاتا ہے اور اعتقاد کے مطابق طاؤس ملک اس دن روشنی کی صورت میں آتا ہے اور ساتھ نیا سال لاتا ہے۔ یزیدی آبادی سب سے زیادہ عراق میں ہے اسکے بعد شام، آرمینیا، جارجیا، روس اور ترکی میں ہے۔

یارسان- اہل حق :

انکے اعتقادات یزیدیوں سے بہت ملتے ہیں۔ اس فرقہ کے بانی کا نام سلطان سہ ہاک تھا، جسکی پیدائش بہ زرنجہ کردستان کے علاقہ سلیمانیہ کے ایک قصبہ میں ہوئی، اور 14ویں یا 15ویں صدی عیسویں میں وفات شے ہاک میں ہوئی جو شمالی عراق میں ہے۔ یہ کرد تھے اور حلول کے عقیدے کے قائل تھے۔

حیدریہ: بانی قطب الدین حیدر متوفی 618ھ۔ مدفن زاواخراسان، انکف عقائد شیعہ اثنا عشری، قلندریہ، ملامتیہ، علوی ازم کی طرح ہیں۔ انہیں بھنگ بہت پسند تھی، اس فرقہ کے ماننے والے حشیش استعمال کرتے اور ننگے پیر پھرتے تھے۔

ھداوا: بانی سدی حیدی، مراکش 13ویں صدی عیسویں، اسے بابائے بھنگ یا حشیش کہتے ہیں

قرون اولی کے چند غالی شیعہ اور رافضی راوی

ابان بن تغلب :

ابوسعد ابان بن تغلب قیل ابوامیہ الربعی کوفی المقری، اور کہاجاتا ہے ابوسعید ابان بن تغلب بن ریاح الجریری البکری، متوفی بعداز 140ھ - شیعہ کتابوں میں اسکی تصنیفات کاذکر ہے، الذریعۃ الی تصانیف الشیعہ: 15/52، اور رجال النجاشی: 1/75، اور معجم الادباء: 1/108، ابن عدی، والسعدی نے شیعہ لکھاہے، الذھبی وابن حجر نے بھی شیعہ بتایاہے۔ اس کی روایت ' شباب اہل جنت ' کو تاریخ بغداد: 1/140، اور اسکی ' دیر الجماجم ' والی روایت تاریخ خلیفہ: 283۔ اور اسکی روایت طبری نے بیان کی ہے جس سے العقیلی نے نقل کیاہے الضعفاء الکبیر: 1/37،

ابان بن عثمان :

ابوعبداللہ ابان بن عثمان بن یحیی بن ذکریا اللؤلؤی البجلی کوفی مولی، متوفی قریب200ھ، مؤلف المبتدا و المغازی و الوفاۃ و الردۃ، طوسی نے معجم الادباء میں اور الکشی نے تصانیف شیعہ میں اسے شیعہ بتایا ہے، عقیلی الثقات 8 / 131

ابراھیم بن یزید بن عمروبن اسود بن عمرو نخعی کوفی:

پیدائش50ھ متوفی95ھ، ابن قتیبہ نے معارف میں شیعہ فہرست میں شامل کیاہے۔اسکی روایات بخاری اور مسلم میں شامل ہیں

الواقدی :

ابوعبداللہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مولی، اہل مدینہ، کہتے ہیں کہ انکی پیدائش130ھ کو ہوئی یا120ھ کے بعد، متوفی بغداد207 ھ، واقدی کی تصنیفات میں جو کتب شامل ہیں ان میں المغازی، وفتوح الامصار، وفتوح الشام، وفتوح العراق، وفتوح مصرو اسکندریہ، وکتاب السیرۃ، واخبار مکہ، والطبقات، وازواج النبی، ومولد الحسن و الحسین، وسقیفہ وبیعت ابوبکر، وسیرۃ ابوبکر ووفات، وغیرہ کے علاوہ کتاب ' التاریخ الکبیر ' شامل ہیں، الفہرست میں ابن الندیم نے واقدی کو شیعہ بتایاہے، شیعہ علماء میں آقابزرگ طہرانی اور حسن الصدر نے شیعہ بتایاہے،

یوسف العطش نے کتاب دولت امویہ میں صفحہ 35 پر بتایا ہے کہ حضرت عثمان اور صحابہ پر طعن کرتا تھا، علماء میں سے یحیی بن معین لیس بشی، المدینی وضع الحدیث، احمد بن حنبل کذاب، مسلم والنسائی متروک الحدیث، ابو الزرعہ الرازی ضعیف، ابن عدی بین الضعف، ابن حجر متروک وغیرہ۔

النسائی :

ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار النسائی، ولد 215ھ النساء اور متوفی 303ھ،- تصنیفات میں ان کی کتاب خصائص امیر المومنین علی ابن طالب طبع ہو چکی ہے، کتاب سنن الکبری اور کتاب المجتبی شامل ہیں، محمد بن اسحق ابن مندہ العبدی الاصفہانی متوفی 395ھ نے شیعہ لکھا ہے، انکے بارے میں بتایا جاتا ہے رملہ فلسطینی علاقے میں گئے تو حضرت امیر معاویہ کی شان میں گستاخی پر عوام نے مشتعل ہو کر مسجد سے نکال دیا اور خصیے پھوڑ دئے جس سے ان کا انتقال ہو گیا، اس سلسلہ میں دیکھئے سیر اعلام النبلاء 14 / 132، 133، والمنتظم فی تاریخ الامم والملوک 13 / 156، والبدایہ والنہایہ 11 / 132، ووفیات الاعیان 59 / 1، انہوں نے فضائل حضرت علی پر کتاب لکھی جس میں دیگر صحابہ کو خارج کر دیا جب تنقید ہوئی تو فضائل صحابہ میں کتاب لکھتے ہوئے صحیح مسلم: 4 / 2019، فضائل حضرت امیر معاویہ کو خارج کر دیا۔

الطبری:

ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری، ولد 224ھ اور متوفی بغداد 310ھ، ابن جریر طبری کی تصانیف میں تاریخ الامم والملوک اور تفسیر طبری ہے، تاریخ طبری نے کثیر تعداد میں شیعہ اور رافضی راویوں سے متنازعہ روایات داخل کیں، جن کی فہرست اس کتاب کے باب طبری میں شامل کی گئی ہیں، طبری نے ضعیف، کذاب، غلاۃ شیعہ اور رافضی روایات پر بہت انحصار کیا ہے، بالغ احمد بن علی السلیمانی کے مطابق روافض کیلئے وضع کرتے تھے، میزان اعتدال: 3 / 499، میں اسکی تفصیل دی گئی ہے، شیعہ ہونے کے الزامات کے ثبوت میں غدیر خم والی اور پیروں پر مسح کرنے کی روایت شامل ہیں، اکثر علماء نے تعریف کی ہے

الحاکم نیشاپوری :

ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم بن الحکم یعرف بابن البیع نیشاپوری، پیدائش 321ھ - متوفی 405ھ، مصنف مستدرک علی صحیحین اور تاریخ نیشاپور، خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں صفحہ 5/ 474 پر شیعہ لکھاہے، جبکہ میزان الاعتدال میں صفحہ 3/ 608 پر ' امام فی الحدیث رافضی خبیث ' تحریر کیاہے، محمد بن طاہر المقدسی متوفی 507ھ نے مزید لکھاہے کہ یہ متعصب رافضی شیعی تھے لیکن اپنے آپ کو ظاہر کرتے تھے کہ سنی ہیں ،بحوالہ تذکرۃ الحفاظ 3/ 1045، اسکے علاوہ میزان اعتدال: 3/ 608 پر تحریر ہے کہ وہ مشہور شیعہ تھے ' من غیر تعرض لل شیخین ' ،اسی طرح المنتظم فی تاریخ الامم والملوک: 15/ 110 میں ابو عبد الرحمن محمد الازدی السلمی متوفی نیشاپور 412ھ کے حوالے سے ان کی رافضیت کا واقعہ درج ہے۔اور اسے تاریخ بغداد: 5/ 473 پر درج کیا گیاہے، حدیث طیر المستدرک علی صحیحین : 3/ 231 ،و' من کنت مولا' المستدرک: 3/ 110، لسان المیزان: 5/ 233 پر انکے آخری عمر میں تغیر اور غفلت وغیرہ کے بارے میں تحریر ہے۔

الیعقوبی شیعہ مؤرخ:

احمد بن ابی یعقوب اسحاق بن جعفر بن وھب بن واضح العباسی بغدادی، متوفی 284ھ،ان کی مشہور کتابوں میں تاریخ یعقوبی اور کتاب البلدان ہے، باقی تصانیف کا ذکر شیعہ علماء نے کیاہے، الذریعہ فی تصانیف شیعہ: 22، 23، -اسکی شیعیت پر اتفاق ہے اور ' غلو فی تشیع وانتمائہ لل امامیہ '، مزید تفصیل کے مطابق: تاریخ یعقوبی: 2/ 20 ' ذکر عمار بن یاسر ' ، جسے حاکم نے مستدرک: 3/ 384، 385 پر درج کیاہے، تاریخ یعقوبی: 2/ 23، ذکر صحابہ بصیغہ تمریض، تاریخ یعقوبی 2/ 26، اکاذیب الشیعہ والروافض، تاریخ یعقوبی: 2/ 39 ہجرت کی رات جبرائیل ومیکائیل کا نزول، اسکے علاوہ علماء نے تاریخ پر جو سوال اور اعتراضات کئے ہیں جس میں شدید نوعیت کا کذب اور رفض بیان کیاہے اسکی مثال مندرجہ چند صفحات سے دیکھے جاسکتے ہیں، تاریخ یعقوبی: 2/ 115، 122، 127، 129، 135، 137، 145، 151، 162، 163، 164، 165، 166، 168، 173، 174، 175، 179، 192، 223، 246 250، 252، 261، 262، 263، 264، 266، 267، 279، 281، 293، 297، وغیرہ

المسعودی شیعہ مؤرخ:

ابوالحسن علی بن حسین بن علی المسعودی، متوفی مصر345 ھ، اسکی تصنیفات میں مروج الذھب ومعادن الجوہر، التنبیہ والاشراف، باقی کتابیں مفقود ہیں، الذہبی نے اعتزال جس کا مطلب ہی رفض تھا، ابن حجر نے شیعہ معتزلہ کہاہے، اسکی کتابوں کی شیعہ علماء جن میں النجاشی، والحلی، والمامقانی نے توثیق کی ہے، اسکی دونوں کتابوں میں شیعہ دلائل اور غلو عیاں ہے، ایک دو مثالیں اس طرح ہیں، التنبیہ والاشراف: 198، 188، 237، جس میں نص اثنا عشر امام کا ذکر ہے، اہل سنت کو حشویہ کہاہے، مروج الذھب؛2/285، 307، 241، 243 قبول خلافت حضرت ابوبکر، یوم قتل حضرت عثمان، طعن فی عمال عثمان بن عفان کے علاوہ دونوں کتابیں میں بے شمار واقعات رفض وکذب سے مزین ہیں، اور اسکی شیعت متفق علیہ ہے۔

الرواجنی : ابوسعید عباد بن یعقوب الاسدی کوفی

متوفی250ھ، الاعلام3 / 285، اور التاریخ العربی و المورخون1 / 210پر ذکر ہے، علماء کا اتفاق ہے کہ یہ رافضی تھا، ابن عدی غالی شیعہ، ابن حبان رافضی، دار قطنی شیعہ، الذھبی غلاۃ شیعہ، ابن حجر رافضی، میزان الاعتدال اور سیرت اعلام النبلاء میں اسکی رفض والی روایات کا حوالہ ہے، تاریخ طبری میں اسکی ایک روایت1 / 189 پر ہے، اصفہانی نے تاریخ التراث العربی میں اور مقاتل طالبین میں سات آٹھ روایات شامل کی ہیں۔

النوفلی :

ابوالحسن علی بن محمد بن سلیمان بن عبداللہ بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب بصری204ھ، معاصر ہشام کلبی، اسکی کتاب الاخبار کا ذکر تاریخ التراث العربی میں کیا گیاہے، کتب رجال شیعہ میں اس کا ذکر ہے، ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل طالبین518 پر ذکر کیاہے، شیعہ تھا اور مسعودی نے مروج الذھب3 / 6 میں العباس سے روایت نقل کی ہے، طبری نے تاریخ طبری میں فہرست10 / 343، مسعودی نے مروج الذھب3 / 6، 24، 86، 88، 89، 91، اصفہانی تاریخ التراث العربی، 1/2/136 اور التاریخ العربی والمورخون 1 / 205، مقاتل طالبین 155، 368، 465 اور اغانی نے کوئی دو درجن سے زائد حوالے دئے ہیں۔

الحارث بن حصیرہ کوفی:

ابو النعمان الحارث بن حصیرۃ الازدی الکوفی متوفی مابین 141 – 150 ھ، ابو حاتم رازی، ابو احمد زبیری، ابن عدی، یحیی بن معین، نسائی، دار قطنی نے شیعہ بتایا ہے، اسکی روایات مصنف ابی شیبہ: 12 / 62، اور حلیۃ اولیاء اصفہانی: 1 / 63، اور تاریخ طبری: 10 / 214، 4 / 540، 5 / 26، 27، 83، 268، 415، 417، 418، 558، 590، 6 / 89، اور الذھبی تاریخ اسلام: 546

المنذر القابوسی :

ابو القاسم المنذر بن محمد بن المنذر بن سعید بن ابی الجہم القابوسی، متوفی بعد 250ھ، شیعہ کتاب رجال النجاشی نے اسکی تصنیفات کا ذکر کیا ہے، عام طور پر ضعف اور تضعیف کا بتایا گیا ہے، دار قطنی نے متروک، ضعفاء میں مجھول اور ابن حجر نے اللسان کہاہے، سوائے ابو الفرج اصفہانی کے جس نے مقاتل طالبین 133، 152 میں ذکر کیاہے کسی نے اس سے روایت نہیں لی۔

ابن عمار الثقفی :

ابو العباس احمد بن عبید اللہ بن عمار الثقفی معروف الحمار العزیر، متوفی 314ھ، الفہرست میں ابن الندیم نے ذکر کیاہے، خطیب اور الذھبی نے شیعہ لکھاہے، اس نے ہند بنت عتبہ پر تہمت لگائی جس کا اغانی مقاتل طالبین اور شرح نہج البلاغہ میں حوالہ موجود ہے۔

ابن ابی الثلج :

ابو بکر محمد بن احمد بن محمد بن ابی الثلج عبد اللہ بن اسماعیل الکاتب، متوفی 322 یا 325 ھ، شیعہ کتب الفہرست للطوسی 151، رجال النجاشی 2 / 299 میں اسکی تصنیفات کا حوالہ دیا گیاہے۔

ابن عقدہ :

ابو العباس احمد بن محمد بن سعید بن عبد الرحمن بن ابراہیم بن زیاد بن عبد اللہ بن عجلان، ابن عقدہ مولی ، ولد 249ھ اور متوفی 333ھ، اسکی کتابوں کا ذکر المنتظم ابن جوزی، رجال النجاشی اور الفہرست للطوسی میں کیا

گیاہے، الذھبی نے شیعہ بتایاہے، تذکرۃ الحفاظ: 3/841، اور دیگر کتابوں میں اسکی غالی شیعت کا ذکر ہے، النجاشی نے اسے غلات زیدیہ فرقے جارودیہ سے بتایاہے، عموما اسکے شیعہ وروافض ہونے کی توثیق کی گئی ہے، رجال الحلی: 203

ابن اعثم کوفی شیعہ مؤرخ :

ابو محمد احمد بن اعثم بن نذیر بن حباب بن کعب بن حبیب الازدی کوفی، نزل جرجان، متوفی 314ھ، مؤلف کتاب الفتوح اور کتاب التاریخ، یاقوت نے معجم الادباء: 2/ 230 میں اسے شیعہ اور ضعیف لکھاہے، ابن حجر نے لسان المیزان: 1/138 میں ذکر کیاہے، اسکی کتاب الفتوح میں بعض نقولات شیعہ غلو کی تائید کرتے ہیں، الفتوح: 1/335،466،465،2/ 52،56،62،80،84،85،123،124 بطور مثال حوالہ دیا ہے جس میں رافضی روایات کے عین مطابق سقیفہ پر طعن، بیعت عثمان بن عفان، واقعہ جمل میں حضرت زبیر پر طعن اور صفین کے واقعات، حضرت امیر معاویہ وحضرت عمرو بن العاص کے بارے ہرزہ سرائی وغیرہ شامل ہیں۔

ابو الفرج الاصفہانی شیعہ مؤرخ:

ابوالفرج علی بن حسین بن محمد بن احمد بن الھیثم بن عبدالرحمن بن مھران بن عبداللہ بن مروان بن محمد بن مروان بن الحکم بن ابی العاص الاموی، ولد 284ھ اور متوفی بغداد 356 ھ، بعض حوالوں میں پیدائش سر من رائے جبکہ بعض اصفہان بتاتے ہیں، مصنف کتاب اغانی، اور مقاتل الطالبین، بعض کا صرف فہرستوں میں ذکر ہے، ابن الاثیر، وابوالفداء، والذھبی، وابن العماد نے اسکے اموی شیعہ ہونے پر تعجب کیاہے، ابن کثیر نے شیعہ لکھاہے، کتاب سیف الیمانی فی نحر الاصفہانی، ولید اعظمی: 73،126،172،264 نے کتاب اغانی کے بارے میں لکھاہے کہ اس نے جو شیعہ منہج اختیار کیاہے کذابین ومجروحین والا ہے جس میں طعن وتشکیک اعلام امہ اور ثقہ روایات پر ہے، اغانی کی دوسری کتاب ' مقاتل الطالبین' تین سو سال بعد واقعہ کربلا کی تاریخ لکھنے میں شیعہ نقطہ نظر کا اظہار ہی ممکن ہے، جب کہ آل بویہ کے دور کا آغاز ہو چکا تھا۔

احمد بن مفضل ابن کوفی حفری :

ابوزرعہ اور حاتم نے روایت صراحت کے ساتھ کی ہے کہ یہ شیعہ تھا، ذہبی نے ابن حاتم کے حوالے سے بتایا ہے کہ یہ شیعہ تھا، ابی داؤد اور نسائی میں اسکی روایات موجود ہیں۔

احمد الجوھری :

ابو بکر احمد بن عبدالعزیز الجوہری کوفی، متوفی بعد250ھ، شیعہ کتاب نقولات فی شرح نہج البلاغہ 9 / 3 – 5، 21،22،49–58 پر اسکی تصنیف کا ذکر کیا ہے، سب ہی مشہور شیعہ کتب نے اس کا ذکر کیا ہے، یہ بھی لکھا ہے الفاظ شنیعہ صحابہ کرام کیلیئے استعمال کرتا تھا، ابن اعثم کوفی کا منہج خلافت سیدنا ابو بکر صدیق ؓ 189، اصفہانی نے مقاتل طالبین میں درجنوں روایات مختلف صفحات پر دی ہیں، ابن الحدید نے شرح نہج البلاغہ 372 پر دی ہیں۔

ابوالحسن علی بن جوھری :

بغدادی، متوفی230ھ، ابن قتیبہ نے شیعہ بتایا ہے، امام بخاری کے شیوخ میں سے تھے اور بخاری نے بارہ روایات کی ہیں۔

الجلودی :

ابو احمد عبدالعزیز بن یحیی بن احمد بن عیسی الجلودی الازدی بصری، متوفی332ھ، الفہرست میں ابن الندیم 128 نے اسکی تصنیفات کا ذکر کیا ہے اور 246 پر بتایا ہے کہ یہ اکابر علماء شیعہ تھا، شیعہ کتابوں رجال النجاشی 2/ 54،57 اور مجمع الرجال 4 / 93 پر اس کا ذکر ہے، الطوسی امامی، ابن رستم طبری: دلائل الامامہ 19، 30، 41، 42، 52، 54، 57، مصادر نہج البلاغہ واسانیدہ: 1 / 66

ابن بابویہ القمی :

انکی تصنیفات شیعہ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسی بن بابویہ، نزل بغداد، متوفی رے 381ھ، کتب رجال النجاشی 2 / 228، 330 اور کتاب الاختصاص، طبع و نشر من مؤسسہ عالمی 1402ھ– انہیں بقول

خطیب رؤس الرافضہ اور شیخ الرافضہ لکھاہے، اور کہاہے والطعن علی السلف من صحابہ و التابعین، و عامہ الفقہاء و المجتہدین، تاریخ بغداد 3 / 231، الذھبی نے عالم الرافضہ و تصانیف فیہا طعن علی سلف، میزان اعتدال 4/ 30، اس نے ارتداد صحابہ رضوان اللہ اجمعین، سیدنا ابو بکر پر تہمت لگائی، اور کفر سیدنا عمر جیسے موضوع پر لکھاہے، استغفر اللہ، الاختصاص: 6، 10، 19، 274، 275 ،شیعہ کتب میں انکی تصنیفات کا ذکر ہے رجال النجاشی: 2 / 315، 316، الفہرست للطوسی: 157، خطیب کے مطابق شیوخ شیعہ والمشہور رافضہ، الذھبی امامی و رافضی۔

المفید :

ابو عبداللہ محمد بن محمد بن نعمان الحارثی مشہور ابن المعلم بغدادی، متوفی 413ھ۔

ابن رستم الطبری :

محمد بن جریر بن رستم ابو جعفر الطبری، طہرانی نے ابو العباس احمد بن علی النجاشی بغدادی متوفی 450ھ اور ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی بغدادی و کوفی متوفی 460ھ کا معاصر بتایا ہے، ابن حجر نے انہیں ابو الفرج الاصفہانی کا شیخ بتایاہے، لسان المیزان 5 / 103، انکی کتابوں کا ذکر طبقات علماء شیعہ قرن الرابع: 252 اور الذریعہ الی مصنفات الشیعہ: 8 / 241 پر کیا گیاہے، الذھبی نے رافضی، العراقی نے رافضی خبیث، بحوالہ میزان اعتدال ،اس نے دلائل الامامۃ میں مصحف سیدہ فاطمہ اور طعن سیدنا ابو بکر و عمر کیاہے۔

اجلح بن عبداللہ الکندی :

ابو حجیۃ اجلح بن عبداللہ بن حجیۃ کوفی، متوفی 125ھ ،ابن عدی شیعہ کوفہ ،ابن حجر شیعہ ،اسکی روایت تاریخ خلیفہ: 88، طبری نے تین روایات نقل کی ہیں، تاریخ طبری: 3/ 338، 560، 5/ 73،

الثوری :

ابو عبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق الثوری کوفی، متوفی بصرہ 161ھ ، علی کے بارے میں غلو کا شکار تھا حلیۃ الاولیاء: 7/ 27،سب علماء نے اسکے تفضیلی عقیدے اور شاتم صحابہ ہونے کا بتایاہے، اسکی فضل علی والی روایت

الاستیعاب فی الاسماء الاصحاب: 3/28، اور مستدرک علی الصحین: 3/167، اسکی روایات تاریخ خلیفہ فہرست: 509اور تاریخ خلیفہ: 65،96،166،217،235،283اور طبری نے تاریخ طبری: 10/268،2/399،2/432،3/195اور صحیح بخاری: 7/291

الثقفی:

ابواسحق ابراہیم بن محمد بن سعید بن ھلال بن عاصم بن سعد بن مسعود الثقفی کوفی، متوفی اصفہان 283 ھ، مختار ثقفی کے چچا کا بیٹا تھا، شیعہ کتاب رجال النجاشی میں 1/ 90، 91پر اسکی تصنیفات کا ذکر ہے، یہ ضعیف اور رافضی تھا، ابونعیم اصفہانی غالی شیعہ تھا، اسے کئی مرتبہ رفض کی وجہ سے اصفہان سے بے دخل کیا گیا، شیعہ کتابوں میں اسکی روایات ہیں ابن حدید نے کتاب الغارات سے روایت نقل کی ہیں، شرح نہج البلاغہ میں درجنوں حوالے ہیں۔

ابو یحیی علی بن غراب فزاری کوفی :

متوفی184ھ، ابن حبان نے شیعہ لکھاہے، سنن میں اسکی روایات شامل ہیں۔

ابوالحسن علی بن قادم خزاعی کوفی:

ابن سعد نے جلد4 میں شیعہ لکھاہے، ابی داؤد اور ترمذی میں اسکی روایات شامل ہیں۔

ابو مخنف :

لوط بن یحیی بن سعید بن مخنف الازدی کوفی، متوفی157ھ، مؤلف کتاب المغازی، کتاب سقیفہ، کتاب الغارات، کتاب فتوح العراق سے لیکر دیر جماجم ابن اشعث تک بے شمار کتابوں کا ذکر ابن ندیم اور دیگر نے اپنی فہرستوں میں کیاہے ۔ابن عدی شیعہ، ابن تیمیہ شیعہ متروک کذاب، ابن سعد: نے الطبقات الکبری میں 1 / 393 / 5 ، 279

البلاذری: اسرۃ امویہ فی انساب الاشراف 1 / 327، 337، فتوح البلدان: 149، 162، 167، 178، 423، 352، 353، 391، 428، 443، 456، 468، 472، 486، 531، 549، 557

تاریخ طبری: مرویات ابی مخنف14 – 18، فہرست تاریخ طبری10 / 383،384،اور ابو الفرج اصفہانی مقاتل طالبین

ابو عبد الرحمن بن داؤد ھمدانی کوفی:

ابن قتیبہ نے اسے شیعہ لکھاہے، بخاری میں اسکی روایت موجود ہے ۔

ابو اسرائیل: اسماعیل بن خلیفہ ملائی کوفی، ذہبی نے میزان اعتدال میں متعصب شیعہ لکھاہے، یہ حضرت عثمان کو کافر کہتا تھا، بدزبان اور بد گو تھا، ابوزرعہ کے مطابق غالی تھا، ابن قتیبہ نے بھی شیعہ فہرست میں لکھا ہے، ترمذی میں اسکی روایات موجود ہیں

ابو عبد اللہ عجلی:

جوزجانی کے مطابق یہ مختار ثقفی کے گروہ سے تھے، ذہبی اور شہرستانی نے غالی شیعہ لکھاہے ابن قتیبہ نے غالی رافضی کہاہے، اسکی روایات ترمذی اور ابو داؤد میں ہیں، ابن سعد نے متشدد شیعہ کہاہے۔

ابو محمد عبد الرحمن بن صالح ازدی العتکی کوفی بغدادی:

متوفی 135ھ، ابن عدی نے کالا شیعہ کہا ہے شیعت میں بھنا ہوا، صالح جزرہ کے مطابق حضرت عثمان کو گالیاں دیتا تھا ، ابو داؤد کے مطابق اس نے صحابہ کی مذمت میں ایک کتاب لکھی تھی اور بہت گندا آدمی تھا ، یحیی بن معین شیعہ ، عباس دوری شیعہ ابو داؤد شیعہ ، المطوعی رافضی، الحمال شیعی، ابن عدی و ابن شاہین و ابن حجر شیعہ، امام احمد رافضی، اس نے مثالب اصحاب النبی اور مثالب ازواج النبی تحریر کیں

ابن عدی نے کلاب الحواب: الکامل فی ضعفاء رجال: 4 / 1627، نسائی خصائص امیر المومنین: 201، تاریخ طبری نسب ابی سفیان: 10 / 319،5 / 215،

ابو الیقطان عثمان بن عمیر ثقفی کوفی بجلی :

سنن ابی داؤد اور ترمذی میں اسکی روایات موجود ہیں۔

اسبغ بن نباتہ کوفی:

ابوالقاسم اصبغ بن نباتہ التیمی الحنظلی المجاشعی کوفی متوفی مابین 101-110ھ ، کتاب مقتل حسین لکھی، فہرست طوسی میں اس کانام ہے، متروک ہے، فطر بن خلیفہ نے شیعہ، العقیلی نے سبیئہ ،یعقوب بن سفیان الفسوی نے رافضی، ابن حجر رافضی، نسائ متروک الحدیث، الدار قطنی منکر حدیث، ابن حجر متروک۔ طبری نے تاریخ طبری میں10 / 183، 4 / 59،558

اسماعیل السدی:

ابو محمد اسمعیل بن عبدالرحمن بن ابی کریمہ السدی القرشی متوفی127ھ، مولی، جوزجانی اور مروزی کے حوالے سے ہے کہ شاتم حضرت ابو بکر و عمر، الذہبی اور ابن حجر نے شیعہ، جوزجانی نے کذاب کہاہے، اسکی حدیث طائر ترمذی، نسائ، ابویعلی میں ہے، اور طبری نے آٹھ روایات لی ہیں- تاریخ طبری 10 / 180، 2 /414،416،،433،503،509،519، 3/ 122،5/396

اسماعیل بن ذکریا خلقانی کوفی:

متوفی184ھ، ذہبی نے میزان اعتدال میں شیعہ تحریر کیاہے، بخاری اور مسلم میں اسکی روایات موجود ہیں۔

اسماعیل بن عباد بن عباس طالقانی :

المشہور صاحب بن عباد، متوفی385ھ، غالی شیعہ ہونے کی وجہ سے آل بویہہ کی حکومت میں وزارت عظمی پر لگایا گیا، ابی داؤد اور ترمذی میں اسکی روایات شامل ہیں، ذہبی نے میزان اعتدال میں شیعہ لکھا ہے۔

اسماعیل بن ابان :

صحیح بخاری میں بلاواسطہ انکی روایات شامل کی گئی ہیں، بقول ذہبی احمد نے ان سے روایات لی ہیں۔

اسماعیل الفزاری :

ابو محمد اسمعیل بن موسی الفزاری کوفی متوفی 245ھ، ذہبی نے ابن عدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ غالی شیعہ تھا اور لوگ اسے ناپسند کرتے تھے، کئی محدثین بشمول ابن ابی شیبہ لوگوں کو منع کرتے تھے کہ یہ سب و شتم کرتا ہے اور اس فاسق کے پاس کیا لینے جاتے ہو، الذھبی اور ابن حجر شیعہ، ابن خزیمہ اور عرویہ نے اس سے روایات لی ہیں، ابوداؤد اور ترمذی نے روایات لی ہیں، تاریخ طبری: کلاب حواب4 / 5،456 / 156 ۔

بریدہ بن سفیان الاسلمی :

بریدہ بن سفیان بن فروہ الاسلمی، متوفی مابین 121 اور 130، ابن حجر شیعہ، رفض، ابوحاتم ضعیف الحدیث، الدار قطنی متروک، سیرۃ النبی ابن ہشام: 4/ 3،693/ 96، سیرت ابن اسحق؛314، ابن ہشام: 4/ 524، تاریخ طبری: 2/529،634،3/107،

تلید بن عثمان کوفی :

غالی شیعہ تھا، ابن معین کے مطابق حضرت عثمان کو سب و شتم کرتا تھا، ابوداؤد نے رافضی لکھا ہے، امام احمد نے اس کے غالی ہونے کے باوجود اس سے روایات لی ہیں، بلکہ ترمذی نے بھی روایات لی ہیں۔

ثابت بن دینار:

ابوحمزہ ثمالی، شیعہ، ترمذی نے اسکی روایات لی ہیں۔

ثوبر بن ابی فاختہ :

مولی ام ہانی، ذہبی نے انکی شیعت کی نشاندہی کی ہے، ترمذی نے روایتیں شامل کی ہیں

جابر الجعفی کوفی :

ابوعبداللہ جعفر بن یزید بن الحارث بن عبدیغوث بن کعب بن الحارث ابن معاویہ بن وائل بن مرئ الجعفی الکوفی، متوفی 77ھ، تاریخ وفات میں اختلاف ہے بعض شیعہ حوالوں میں وفات 127ھ لکھی ہے،

ذہبی نے میزان اعتدال میں لکھاہے رافضی تھا، صحابہ کرام پر سب وشتم کیا کرتے تھا، غالی شیعہ تھا، اس نے کتاب الجمل، صفین، امیر المومنین، ومقتل حسین تحریر کی تھیں اب متروک ہیں، العجلی غلو فی تشیع، ابن حجر رافضی، اسے سبیہ کہاجاتاہے جو رجعت کے قائل تھے اور عبد اللہ بن سبا کے مقلد تھے، نسائی متروک، ترمذی نے جابر بن عبد اللہ سے حسین شباب الجنۃ والی روایت 5 / 656، صحیح سنن الترمذی 3 / 223، الذہبی نے میزان اعتدال 1 / 383 حدیث منکر کہاہے، ابوداؤد، اور نسائی نے روایات لی ہیں، طبری نے تاریخ طبری میں فہرست 10 / 204، اور 3 / 240، 4 / 194، 500، 512، 5 / 63، 92، 5 / 449 اور تاریخ اسلام میں 3 / 540

جریر بن عبدالحمید جنبی الکوفی :

متوفی 187ھ، ابن قتیبہ نے معارف میں شیعہ لکھاہے، رے سے تعلق تھا، بخاری اور مسلم نے انکی روایتیں لی ہیں۔

جمیع بن عمیر:

ابوالاسود جمیع بن عمیر بن عفاق التیمی کوفی، ابوحاتم شیعہ، ابن حجر شیعہ، ابن حبان رافضی، ابن جوزی الضعفاء، الذھبی بعضہم بالکذب، اسکی ایک روایت سنن ترمذی: 5/701، قال ترمذی حسن غریب، خصائص علی ابن طالب 127، اسناد ضعیف ومتن منکر، تاریخ جرجان: 213، المستدرک علی الصحین: 3/ 154، مسند امام احمد؛6/241، صحیح بخاری: کتاب فضائل صحابہ، ب5، فتح الباری: 7/18، صحیح مسلم: 4/1856، 2384، سنن ترمذی: 5/ 613،

جمیع بن عمیرہ بن ثعلبہ کوفی تیمی :

میزان اعتدال میں ابوحاتم نے شیعہ لکھاہے، ترمذی میں اسکی روایات ہیں

جعفر بن سلیمان الضبعی:

ابوسلیمان جعفر بن سلیمان ال ذبعی البصری مولی، متوفی 178ھ، ابن قتیبہ نے معارف میں شیعہ لکھاہے، ابن سعد، وذہبی اور ابن عدی نے شیعہ تحریر کیاہے، جعفر بن سلیمان رافضی، الذھبی وابن حجر شیعہ، شاتم حضرت ابوبکر وحضرت عمر، بغض شیخین میں روایات گھڑتا تھا، الجوزجانی روایت حدیث منکرہ، اسکی روایت سنن ترمذی:

632/5،باب مناقب علی،النسائی نے صحاحہ میں ویدخل البخاری، تاریخ طبری: 10/ 207،4/ 434،512،5/ 291، 394،

جعفر بن زیاد احمر کوفی :

متوفی148ھ،ابو داؤد اور ابن عدی نے شیعہ تحریر کیاہے،روایات نسائی اور ترمذی میں موجود ہیں

حارث بن عبداللہ ھمدانی :

متوفی45ھ،ابن قتیبہ نے شیعہ تحریر کیاہے، ابن حبان غالی شیعہ کہتے تھے،اس کے غالی عقائد کی وجہ سے سخت ناپسند کیا جاتا تھا، لیکن پھر بھی نسائی، ترمذی، ابن ماجہ اور ابو داؤد نے اسکی روایات لیں۔

حبیب بن ابی ثابت اسدی کوفی :

متوفی119ھ،ابن قتیبہ نے معارف میں اور شہرستانی نے ملل و نحل میں شیعہ لکھاہے،صاحبان صحاح ستہ انکی زلف کے اسیر تھے اور کئی روایات لی ہیں۔

حبۃ العرنی:

حبۃ العرانی - ابو قدامہ حبۃ بن جوین بن علی بن عبد نھم بن مالک بن ھوازن ابن عرینہ العرنی البجلی، متوفی76ھ،بخاری نے سوءمذہب، ابن قتیبہ اور صالح بن محمد بغدادی نے شیعہ، ابن حبان غالی شیعہ، الذہبی غلاۃ شیعہ،ابن حجر غالی تشیع- طبری نے ایک روایت لی ہے،ذہبی نے تاریخ اسلام میں دو روایات لی ہیں۔ تاریخ طبری10 / 216، تاریخ اسلام3 / 389،3/ 471 ۔

حسن بن حیؑ :

پیدائش100ھ، متوفی199ھ، ذہبی نے میزان اعتدال میں لکھاہے یہ شیعہ تھا جمعہ کی نماز نہیں پڑھتا تھا، حضرت عثمان سے سخت بغض رکھتا تھا،ابن قتیبہ اور ابن سعد نے شیعہ بتایاہے، مسلم اور دیگر سنن نے اسکی روایات لی ہیں۔

حکم بن عتیبہ کوفی:

متوفی115ھ، ابن قتیبہ نے معارف میں شیعہ بتایاہے، بخاری اور مسلم میں اسکی روایات موجود ہیں۔

حماد بن عیسی :

صاحب منتہی المقال نے اسے شیعہ بتایاہے، ترمذی اور دیگر سنن میں اسکی روایات موجود ہیں۔

حمران بن اعین :

کٹر شیعہ تھا، ابی داؤد میں اسکی روایت شامل ہیں۔

خالد بن مخلد قطوانی کوفی:

ابن سعد نے طبقات ج4 میں اور ابو داؤد نے شیعہ بتایاہے، بخاری، مسلم اور کچھ اصحاب سنن نے اس سے روایتیں لی ہیں۔

زبید بن حارث بن عبدالکریم کوفی :

متوفی124ھ، ذہبی نے میزان اعتدال میں شیعہ بتایاہے، بخاری اور مسلم میں اسکی روایتیں موجود ہیں۔

زید بن الحباب کوفی تمیمی:

ابن قتیبہ نے معارف میں شیعہ لکھاہے، اسکی روایتیں بخاری اور مسلم میں ہیں

سالم بن ابی حفصہ کوفی :

ابویونس سالم بن حفصہ العجلی الکوفی متوفی140ھ، شہرستانی نے ملل ونحل میں، ذہبی نے میزان اعتدال میں اور ابن سعد نے ج4 میں اسے انتہائی شدت پسند شیعہ بتایاہے، اسکی شیعت پر اجماع ہے- روایات مسند احمد 2 / 531، ابویعلی 11 / 78، طبری نے ایک روایت نقل کی ہے تاریخ طبری 10 / 260، المستدرک 3 / 14، مسند احمد 2 / 531، مقاتل الطالبین اصفہان 76، البیہقی 4 / 28، 29، المستدرک 3 / 171

سالم بن ابی الجعد اشجعی کوفی:

ابن سعد نے جلد4، ابن قتیبہ نے معارف میں اور شہرستانی نے الملل ونحل ج2 میں شیعہ بتایا ہے، بخاری اور مسلم میں اسکی روایتیں موجود ہیں۔

سعد بن طریف الاسکاف حنظلی کوفی :

ذہبی نے مختلف علماء کے حوالے سے اسکی شیعت کے بارے میں لکھاہے، ترمذی میں اسکی روایتیں موجود ہیں۔

سعید بن اشوع :

ذہبی کے مطابق کوفہ کے قاضی تھے لیکن جوزجانی نے اسے غالی شیعہ اور اعتدال سے بڑھا شیعہ بتایاہے، بخاری اور مسلم نے اسکی روایات لی ہیں۔

سعید بن خیثم :

یحیی بن معین نے شیعہ بتایاہے، ترمذی اور نسائی میں اسکی روایات موجود ہیں۔

سلمہ بن الفضل الاہرش:

رے کا قاضی تھا اور علماء نے اسکی شیعت کے بارے میں لکھاہے لیکن ترمذی اور داؤد میں اس کی روایات موجود ہیں۔

سلمہ بن کمیل بن حصین حضرمی :

متوفی 121ھ، ابن قتیبہ نے معارف میں، شہرستانی نے جلد2 میں شیعہ بتایاہے، صحاح ستہ میں اسکی روایات موجود ہیں بلکہ بخاری اور مسلم میں بھی۔

سلیم بن قیس:

ابو صادق سلیم بن قیس الہلالی، متوفی 95ھ ،اس نے 'کتاب السقیفہ' لکھی تھی جو 'کتاب سلیم بن قیس' کے نام سے مشہور ہے۔ اسکی کتاب میں وضعی اور غلاۃ روایات ہیں، جس میں عقیدہ رجعت، وصی، امامت اور تقیہ پر عمل شامل ہیں، المسعودی نے انت اثنا عشر والی روایت اس سے لی ہے تنبیہ والاشراف، دار صعب 198، 199، حسن بصری نے اسے شیعہ لکھا ہے وہ ابو سعید ابو الحسن بن ابی الحسن یسار البصری مولی متوفی 110ھ تھے

سلمۃ بن کھیل:

ابو یحیی سلمۃ بن کھیل بن حصین الحضرمی ثم التنعی کوفی، ولد 44ھ، متوفی 121 یا 122 ھ العجلی، و یعقوب بن شیبہ، و ابن حجر قال شیعہ، ترمذی نے اسکی روایت 'من کنت مولی' سنن ترمذی: 5 / 633 اور دوسری ' انا دار الحکمۃ و علی بابہا' لکھی ہے سنن ترمذی: 5 / 637، حدیث غریب منکر، مسند ابویعلی؛ 1 /348، مستدرک الحاکم: 3 / 112، الاستیعاب ابن عبد البر: 3 / 31 ، اسکے علاوہ روایت ' اولکم ورودا علی الحوض' تاریخ بغداد: 2 / 181، الاستیعاب ابن البر : 3 /28 ، ابن جوزی فی الموضوعات، تاریخ خلیفہ: 184، 197، 283، تاریخ طبری: 3 / 124، 4 / 224، 5 / 73، 589،

سلیمان بن قرم :

ابو داؤد سلیمان بن قرم بن معاذ التیمی الضبی کوفی، یہ شیعہ تھا، امام احمد اور ابن عدی شیعہ ، ابو داؤد شیعہ ، ابن حبان غالی رافضی، الحاکم غالی شیعہ ، ابن حجر شیعہ ، ابن معین لیس بشی، ضعیف، ابن کثیر متروک، ابن حجر سئی الحفظ، روایت عن ابن عباس، الکامل فی ضعفاء رجال: 3 /1106، اور روایت عن جابر الکامل فی ضعفاء رجال: 3 /1107 ، اور روایت عن عبد اللہ الکامل فی ضعفاء رجال: 3 /1107، اور روایت عن عبد اللہ بن عمرو الکامل فی ضعفاء رجال: 3 /1106، اور روایت الکامل ضعفاء رجال؛ 3 /1106، اور طبری قتال یوم الجمل، فہرس تاریخ طبری: 10 / 274، تاریخ طبری: 4 /532،

سلیمان بن صرد خزاعی کوفی :

ہر فتنہ میں اس کا ہاتھ تھا، مختار ثقفی کی ذہنیت کا شخص تھا، سوائے شیعوں کے سب کو گمراہ سمجھتا تھا، اسی محبت میں بخاری اور مسلم نے اسکی روایات لی ہیں۔

سلیمان بن طرخان تیمی بصری :

متوفی 124ھ، ابن قتیبہ نے معارف میں شیعہ بتایا ہے، بخاری اور مسلم نے اس سے روایات لی ہیں۔

سلیمان بن قرم بن معاذ ضبی کوفی:

ذہبی نے میزان اعتدال میں ابن حبان کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ انتہائی غالی شیعہ تھا، مسلم، ابی داؤد اور ترمذی میں اسکی روایات موجود ہیں۔

سلیمان بن مہران کاہلی کوفی :

اعمش، پیدائش 41ھ متوفی 148ھ، شیعت میں مشہور تھا، حضرت عثمان ؓ سے بغض میں بہت آگے تھا، بخاری مسلم میں اسکی روایات موجود ہیں۔

قاضی شریک بن عبداللہ بن سنان بن انس نخعی کوفی :

پیدائش 95ھ خراسان، متوفی 177ھ، ابن قتیبہ نے شیعہ لکھا ہے، ذہبی نے بھی عبداللہ ابن ادریس کے حوالے سے لکھا ہے کہ خدا کی قسم کھا کر کہتے کہ شریک شیعہ ہے، اس کے مختلف واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ ؓ سے سخت بغض میں مبتلا تھا اور حضرت علی کی تعریف میں غلو اور روایتیں گھڑتا تھا، اس سے اسحاق ارزق نے نوہزار روایات لیں مسلم اور صحاح میں اسکی روایتیں ہیں۔

شعبہ بن حجاج عتکی :

پیدائش 83ھ، اور متوفی 140ھ، ابن قتیبہ اور شہرستانی نے اسے شیعہ بتایا ہے، بخاری اور مسلم میں اسکی روایات موجود ہیں۔

صعصعہ بن صوحان بن حجر بن حارث عبدی :

ابن قتیبہ نے معارف میں شیعہ لکھاہے، نسائی نے اسکی رویات درج کی ہیں۔

ظالم بن عمرو بن سفیان ابو الاسود دولی :

متوفی بصرہ99ھ، مشہور شیعہ تھا، صحاح کی کتابوں بخاری اور مسلم میں اسکی روایات موجود ہیں۔

عامر بن وائلہ بن عبداللہ بن عمرو اللیثی:

ابو الطفیل، ابن قتیبہ نے شیعہ لکھاہے، یہ مختار ثقفی کا حاشیہ نشین تھا، کوفے میں بھی رہا اور حضرت امیر معاویہ کے پاس شام بھی پہونچا، مسلم میں اسکی روایات موجود ہیں

عمار الدھنی :

ابو معاویہ عمار بن معاویہ بن اسلم البجلی ثم الدھنی کوفی، متوفی 133ھ، سفیان بن عینیہ شیعہ، اسے صبیئہ بتایا گیاہے، ابن حجر نے بھی شیعہ بتایاہے، اسکی روایت المعجم الکبیر: 3/117 اور مسند احمد: 1/389، طبری نے تین روایات جو رافضی طریقہ کی ہیں تاریخ طبری: 10/345، 4/511، 5/125، 347، 349، 389، الذھبی نے سیر اعلام النبلاء میں چار روایات لکھی ہیں 1/415، 416، 417، 3/290، 291، 306، 307

عبدالرحمن بن صالح :

ابو صالح عبدالرحمن بن صالح الازدی العتکی، ابو محمد الکوفی، متوفی 235ھ، راوی طبری

عبدالرحمن بن خراش :

ابو محمد عبدالرحمن بن یوسف بن سعید بن خراش مروزی، متوفی بغداد 283 ھ اسکے رفض کی مثال کتاب مثالب الشیخین ہے، ابن عدی نے شیعہ، ابوزرعہ جرجانی رافضی، ابن جوزی رافضی و تشیع، صحیح احادیث کو شیعہ

عقیدہ میں گھڑتا تھا، بحوالہ صحیح بخاری کتاب الخمس باب 1، فتح الباری 6 / 197، تاریخ بغداد 10 / 280 میں خطیب بغدادی نے ایک روایت لی ہے

عمرو بن شمر :

ابو عبداللہ عمرو بن شمر الجعفی کوفی متوفی 157ھ، ابن حبان شاتم صحابہ، سلیمانی للروافض، الذھبی شیعہ، بخاری وابو حاتم منکر حدیث، جوزجانی کذاب، ابوزرعہ رازی یسب الصحابہ، تاریخ طبری: 5 / 449، الذہبی تاریخ اسلام: 540،

عمرو بن حماد القناد :

ابو محمد عمرو بن حماد بن طلحہ القناد کوفی، متوفی 122ھ، الذھبی اور ابن حجر رافضی نسائی نے روایت کی اور فضائل صحابہ: 2 / 652 نے حدیث منکر کہا، معجم الکبیر طبرانی 1 / 107، المستدرک علی صحیین: 3 / 126، معرفۃ صحابہ اصفہانی: 1 / 320 ، تاریخ طبری: 10 / 2،352 / 433،416،413 4 / 369،368،367،335،334،333، 2 – 327 / 4،416،381

عبداللہ عامری:

عبداللہ بن شریک العامری کوفی، علماء کے مطابق مختار یا تھا، سفیان بن عینیہ، والجوزجانی، والنسائی، وابن حبان، وابن عدی، والعقیلی نے غالی شیعہ لکھا ہے، بمطابق الذھبی اصحاب المختار، ابن حجر شیعہ، الجوزجانی کذاب، ذکر جوزی فی الضعفاء والمتروکین، اس سے روایت ' فضل سیدنا علی ان سیدنا العباس' ، مسند احمد 1 / 3،175 / 58، خصائص علی ابن طالب 62-63، بقول محققین اسناد ضعیفہ، طبری نے 4 روایات لی ہیں، فہرس تاریخ طبری 10: / 309، تاریخ طبری: 5 / 6،418،417،415 / 161

عبداللہ بن شداد:

ابن سعد نے جلد 4 میں لکھا ہے یہ شیعہ تھا، صحاح ستہ میں اسکی روایات موجود ہیں۔

عبداللہ بن عمر المشہور مشک دانہ:

ابن حاتم نے شیعہ لکھا ہے، صالح بن محمد بن جذرہ نے کہا کہ غالی شیعہ تھا، مسلم اور ابی داؤد میں اسکی روایات ہیں۔

عبداللہ بن لہیعہ مصری:

متوفی 174ھ، ابن قتیبہ نے شیعہ، ابن عدی نے غالی شیعہ، ابو یعلی نے اسکی جعلی حدیث شامل کی ہے جس میں رسول اللہ نے علی کو چادر میں چھپا کر نکالا تو 1000 علم مل گئے، ترمذی اور ابو داؤد میں اسکی روایات ہیں۔

عبداللہ بن میمون قداح :

یہ شیعہ تھا، ترمذی میں اسکی روایات موجود ہیں۔

عبداللہ بن عیسی کوفی :

ابن قتیبہ، ابن سعد، ابن اثیر، ذہبی نے شیعہ اور امام بخاری کا شیخ بتایا ہے، اسکی روایات بخاری مسلم وصحاح میں ہیں۔

عباد بن یعقوب الاسدی :

متوفی 250ھ، دار قطنی، ابن حبان، ابن خزیمہ سب نے شیعہ رافضی لکھا ہے، علی کے بارے میں غلو کا شکار تھا غلط قسم کی حدیثیں گھڑتا تھا، طلحہ ؓ، زبیر ؓ و معاویہ ؓ سے بغض کا شکار تھا حضرت عثمان ؓ کو سب و شتم کیا کرتا تھا، بخاری، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ نے اسکی روایتیں شامل کیں۔

علی بن منذر طرائفی :

متوفی 254ھ، ذہبی نے نسائی کا قول لکھا ہے کہ غالی شیعہ ہے، امام نسائی نے شیعہ اور نا قابل اعتماد قرار دیا ہے، ترمذی اور نسائی کے شیخ تھے۔

علی بن ہاشم بن برید کوفی ابوالحسن:

متوفی 181ھ، امام احمد کے اساتذہ میں تھے، ابوداؤد اور ابن حبان نے غالی شیعہ قرار دیا، جعفر بن ابان کے مطابق بقول ابن نمیر یہ غالی شیعہ ہے، بقول امام بخاری یہ اور اسکا باپ دونوں غالی شیعہ تھے، بخاری نے کوئی روایت نہیں لی لیکن باقی صاحبان صحاح ستہ نے روایتیں لی ہیں

علی بن زید بن جدعان:

ابوالحسن علی بن زید بن عبداللہ بن ابی ملیکہ زہیر بن عبداللہ بن جدعان التیمی، اصلاکی، بصری، ولد خلافت امیر یزید بن معاویہ، 60-64ھ، متوفی 131ھ، غالی اور عجلی نے شیعہ اور رافضی بتایا ہے، ابو حاتم شیعہ، ابن عدی غالی شیعہ، ابن عینیہ ضعیف، احمد ضعیف، لیس بشی، النسائی ضعیف، الذہبی تشیع، ابن حجر ضعیف، روایت ' الرجس اہل بیت' مصنف ابن شیبہ: 12 / 712، مسند امام احمد؛3 / 240، 241، طبری تین روایات، تاریخ طبری: 3 / 216، 595، 5 / 504

عدی بن ثابت کوفی: ابن معین نے غالی شیعہ لکھا ہے، دار قطنی نے غالی رافضی بتایا ہے، روایات مسلم و بخاری میں موجود ہیں۔

عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی:

متوفی 111ھ، ذہبی اور ابن قتیبہ نے شیعہ لکھا ہے، ابن سعد کے بقول اسکا باپ بھی شیعہ تھا اور اس نے اشعت کی سر کردگی میں خروج کیا شکست کے بعد بھاگ گیا محمد بن قاسم کی کہانی لکھی ہے، بعد میں کوفہ واپس آگیا، ابی داؤد اور ترمذی میں اسکی روایات موجود ہیں۔

علاء بن صالح تیمی کوفی:

میزان اعتدال میں بحوالہ ابو حاتم غالی شیعہ ہے، ابو داؤد اور ترمذی میں اسکی روایات ہیں۔

علقمہ بن قیس بن عبداللہ نخعی :

متوفی کوفہ 42ھ، شہرستانی نے اسے شیعہ لکھاہے، بخاری و مسلم و صحاح ستہ میں اسکی روایات موجود ہیں۔

عمار بن زریق کوفی:

سلیمان نے رافضی قرار دیاہے، مسلم، ابی داؤد اور نسائی نے روایات بیان کی ہیں۔

عمار بن معاویہ:

ابن معاویہ۔ متوفی 133ھ، ذہبی نے میزان اعتدال میں اسکی شیعت بیان کی ہے، سوائے بخاری کے سب اصحاب صحاح ستہ نے اسکی روایات بیان کی ہیں۔

عمرو بن عبداللہ ھمدانی :

ابو اسحق، کٹر شیعہ تھا، روایات میں ناقابل یقین غلو بیان کرتا تھا، بخاری، مسلم اور دیگر کتب صحاح میں اسکی روایات موجود ہیں۔

عبدالملک بن اعین :

عبدالملک بن اعین مولی بنی شیبان کوفی ، متوفی بعد 121ھ، علماء کا اس کے شیعہ ہونے پر اتفاق ہے، سفیان بن عینیہ شیعہ، احمد شیعہ، بخاری شیعہ، ابو حاتم رازی شیعہ، الساجی وابن حبان شیعہ، الذھبی وابن حجر شیعہ وغلاۃ رافضہ، الضعفاء کبیر: 3/34، تاریخ اسلام: 3/648،

عبیداللہ موسی العبسی:

ابو محمد عبیداللہ بن موسی بن ابی المختار باذام العبسی مولی کوفی، متوفی 213ھ، اسے ابن سعد، والعجلی، وابن حبان، وابن حجر نے شیعہ کہاہے، امام احمد بن حنبل نے غالی، الجوزجانی، وابو داؤد، ویعقوب بن سفیان، والساجی نے شیعہ بتایاہے، الذھبی نے شیعہ محترق و شیعی بتایاہے، ابن سعد نے لکھاہے شیعہ منکر احادیث لکھتا تھا، امام احمد کا بھی ایسا ہی خیال تھا، اور یعقوب بن سفیان نے منکر الحدیث کہاہے، اسکی' علیا افضل من ابو بکر و عمر' معرفۃ

الرجال: 1/159، الذھبی نے ' علی تقدیمہ للشیخین ' اور اضافہ ' معاویہ ' سیر اعلام النبلاء: 9/556، اور ' فضل العمار ' والی روایت سنن ترمذی: 5/668، المستدرک علی صحیحین: 3/388، اسکے علاوہ ابن سعد نے تقریبا 55 یا 60 جگہ روایات لکھی ہیں، بعض صفحات پر دو یا تین مرتبہ لکھی ہیں طبقات الکبری: 1/ 140، 141، 142، 197، 209، 224، 245، 360، 362، 370، 374، 383، 386، 395، 399، 401، 405، 406، 410، 416، 417، 419، 420، 421، 425، 428، 430، 433، 434، 435، 462، 473، 477، 478، 481، 486، 487، 2/ 19، 21، 22، 99، 102، 182، 192، 194، 208، 241، 252، 277، 282، 286، 288، 309، 316، 3/ 302، 340، 351، 4/105، 5/92، 6/232، اسکے علاوہ الفسوی کی معرفۃ التاریخ: 1/215، 217، 220، 239، 282، 283، 284، 285، 440، 441، 450، 451، 484، 488، 505، 506، 511، 514، 155، 537، 538،

طبری نے دس کے قریب روایات شامل کی ہیں تاریخ طبری فہرست: 10/329، تاریخ طبری: 2/ 310، 216، 383، 418، 426، 629، 630، 632، 4/ 510، 5/91

عوف الاعرابی :

ابو سھل عوف بن ابی جمیلہ العبدی الھجری المعروف بالاعرابی، بصری، متوفی 146ھ ، ابن مبارک نے شیعہ کہا، یحیی بن سعید نے بھی یہی کہا، ابن سعد نے شیعہ، ابن قتیبہ و جعفر بن سلیمان نے شیعہ، بندار شیعہ اور رافضی شیطان قرار دیتے ہیں، الذھبی رافضی شیعہ، روح بن عبادہ شیعہ، ابن حجر شیعہ، اسکی روایت ام المومنین سلمہ کے حوالے سے مسند احمد: 6/ 296، 304، المعجم الکبیر: 3/54، 23/330، 393، خلیفہ نے تین روایات لکھی ہیں تاریخ خلیفہ: 128، 182، 514، طبری نے چار روایات نقل کی ہیں تاریخ طبری: 3/11، 4/ 264، 452، 475، فہرس تاریخ طبری: 10/358، اور 3/267، 168، 270،

عبدالملک بن مسلم :

ابو سلام عبدالملک بن مسلم بن سلام حنفی مدائنی کوفی، ابن خراش نے شیعہ میں ذکر کیا ہے، الذھبی اور ابن حجر نے شیعہ لکھا ہے، اسکی ایک روایت ' ایام نہروان ' طبری نے لکھی ہے تاریخ طبری: 10/325، 5/87،

عبدالملک بن اعین :

ابن قیسرانی کے مطابق یہ حمران کوفی کا بھائی اور شیعہ تھا، بخاری اور مسلم میں اسکی روایات موجود ہیں۔

عبدالعزیز بن سیاہ :

عبدالعزیز بن سیاہ الاسدی الحمانی کوفی، مولی، متوفی بین 151 – 160ھ ، ابوزرعہ الرازی کبار شیعہ،
روایت' الیس قد علمت ان عم' المعرفہ فی التاریخ: 1/500، روایت' الرایات صفین' تاریخ خلیفہ: 194، تاریخ طبری میں 4 روایات، روایت بیعت علی اور فتح عراق، تاریخ طبری: 3/207، 371، 375، 4/ 32، 33

الذھبی تاریخ اسلام: 391، اور صحیح البخاری: کتاب الجزیہ، باب 18، و کتاب التفسیر سورۃ الفتح باب 5، اور فتح الباری: 6/281، 8/567، اور صحیح مسلم: 3/1411، ح1785

عبدالجبار الشبامی :

عبدالجبار بن العباس الشبامی الھمدانی کوفی، متوفی بین 151 – 160ھ، امام احمد، والعجلی، والعقیلی، وابن حجر کے مطابق شیعہ تھا، الجوزجانی غلو فی مذہب، وابوداؤد شیعہ، ابن حبان غالی شیعہ، الذھبی شیعی، الفضل بن دکین کذاب کوفی، ابن سعد ضعیف، روایت ام المومنین سلمہ ' جبرائیل، میکائیل، علی، فاطمہ ' الکامل فی ضعفاء: 5/1963، روایت ' حارب علیا یوم جمل'، الموضوعات 2/10، طبری نے روایت ' ثار الحسین" لکھی ہے تاریخ طبری: 10/318

عبدالرزاق الصنعانی :

ابو بکر عبدالرزاق بن ھمام بن نافع الحمیری مولی اہل صنعاء، پیدائش 124 یا 126 ھ، متوفی 211ھ، انکی کتاب' المصنف' بمبئی سے طبع ہو چکی ہے، الذھبی، آقابزرگ اور مصنف ابن ابی شیبہ نے بھی حوالہ دیا ہے، اسے العجلی، وعدہ ابن عدی نے شیعہ بتایا ہے، اور الذھبی وابن حجر نے بھی شیعہ بتایا ہے، امام احمد بن حنبل نے ضعیف السماع، ابن قتیبہ اور ابن اثیر نے شیعہ لکھا ہے، بقول طیالسی، ابن معین کے مطابق یہ شیعہ تھا، اسکی روایت حضرت امیر معاویہ کے بارے میں الضعفاء الکبیر: 3/109، اور میراث و ترکہ والی روایت میزان الاعتدال: 2/611، اور سیر اعلام النبلاء: 9/572، 573، اور اسکی حضرت ابن عباس سے مروی روایت کو موضوع و باطل قرار دیا گیا تاریخ بغداد: 4/41، تھذیب الکمال: 1/1953، الکامل فی الضعفاء: 5/1949، اسکی حضرت حذیفہ سے روایت الکامل فی ضعفاء الرجال: 5/1950، اور حضرت ابن عباس سے روایت الکامل فی ضعفاء الرجال: 5/1950، اور دیگر روایات بھی

الکامل فی ضعفاء الرجال اور سیر اعلام النبلاء میں حدث المنکر اور کان یکفر الروافض بتائی گئی ہیں، اسکی رافضی روایات طبری نے روایت کی ہیں تاریخ طبری: 1/322، 2/433، 3/207، 208، 4/107،

فطر بن خلیفہ:

ابو بکر فطر بن خلیفہ القرشی المخزومی کوفی مولی، متوفی 157ھ، راوی طبری۔

فضل بن دکین:

ابو نعیم، متوفی 210ھ، بخاری کے شیوخ تھے، ابن قتیبہ اور ذہبی نے شیعہ لکھا ہے، ان کی روایات صحاح ستہ میں موجود ہیں۔

فضیل بن مرزوق:

ابو عبد الرحمن، ذہبی نے میزان اعتدال میں شیعہ لکھا ہے، مسلم نے اسکی روایات شامل کی ہیں۔

فطر بن خلیفہ حناط کوفی :

ابو بکر بن فطر بن خلیفہ القرشی المخرومی، کوفی، الحناط، مولی متوفی 253ھ، بعض جگہ وفات مختلف لکھی گئی ہے، یحیی بن معین شیعہ، احمد بن حنبل شیعہ تھا، العجلی شیعہ، الساجی یقدم علیا علی عثمان، الذھبی شیعہ، ابو بکر بن عیاش سوء المذہب، جوزجانی غیر ثقہ، ابن حجر شیعہ، اسکی روایت ' سبعہ رفقاء نجبہ ' مسند احمد: 1/148، روایت ' بمنزلہ ہارون من موسی ' الطبقات الکبری: 3/ 24، خصائص علی ابن طالب 77، قال محقق اسناد ضعیف، دوسری روایت الطبقات الکبری: 5/91، خلیفہ نے ایک روایت کربلا کے حوالے سے تاریخ خلیفہ؛235، فہرس رجال 514، طبری نے روایت ' انطلق من مدینہ الی کوفہ ' اور دوسری ' قتال یوم الجمل ' لکھی ہیں، تاریخ طبری: 10/368، 4/506، 532،

مالک بن اسماعیل بن زیاد بن درہم کوفی :

ابو غسان، متوفی 219ھ، امام بخاری کے شیخ ہیں، ابن سعد نے جلد 4 میں غالی شیعہ تحریر کیا ہے، ذہبی نے بھی شیعہ بتایا ہے، بخاری و مسلم نے اسکی روایات بیان کی ہیں

علی بن المدینی :

ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح بن بکر بن سعد السعدی مولی بصرة، متوفی234ھ، اسکی کتاب علل الحدیث طبع ہو چکی ہے، یحیی بن معین شیعہ، اسکے رفض کا ذکر میزان اعتدال: 3/139، سیر اعلام النبلاء: 11/48 اور شرح اصول اعتقاد اہل سنت والجماعت اللالکائی، دار طیبہ: 1/ 167، 169 میں کیا گیا ہے، الذھبی نے تاریخ اسلام میں اسکی روایات شامل کی ہیں تاریخ اسلام: 2/197، 198، 214، 4/ 58، 221، 357

علی بن بدیمہ:

امام احمد بن حنبل نے شیعہ بتایا ہے، سنن میں اسکی روایات ہیں۔

علی بن صالح :

متوفی 51ھ، حسن بن صالح کا بھائی تھا، مسلم میں اسکی روایات ہیں۔

محمد بن ذکریا الغلابی :

ابو عبداللہ محمد بن ذکریا بن دینار مولی بنی غلاب بصری ، متوفی298ھ، شیعہ کتاب رجال نجاشی اور فہرست الندیم میں اسکی کتابوں کا ذکر ہے، اسے شدید ضعیف، وضع الحدیث لکھا گیا ہے، مثالب بنی امیہ میں یزید کے شراب پینے کی حدیث ابن کثیر نے اور طبرانی اس سے روایت کی ہے البدایہ والنہایہ 8/ 231، اسکے علاوہ اسکی دو تین اور روایات ہیں، مسعودی نے اسکی ایک روایت لکھی ہے جبکہ البتہ ابوالفرج اصفہانی نے اغانی میں تین درجن سے زائد حوالے مختلف صفحات پر دئے ہیں۔

محمد بن اسحق المطلبی :

ابو عبداللہ محمد بن اسحق بن یسار بن خیار القرشی المطلبی مولی مدنی، ولد80ھ اور متوفی بعد درمیان 151 – 153 ھ، اسکی تین کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے، الخطیب، والذھبی، وابن حجر نے شیعہ بتایا ہے، فتح الباری شرح صحیح بخاری: 11/163،

محمد بن خازم :

ابو معاویہ ضریر تمیمی، پیدائش 112ھ اور متوفی 195ھ، مشہور غالی شیعہ، صحاح ستہ میں اسکی روایات موجود ہیں۔

محمد بن العلوی :

ابو عبداللہ محمد بن علی بن حمزۃ بن حسین بن عبداللہ بن عباس بن علی ابن ابی طالب - متوفی بعد 280ھ، شیعہ کتاب رجال نجاشی: 245 پر اسکی تصنیف کا ذکر ہے، شیعہ علماء النجاشی، الحلی اور الماقانی نے شیعہ بتایا ہے، التاریخ العربی والمورخون: 1 /228 کے مطابق اسکی کتاب مقاتل طالبین سے ابو الفرج اصفہانی پر اعتماد کیا ہے

محمد بن سائب الکلبی:

ابو النضر محمد بن السائب بن بشر الکلبی کوفی، متوفی 146ھ، الفہرست میں ابن ندیم نے تفسیر قرآن کا ذکر کیا ہے، غالی شیعہ، ضعیف ہے، یحیی بن معین لیس بشی، جوزجانی کذاب ساقط، ابن حیان سبیئۂ عبداللہ ابن سبا کا ساتھی، ابن جوزی وضاعین، الذہبی متروک الحدیث، ابن حجر متہم بالکذب ورمی فی الرفض، اسکی ایک روایت ابن عباس سے فسوی نے روایت کی ہے، دوسری کو موضوعات میں شامل کیا ہے الموضوعات 1 / 372، 373

البلاذری نے اسرۃ الامویہ انساب الاشراف، حمادی 1 / 362 ، فتوح البلدان البلاذری: 24، 40، 43، 49، 56، 73، 83، 90، 103، 107، 110، 149، 346، 387، 398، 433، 446، 448، 464، 659

طبری: تاریخ طبری: 10 / 397، 2 / 370، 465، 3 / 274، 286، 425، 4 / 368، 5 / 449، 455، 6 / 103، 349، 364 ، اغانی من سائب الکلبی و مقاتل طالبین

محمد بن ابی عمیر:

ابو احمد محمد بن ابی عمیر زیاد بن عیسی الازدی موالی بغدادی، متوفی 270ھ، جاحظ نے رافضی، زرکلی نے امامی، شیعہ نجاشی اور طوسی نے نے رجال نجاشی میں اور مجمع الرجال اور رجال الحلی میں شیعہ بتایا ہے۔

محمد بن حبیب :

ابو جعفر محمد بن حبیب بن امیہ بن عمرو، بغدادی متوفی سامرہ 245ھ، نام میں اختلاف ہے، اسکی کتاب المحبر اور منمق طبع ہوئی ہیں۔ محمد حمید اللہ نے ایک کتاب میں اشارہ دیا ہے کہ یہ شیعہ تھا اور سیدنا ابو بکر ؓ وعمر ؓ و ام المومنین عائشہ ؓ کو رحمت اللہ لکھتا تھا، اور بھی کئی حوالے دئے گئے ہیں

محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع مدنی :

ابن عدی نے کوفہ کا شیعہ لکھا ہے، ترمذی اور اصحاب سنن نے اسکی روایات نقل کی ہیں، طبرانی نے معجم کبیر میں جعلی حدیث اس سے روایت کی ہے شیعہ پہلے جنت میں جائیں گے

محمد بن فضیل بن غزوان کوفی :

ابو عبد الرحمن، ابن سعد اور ابن قتیبہ نے اسے شیعہ لکھا ہے، ذہبی اور امام احمد نے بھی شیعہ تحریر کیا ہے، امام ابی داؤد نے متشدد غالی شیعہ کہا ہے، اسکی روایات صحاح ستہ بشمول بخاری مسلم موجود ہیں

محمد بن مسلم بن طائفی :

جعفر طوسی نے رجال شیعہ میں اسکا ذکر کیا ہے، اسکی روایات مسلم نے تحریر کی ہیں

محمد بن موسی بن عبد اللہ الفطری المدنی، ابو حاتم نے شیعہ بتایا ہے، مسلم میں اسکی روایت ہے۔

معاویہ بن عمار دھنی بجلی کوفی :

بہت کٹر شیعہ تھا، مسلم نے ان سے روایت کی ہے۔

معروف بن خربوذ کرخی موالی :

متوفی 200ھ بغداد، سری سقطی اسکے شاگرد تھے، یہ شیعہ تھے اور مسلم نے اسکی روایات بیان کی ہیں۔

منصور بن المعتمر بن عبداللہ بن ربیعہ کوفی : مشہور شیعہ، بخاری، مسلم ودیگرنے اس کی روایات لکھی ہیں۔

منہال بن عمرو تابعی : کوفہ کا مشہور شیعہ تھا، بخاری و مسلم میں اسکی روایات موجود ہیں۔

موسی بن قیس الحضرمی:

ابو محمد موسی بن قیس الفراء الحضرمی کوفی، متوفی فی عہد ابی جعفر المنصور 136 – 158ھ ، عقیلی نے غالی رافضی تحریر کیاہے، ابن حجر شیعہ، حضرت علی کی تفضیل کا قائل تھا، ام المومنین سلمی سے ' علی علی الحق' والی روایت کی ہے، الضعفاء کبیر: 4/165، ایک روایت حضرت امیر معاویہ کے خلاف الضعفاء الکبیر: 4/165، خلیفہ بن خیاط نے حضرت امیر معاویہ کے خلاف صفین اور نہروان والی روایت تاریخ خلیفہ بن خیاط: 193، 197، النسائی نے نہروان والی روایت کی ہے خصائص امیر المومنین: 190، اور عقیلی نے تزویج حضرت فاطمہ و حضرت علی کی روایت الضعفاء الکبیر: 4/165

نصر بن علی ال جہضمی :

ابو عمرو نصر بن علی بن نصر بن صبہان بن ابی ال جہضمی بصری، متوفی 250ھ الذریعہ الی تصانیف الشیعہ: 3/212، 4/473 پر اسکی تصانیف کا ذکر ہے ، اسکی فضیلت حسنین والی روایت مسند احمد: 1/77، المسند المحقق: 2/25، جسے الذھبی نے منکر بتایاہے سیر اعلام النبلاء: 12/135، یہ روایت المتوکل کو سنائی گئی جب پتہ لگا یہ رافضی روایت ہے تو اہل سنت نے ترک کر دیا بحوالہ تاریخ بغداد: 13/287، 288 ، ایک غریب حدیث سنن ابن ماجہ: 1/390 نے شامل کی اور شمائل محمدیہ ترمذی دار العلم: 308 شامل ہے، اور دیگر روایات بھی ابن ماجہ اور شمائل محمدیہ ترمذی میں ہیں، تاریخ طبری؛1/179، 191 اور فہرست تاریخ طبری: 10/354

نصر بن مزاحم:

ابو الفضل نصر بن مزاحم المنقری کوفی، سکن بغداد، متوفی 212ھ، الفہرست میں الندیم نے اسکی تصنیفات کی فہرست دی ہے حوالہ 106، کتاب صفین مطبوع بہ تحقیق عبدالسلام ہارون، یہ شیعہ تھا، العقیلی شیعہ، ابو الفتح محمد بن حسین الازدی موصلی متوفی 384ھ غلو فی الرفض، الذھبی رافضی، العجلی غالی رافضی، ابو حاتم متروک الحدیث، شیعہ نے اپنے رجال میں شامل کیاہے بحوالہ رجال نجاشی، رجال حلی، شرح نہج البلاغہ وغیرہ،

طبری نے جنگ جمل، اتہام ام المومنین عائشہ اور حضرت طلحہ مفتریات رفض پر چار روایات نقل کی ہیں بمطابق فہرست تاریخ طبری10 / 435، مرویات سیف بن عمر فی تاریخ طبری، خالد غیث، جامعہ ام القری، 189، 193، 216، 218،

نفیع بن حارث نخعی کوفی:

ابو داؤد، عقیلی نے غالی شیعہ اور بخاری نے کہا کہ اس کے شیعی غلو کی وجہ سے لب کشائی کرتے ہیں، ترمذی نے اس سے روایت کی ہے۔

نوح بن قیس بن رباح الحدانی:

ابو داؤد نے شیعہ تحریر کیا ہے، مسلم اور سنن میں اسکی روایات شامل کی گئی ہیں۔

وکیع بن جراح بن ملیح بن عدی :

ابو سفیان، ابن قتیبہ اور ابن مدینی نے تہذیب میں اور مروان بن معاویہ نے اسے شیعہ تحریر کیا ہے، مسلم وغیرہ میں اسکی روایات شامل ہیں۔

ھارون بن سعد عجلی کوفی:

بقول ذہبی غالی رافضی اور ابن معین کے مطابق غالی شیعہ، مسلم میں اسکی روایات موجود ہیں۔

ھاشم بن برید کوفی:

ابو علی، ابن معین نے رافضی قرار دیا ہے، ابو داؤد اور نسائی نے اس کی روایات درج کی ہیں۔

ھبیرہ بن بریم حمیری :

شہرستانی نے اسے شیعہ لکھا ہے، مشہور شیعہ ہے، سنن اربعہ میں اسکی روایات شامل ہیں۔

ھشام بن زیاد بصری :

ابوالمقدم، شہرستانی نے شیعہ تحریر کیاہے، ترمذی نے اس سے روایات لی ہیں ۔

ھشام بن عمار بن نصیر بن میسرہ :

ابوالولید، المعروف ظفری دمشقی، پیدائش 153ھ، متوفی 245ھ، امام بخاری کے شیخ ہیں، ابن قتیبہ نے شیعہ تحریر کیاہے، بخاری نے اس سے روایات لی ہیں۔

ھیثم بن بشیر بن قاسم بن دینار سلمی واسطی :

ابن قتیبہ نے شیعہ تحریر کیاہے، اسکی روایات بخاری ومسلم اور دیگر نے روایت کی ہیں۔

ھشام المدنی :

ابوعباد ھشام بن سعد القرشی مولی مدنی، ابوسعید، مولی آل ابولہب، یقال مولی بنی مخزوم، 159 متوفی ھ، ابن سعد شیعہ، ابن حجر شیعہ، ابن عدی شاعی، یحیی بن معین ضعیف، ابن ابی حاتم متروک، سیر اعلام النبلاء: 7/ 264، روی لہ مسلم، طبری نے کئی روایات لکھی ہیں تاریخ طبری: 10/ 443،4/ 193، 290، 440،5/ 336، 344،

ھشام بن محمد کلبی :

ابوالمنذر ھشام بن محمد بن سائب الکلبی کوفی، متوفی 204ھ، فہرست ابن الندیم، رجال نجاشی میں اسکی مؤلفات کاذکر ہے، جمہرۃالنسب کوڈاکٹر ناجی حسن نے تحقیق کر کے شائع کیا، غالی شیعہ تھا، ابن حبان غالی شیعہ، ابن عساکر رافضی، الذھبی رافضی، دارقطنی متروک، یہ ابن سعد کے شیوخ میں شامل تھا اور کثیر تعداد میں روایات لی ہیں

طبقات الکبری ابن سعد: 1 / 291، 292، 295، 300، 301، 303، 304، 308، 311، 322، 324، 332، 333، 334، 335، 340، 341، 342، 346، 349، 350، 355،

مقدمہ تاریخ خلیفہ بن خیاط، البلازری عن اسرۃ الامویہ فی انساب الاشراف 1 / 358، کے علاوہ فتوح البدان میں 41 مرتبہ علیحدہ صفحات پر روایت کی ہے، اغانی اصفہانی، مقاتل طالبین، 5، 133، المنتظم ابن جوزی 328، 330، طبری: فہرست کتاب 10 / 443، 444

یحیی بن یعلی الاسلمی:

ابوذکریا یحیی بن یعلی الاسلمی القطوانی کوفی، متوفی بعد 200ھ، ابن عدی شیعہ، ابن حجر شیعہ، علماء کا اتفاق ہے کہ یہ ضعیف تھا، بخاری مضطرب الحدیث، ابوحاتم ضعیف الحدیث، الذھبی اور ابن حجر ضعیف، اسکی روایات الکامل فی ضعفاء رجال: 7 / 2688، طبری نے جنگ جمل کے بارے میں ایک روایت شامل کی ہے تاریخ طبری: 10 / 455، 4 / 532، اسکے علاوہ ایک روایت ابن حبان نے ' تزوج فاطمہ علیا' شامل کی ہے الاحسان بترتیب ابن حبان الفارسی دار الباز: 9 / 49

یحیی بن جزار عرنی کوفی:

ابن سعد نے غالی شیعہ تحریر کیا ہے، مسلم اور دیگر سنن میں اسکی روایتیں موجود ہیں

یحیی بن سعید قطان:

ابوسعید، ابن قتیبہ نے شیعہ تحریر کیا ہے، بخاری، مسلم و دیگر صحاح میں اسکی روایات موجود ہیں۔

یزید بن ابی زیاد کوفی:

متوفی 134ھ، ابوعبداللہ یزید بن ابی زیاد القرشی مولی کوفی، متوفی 130ھ، محمد بن فضیل اور ذہبی نے اسے کوفہ کا مشہور شیعہ بتایا ہے، ابن عدی شیعہ اہل کوفہ، الذہبی و ابن حجر شیعہ، تاریخ یحیی ابن معین: 2 / 671، الضعفاء الکبیر: 4 / 381، سیر اعلام النبلاء: 6 / 132، روی عن ابی برزہ سیدنا معاویہ و عمرو بن العاص سیرۃ اعلام النبلاء: 6 / 131، المسند: 4 / 421، مجمع الزوائد: 8 / 121، قال الذھبی حدیث منکر، وروایت ' حسن حسین شباب الجنۃ'، مسند احمد: 3 / 62، 82، سنن ترمذی: 5 / 656، مسند ابویعلی: 2 / 395، روایت ' وفات النبی و وفات سیدہ فاطمہ' تاریخ خلیفہ: 96، سیرت اسحق میں چار روایات سیرت ابن اسحق: 389، وروایات 174، 182، 215۔ سیرت ابن ہشام چار

روایات ابن ہشام: 1/293، 419، 483، 3/231، طبری میں روایات تاریخ طبری: 10/456، 2/338، 344، 372، 579،

نوٹ - مصنف عبدالرزاق نے بے شمار جعلی احادیث شیعہ حمایت میں لکھی ہیں، اس سے حاکم نیشاپوری نے مستدرک میں کئی جعلی روایات شیعہ حمایت میں بیان کی ہیں، جو بخاری اور مسلم جیسے شیعہ پرست محدثین نے شامل نہیں کیں

Contested Boundaries: The Reception of Shīʿite Narrators in the Sunnī Hadith Tradition

Michael Dann - FACULTY OF PRINCETON UNIVERSITY DEGREE OF DOCTOR OF PHILOSOPHY – Sept 2015

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ابن جریر طبری کے غالی اور کذاب شیعہ راوی

ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری کا تعلق آمل طبرستان سے تھا۔ جہاں انکی ولادت 224ھ کو ہوئی، آخری عمر بغداد میں گذاری اور وہیں 310ھ میں وفات پائی ۔

ابن جریر بن یزید طبری بہت بڑے اور بلند مرتبہ کے عالم تھے۔ خاص کر قرونِ ثلاثہ کی تاریخ کے حوالہ سے ان کا نام اور کتاب کسی تعارف کے محتاج نہیں، قدیم وجدید تمام مؤرخین نے ان سے استفادہ کیا، ان ساری خصوصیات کے باوجود تاریخ طبری میں جگہ جگہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق ایسی بے بنیاد اور جھوٹی روایات مروی ہیں۔ جن کی کوئی معقول ومناسب توجیہ نہیں کی جاسکتی ہے، جب کہ عدالت صحابہ کرام پر موجود قطعی نصوص قرآن و سنت اور اجماع امت کے پیش نظر منصف مزاج اہل علم طبری اور خاص کر ان کی تاریخ میں مروی اس طرح کی روایات پر کالم کرنے پہ مجبور ہوئے ہیں۔ روایات پر کی گئی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ تاریخ طبری میں بڑے بڑے ضعیف، دروغ گو، کذاب، غلاۃ شیعہ والروافض اور متہم بالکذب راویوں کی روایات بھی جگہ جگہ موجود ہیں ۔

تاریخ طبری کی روایات کا ایک جائزہ لینے کے لیے ڈاکٹر خالد علال کبیر صاحب نے تاریخ طبری میں موجود ثقہ و غیر ثقہ راویوں روایات کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا ہے؛ انہوں نے طبری میں اس کے بارہ 12 مرکزی رواۃ کی روایات کا جائزہ لیا اور ان میں سے سات راوی کذاب یا متہم بالکذب ہیں اور پانچ ثقہ ہیں۔

دروغ گو اور متہم بالکذب راویوں کی روایات کا اجمالی خاکہ :

محمد بن سائب کلبی: بارہ 12 روایات

حشام بن محمد کلبی: پچپن 55 روایات،

محمد بن عمر: چار سو چالیس 444 روایات،

سیف بن عمر تمیمی: سات سو 700 روایات،

ابومخنف لوط بن یحیٰ: چھ سوبارہ 612 روایات،

ہیثم بن عدی: سولہ16 روایات،

محمد بن اسحاق بن سیار : ایک سوچونسٹھ 164 روایات ہیں

ان سب کی روایات کا مجموعہ جن کو مؤرخ طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیاہے وہ انیس سوننانوے 1999 ہے ۔

جبکہ ثقہ راویوں کی روایات کا اجمالی خاکہ اس طرح ہے:

زبیر بن بکار: کی آٹھ 8 روایات، محمد بن سعد: کی ایک سوچونسٹھ 164 روایات،

موسی بن عقبہ: کی سات 7 روایات، خلیفہ بن خیاط: کی ایک 01 روایت،

وھب بن منبہ: کی چھیالیس 46 روایات

تاریخ طبری کے ان پانچ ثقہ راویوں کی روایات کا مجموعہ صرف دوسونو 209 ہے

گویا تاریخ طبری میں دوسونو 209 ثقہ روایات کے مقابلہ میں، ان سات دروغ گو اور متہم بالکذب راویوں کی انیس سوننانوے1999 روایات ہیں، ان دونوں کے تناسب سے اندازہ لگاجاسکتاہے، کہ تاریخ طبری جیسی قدیم اور مستند سمجھی جانے والی کتاب کا جب یہ حال ہے تو تاریخ کی باقی کتابوں کا کیا حال ہو گا، تفصیل کے لیے دیکھیے ۔

مدرسۃ الکذابین فی روایۃ التاریخ - الاسلامی وتدوینیہ- ص45 – 47، دارالبلاغ الجزائر

اگر آپ قرون ثلاثہ کی تاریخ کا باریک بینی سے جائزہ لیں گے تو تدوین کے اس زمانہ میں جھوٹ کے ظاہر ہونے کے اسباب واہداف میں تداخل پائیں گے، بسااوقات ایک ہی واقعہ میں سبب اور ہدف دونوں پائے جائیں گے، اگر آپ نفس واقعہ کی طرف دیکھیں گے تو آپ کواس کا سبب نظر آئے گا لیکن اسی واقعہ پر نتیجہ کے اعتبار سے غور کیا جائے تو اس کی ایک غرض بھی سامنے آئے گی، غرض دروغ گوئی کے بعض ایسے

واضح، جن کی وجہ سے قرون ثلاثہ کے دوران عام طور سے اور تدوین تاریخ کے وقت خاص طور سے دروغ گوئی نے جڑ پکڑلی تھی ۔

چند مزید اسباب پیش خدمت ہیں:

مخصوص فکری ومذہبی فرقہ کی تائیدونصرت :

دروغ گوئی و کذب کے ظاہر ہونے کے اسباب میں ایک سبب صراط مستقیم سے منحرف رہنے والے مخصوص فکری و مذہبی فرقہ کی تائیدونصرت بھی ہے، علامہ ذہبی نے لکھاہے کہ دروغ گواور کذّاب احمد بن عبداللہ جو پیاری فرقہ کرامیہ کی نصرت و دفاع کی خاطر محمد بن کرام کے لیے احادیث گھڑا کرتا تھا اور محمد بن کرام انھیں اپنی کتابوں میں ذکر کرتا تھا۔ اس طرح دروغ گو قاضی محمد بن عثمان نصیبی روافض کی تائیدونصرت کی خاطر احادیث گھڑا کرتا تھا، اور ابو جارود بن منذر کوفی مثالب صحابہ میں احادیث وضع کیا کرتا تھا، عبدالرحمن بن خراشی کا بھی یہی وطیرہ تھا، اس نے حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کے مزعومہ مثالب میں دو رسالے تحریر کرکے روافض کے ایک بڑے پیشوا کی خدمت میں پیش کیا تو اس نے اسے دوہزار درھم انعام میں دیے۔

بحوالہ- میزان االعتدال1/245 : دارلکتب العلميہ، الضعفاء لابن الجوزي: 84/ 3، 3/345، دارلکتب العلمية، لسان 3/444) الميزان

غور فرمائیں کہ مذکورہ بالاتینوں افراد کا ہدف ومقصد وضع حدیث سے صرف اپنے مخصوص فرقہ کے فکری واعتقادی افکار کی تائید کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ لوگ انبیاء کرام کے بعد بالاتفاق خیر البشر و افضل البشر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف زبان درازی اور دلی کینہ کے اظہار کی غرض سے دروغ گوئی کیا کرتے تھے، روافض نے اہل بیت وحضرت علی رضی اللہ عنہ پر تین ہزار کے قریب جعلی احادیث وضع کی ہیں۔

بحوالہ-ترغیب وترہیب 2 ،میزان الاعتدال: 171/ 2

میزان دروغ گوئی کے اہداف میں ایک ہدف لوگوں کو دین کی ترغیب دینا اور ان کے دلوں کو نرم کرنا اور اپنے مزعومہ نظریہ کے مطابق لوگوں کو اجر کی امید دلانا اور گناہ سے روکنے کے لیے ترہیب بھی تھا، جیساکہ بعض جہل گزیدہ نام نہاد صوفیوں نے اس قبیح فعل کا ارتکاب کیا۔

مادی و معاشی فوائد کا حصول:

دروغ گوئی کے مرکزی اہداف و اسباب میں ایک بڑا اور بنیادی سبب جاہل عوام کو اپنی طرف مائل کر کے ان سے مادی و معاشی فوائد حاصل کر کے اپنی خواہشات کو پورا کرنا بھی تھا، یہ طرزِ عمل مخصوص گمراہ فرقوں کے علاوہ قصہ گو اور واعظ قسم کے لوگوں نے بھی اختیار کیا تھا، یہ لوگوں کو جھوٹی روایات، عجیب وغریب اور محیر العقول قسم کی باتیں گھڑ کر سنایا کرتے تاکہ لوگ ان سے متاثر ہو کر ان کی مادی و معاشی ضروریات کی تکمیل میں معاونت کریں۔ حافظ ابن حجر نے لکھاہے کہ ابراہیم بن فضل اصفہانی متوفی 530 ھ، اصفہان کے بازار میں کھڑے ہو کر اسی وقت اپنی طرف سے احادیث گھڑ کر لوگوں کو سنایا کرتا تھا۔

لسان المیزان 1/13، مؤسستہ علمی بیروت

شخصی یا گروہی مفادات:

ایک سبب اپنے شخصی یا گروہی مفاد کے لیے بعض برگزید اور بڑے لوگوں کی مدح یا مذمت میں احادیث وضع کرنا بھی تھا، علامہ ذہبی نے امام مازری کے حوالہ سے لکھاہے کہ نعیم بن حماد امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے مثالب میں جھوٹی روایات وضع کیا کرتا تھا، علامہ ذہبی ہی نے لکھاہے کہ احمد بن عبداللہ جویباری نے امام ابو حنیفہ کی مدح میں ایک حدیث وضع کی تھی ۔ میزان الاعتدال 4/7 اور 2491

ان تمام اسباب واہداف میں غور وفکر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے، کہ کذب و دروغ گوئی کے پھلنے اور پھولنے کی بنیاد تو ان دروغ گو راویوں کے باطنی امراض کے سبب وجود پذیر ہوئی ، لیکن سیاسی، گروہی اور مادی و معاشی عوامل نے اس کی گہرائی و نشاط میں اضافہ کر کے اسے مزید سہ آتشہ بنایا

علامہ مہ ذہبی اور حافظ ابن حجر کی رائے :

علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے طبری کی توثیق کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے تشیع کی طرف ثقہ صادق فی تشیع میلان کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے - فیہ تشیع یسیر و موالاۃ لا تضر - میزان الاعتدال 3 / 499

شاید ان دونوں حضرات کے کلام کا مقصد یہ تھا کہ چوں کہ طبری نے اپنی تاریخ میں ایسی روایات بغیر نقد و کلام کے نقل کی ہیں، جن سے ان کا تشیع کی طرف میلان معلوم ہوتا ہے، لہذا اس تصریح کے بعد طبری کی وہ تمام روایات جن سے اہل تشیع کے مخصوص افکار کی تائید ہوتی ہے وہ غیر معتبر قرار پائیں گی ۔

طبری پر شیعت اور رفض کے ثبوت میں حدیث غدیر خم پر ان کا مؤقف تھا، اسکے علاوہ پیروں پر مسح اور غسل پر ان کا مؤقف

عصر حاضر کے ایک محقق مولانا نافع کا ایک تبصرہ :

طبری میں منقول معتضد باللہ عباسی کا رسالہ جسے طبری نے 284 ھ کے تحت بلا کسی نقد و تحقیق و تمحیص اور کلام کے نقل کیا ہے، جس میں حضرت ابوسفیان ؓ اور حضرت امیر معاویہ ؓ دونوں حضرات کے خلاف سب و شتم اور لعن طعن کرنے کے جواز میں مواد فراہم کیا اور اس میں موجبات لعن و طعن درج کیے ہیں، اس رسالہ پر تنقید کرتے ہوئے "الطبری حکمت عملی" کے تحت مولانا محمد نافع نے " فوائد نافعہ " میں جو کچھ فرمایا وہ من و عن پیش خدمت ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ صاحب التاریخ محمد ابن جریر طبری کے لیے اپنی تصنیف میں شامل کرنے کا کون سا داعیہ تھا ؟ اور اس نے کون سی مجبوری کی بنا پر یہ کار خیر انجام دیا؟ گویا الطبری نے اس مواد کو اپنی تاریخ میں درج کر کے آنے والے لوگوں کو اس پر آگاہ کیا اور سب و شتم اور لعن طعن کے جو دلائل عباسیوں نے مرتب کروائے تھے، ان پر آئندہ نسلوں کو مطلع کرنے کا ثواب کمایا؟ چنانچہ روافض رسالہ مذکور میں مندرج مواد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی کتب میں ابوسفیان ؓ اور حضرت امیر معاویہ ؓ پر مطاعن قائم کرتے ہیں اور شدید اعتراضات پیدا کرتے ہیں -

مولانا مہر محمد کی رائے:

ابن جریر طبری کا مذہب، اس عنوان کے تحت مولانا مہر محمد صاحب رحمتہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ وہی امام طبری المتوفی 310ھ ہیں جنھیں اہل بغداد نے تشیع سے متہم کرکے اپنے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا تھا گو شیعہ نہیں ہیں تاہم اپنی تاریخ یا تفسیر میں ایسی کچی پکی روایات خوب نقل کر دیتے ہیں جو شیعہ کی موضوع یا مشہور کی ہوئی ہوتی ہیں۔

حوالہ کیلئے دیکھیں تاریخ بغداد 164 /2 اور البدایہ والنہایہ 156 / 11

عرب علماء کی رائے:

معاصر عرب اہل علم حضرات میں سے ڈاکٹر خالد علال کبیر "مدرسۃ الکذابین فی روایۃ التاریخ "نے اپنی کتاب " الاسلامی و تدوینۃ "میں مؤرخ طبری کے اس مخصوص طرزِ عمل کے بارے میں لکھا ہے کہ میرے نزدیک انھوں نے یہ یعنی تحقیق و تمحیص صرف اسانید کے ساتھ روایات کو نقل کرکے ایک ناقص کام کیا ہے، اور ان تمام روایات کے وہ خود ذمہ دار ہیں جو انہوں نے اپنی تاریخ میں مدون کی ہیں، پس انہوں نے عمداً دروغ گو راویوں سے بہ کثرت روایات نقل کیں اور ان پر سکوت اختیار کیا، یہ انتہائی خطرناک معاملہ ہے جو بعد میں آنے والی بہت ساری نسلوں کی گمراہی کا سبب بنا، طبری کو چاہیے تھا کہ وہ ان دروغ گو راویوں کا بغیر ضرورت کے تذکرہ نہ کرتے، یا ان پر نقد کرتے اور ان کی روایات کی جانچ پڑتال کرتے، صرف ان کی اسانید کے ذکر پر اکتفا کرکے سکوت اختیار نہ کرتے ۔نقدِ روایات اس لیے ضروری تھا کہ تاریخِ طبری کا مطالعہ کرنے والوں میں غالب اکثریت ان لوگوں کی ہے جن میں اتنی علمی صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ ان روایات پر سند و متن کے اعتبار سے نقد کر سکیں، اگر اس سے استفادہ کرنے والے صرف حدیث، تاریخ و دیگر علوم میں متبحر ہوتے تو یہ طے شدہ بات تھی کہ وہ نقد و تمحیص کا عمل انجام دیتے، ڈاکٹر صاحب موصوف مزید لکھتے ہیں :

اس معاملہ کو اس سے بھی زیادہ سنگین اس بات نے کر دیا کہ طبری کے بعد آنے والے اکثر مؤرخین نے قرون ثلاثہ کے بارے میں ان سے بہ کثرت روایات نقل کی ہیں جیسا کہ ابن الاثیر نے الکامل، جوزی نے اپنی کتاب المنتظم میں، اور ابن کثیر نے البدایہ میں بغیر سند کے نقل کیا ہے- اور ان حضرات کا اس طرح بغیر

سند کے روایات نقل کرنے سے ثقہ اور دروغ گو راویوں کی روایات غلط ملط ہو گئیں ہیں، بسا اوقات تاریخ طبری کی طرف مراجعت کے بغیر ان روایات میں تمیز مستحیل ہو جاتی ہے۔

حوالہ جات:

میزان الاعتدال 3/499 ، لسان المیزان 5 / 100

فوائد نافعہ 1 / 57،58 دار الکتاب لاہور، معجم الادباء 4 / 514

ہزار سوال کا جواب۔ مرحبا اکیڈمی صفحہ 79

موصوف نے جامعۃ الجزائر سے تاریخ اسلامی میں اکٹریٹ کی ہوئی ہے

مدرسہ الکذابین فی روایات تاریخ اسلامی و تدوینہ 47،48 /

تحذير المسلمين من القراءة في تاريخ الطبري بدون دراية بما فيه

طبقات ابن سعد کے راویوں کا ایک جائزہ

نام محمد بن سعد بن منیع ابو عبد اللہ البصری، المشہور کاتب الواقدی، ولادت بصرہ 168ھ اور وفات بغداد 230ھ، مؤلف الطبقات الکبری۔

ابن سعد نے مندرجہ ذیل راویوں کو ضعیف قرار دیا :

ابراہیم بن ابو اللیث بغدادی، ترمذی۔ متوفی 243ھ

ابراہیم بن عثمان بن خواستی العبسی، ابو شیبہ الکوفی، متوفی 169ھ، راوی ترمذی و ابن ماجہ۔

ابراہیم بن مسلم ابو اسحق کوفی۔

ابراہیم بن یزید القرشی الخوزی، مولی۔ متوفی 151ھ

اجلہ بن عبد اللہ الکندی۔ ابو حجیہ الکوفی، متوفی 245ھ

اسامہ بن زید اللیثی، ابو زید المدنی۔ متوفی 153ھ، راوی مسلم و سنن اربعہ

اسرائیل بن یونس بن اسحق الہمدانی السبیعی، ابو یوسف الکوفی، ولد 100ھ اور متوفی 162ھ

اسماعیل بن رافع بن عویمر المدنی البصری، ابو رافع القاص المدنی۔

اشعت بن سوار النجار الکوفی، متوفی 136ھ

اصبغ بن زید بن علی الجہنی، ابو عبد اللہ بن ابو منصور الواسطی الوراق، متوفی 159ھ

اصبغ بن نباتہ التمیمی، الحنظلی ابو القاسم کوفی، ابن سعد کے مطابق شیعہ تھا، غالی شیعہ بمطابق ابن الذہبی، متروک و رافضی بمطابق ابن حجر۔

بجیر بن ابو انیسہ، زید بن ابو انیسہ کا بھائی تھا۔

بحر بن کنیز الباہلی، یہ محدث عمرو بن علی الفلاس کے دادا تھے، متوفی 160ھ

بشر بن حرب الازدی، ابو عمرو الندبی البصری، متوفی 120ھ

بقیہ بن الولید الحمصی الکلاعی الحمیری، ابو یحمد الحمصی، متوفی 197ھ

جبارۃ بن المغلس الحمانی، ابو محمد الکوفی۔

جابر بن یزید بن الحارث الجعفی ابو عبد اللہ الکوفی، متوفی 118ھ،

غالی شیعہ، ابن قدامہ کے مطابق صحابہ کرام کو گالیاں نکالتا تھا، الذہبی کے مطابق شیعہ تھا وجمہور حفاظ اسے متروک قرار دیتے ہیں، ابن حجر کے مطابق ضعیف رافضی۔

الجراح بن منہال ابو العطوف الجزری الحرانی، متوفی 168ھ

الجراح بن ملیح بن عدی الرؤاسی، ابو وکیع الکوفی، محدث وکیع بن الجراح کے والد تھے۔

حارث بن عبد اللہ اعور الہمدانی، ابو زہیر الکوفی، متوفی 65ھ،

حافظ ابن حجر کے مطابق شیعہ اور ضعیف تھا، امام شعبی کے مطابق جھوٹا، شیعہ اور ضعیف۔

حبان بن علی العنزی، ابو علی الکوفی، متوفی 171ھ

حبہ بن جوین البجلی بن علی العرنی، ابو قدامہ الکوفی۔

حجاج بن ارطاۃ بن ثور بن ہبیرہ النخعی، ابو ارطاۃ الکوفی۔

حجاج بن نصیر، ابو محمد الفساطیطی، متوفی 213ھ

حدیج بن معاویہ بن الرحیل حدیج الجعفی الکوفی۔

حرام بن عثمان ابو عبد اللہ الانصاری، ابن حبان کے مطابق غالی شیعہ، اسناد کو الٹ پلٹ اور مرسل کو مرفوع بناتے تھے، بقول الذہبی بدعتی اور متروک۔

حسام بن مصک بن ظالم بن شیطان الازدی، ابو سہیل البصری۔

حسن بن عمارۃ بن المضرب البجلی، ابو محمد کوفی، متوفی 153ھ

حسین بن حسن بن عطیہ بن سعد العوفی، ابو عبد اللہ القاضی الکوفی، متوفی 201ھ

حکم بن سنان الباہلی ابو عون البصری، القربی، متوفی 190ھ

الحکم بن عبد اللہ بن مسلمہ، ابو مطیع بلخی، متوفی 199ھ

حماد بن ابی سلیمان الاشعری، ابو اسماعیل الکوفی، متوفی 120ھ

داؤد بن یزید الاودی الزعافری، ابو یزید الاعرج الکوفی، متوفی 153ھ،

الربیع بن صبیح السعدی، ابو حفص البصری، متوفی 160ھ، راوی ترمذی و ابن ماجہ

رشدین بن سعد بن مفلح القینی، ابو الحجاج المصری، ولد 110ھ و متوفی 188ھ۔

زید بن الحواری العمی، ابو الحواری البصری۔

زیاد بن عبد اللہ بن الطفیل البکائی، ابو محمد کوفی، راوی بخاری، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ۔

سعید بن یحیی بن مہدی بن عبد الرحمن، ابو سفیان الحمیری، حذاء، الواسطی، متوفی 202ھ،

راوی بخاری اور ترمذی۔

سعید بن محمد الثقفی، ابو الحسن الکوفی۔

سلم بن سالم البلخی۔

شہر بن حوشب الاشعری، ابو سعید شامی، مولی اسماء بنت یزید السکن، متوفی 89ھ، راوی سنن اربعہ۔

صالح بن محمد بن زائدہ المدنی، ابو واقد اللیثی۔

صلت بن دینار الازدی البصری، ابو شعیب مجنون، ابن حبان کے مطابق شاتم اصحاب رسول اللہ تھا اور اہل بیت کے بارے میں منکر روایات نقل کرتا تھا۔

طلحہ بن عمرو بن عثمان الحضرمی المکی، متوفی 152ھ، راوی ابن ماجہ۔

عباد بن منصور الناجی، ابو سلمہ البصری، متوفی 152ھ

عبد الاعلی بن عامر الثعلبی الکوفی۔

عبد الاعلی بن عبد الاعلی بن محمد السامی، ابو محمد القرشی البصری، متوفی 189ھ

عبد الجبار بن العباس الشبامی، الہمدانی الکوفی، امام احمد بن حنبل کے مطابق شیعہ تھا، الذہبی اور حافظ ابن حجر کے مطابق شیعہ تھا۔

عبد الحکیم بن منصور الخزاعی، ابو سہل ابو سفیان الواسطی۔

عبد الرحمن بن ابی بکر بن عبید اللہ ابن ابی ملیکہ القرشی المدنی۔

عبد الرحمن بن اسحاق بن الحارث، ابو شیبہ الواسطی الکوفی۔

عبد الرحمن بن زید بن اسلم القرشی، العدوی المدنی مولی، متوفی 182ھ

عبد السلام بن حرب بن سلم النہدی الملائی، ابو بکر الکوفی، متوفی 189ھ

عبد اللہ بن عامر الاسلمی، ابو عامر المدنی۔

عبداللہ بن لہیعہ بن عقبہ بن فرعان الحضرمی، ابوعبدالرحمن المصری، ولد96ھ اور متوفی176ھ،

راوی بخاری، مسلم، نسائی ۔

عبداللہ بن محرر العامری الجزری الحرانی۔

عبداللہ بن نافع القرشی، مولی۔

عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد الازدی، ابوعبدالحمید المکی۔

عبدالوہاب بن مجاہد بن جبر مکی، راوی ابن ماجہ۔

عبیدہ بن معتب الضبی، ابوعبدالکریم الکوفی۔

عسل بن سفیان التمیمی، الیربوعی ابوقرۃ البصری۔

عصمہ بن محمد بن فضالہ بن محمد الانصاری الخزرجی۔

عمارہ بن جوین العبدی، ابوہارون العبدی البصری، متوفی143ھ،

حافظ ابن حجر کے مطابق شیعہ اور متروک تھا، عمر بن قیس ابوحفص المکی، سندل۔

عمرو بن ابی المقدام ثابت البکری، ابومحمد کوفی، غالی شیعہ تھا،

ابن مبارک کے مطابق اسلاف کو گالیاں دیتا تھا، ابوحاتم کے بقول بری رائے

رکھنے والا غالی شیعہ تھا، ابن حجر کے مطابق ضعیف اور رافضی تھا۔

عمرو بن عیسی بن سوید بن ہبیرہ، ابوانعامہ العدوی البصری۔

غالب بن عبیداللہ الجزری، العقیلی، متوفی135ھ

فرج بن فضالہ بن نعمان بن نعیم التنوخی القضاعی، ابوفضالہ الشامی۔

قران بن تمام الاسدی الکوفی، متوفی181ھ

کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی۔

لیث بن ابی سلیم بن زینم قرشی، ابو بکر الکوفی۔

مبارک بن فضالہ قرشی، العدوی ابو فضالہ البصری، متوفی165ھ

مثنی بن الصباح الیمانی، ابو عبداللہ المکی۔

مجالد بن سعید بن عمیر بن بسطام الہمدانی، ابو عمرو الکوفی، متوفی144ھ

محل بن محرز الضبی، الکوفی الاعور، متوفی153ھ

محمد بن سائب بن بشر بن عمرو الکلبی، ابو النضر الکوف متوفی146ھ،

ابن حبان کے مطابق یہ سبائی تھا، عبداللہ ابن سبا کے ساتھیوں میں سے تھا، یہ حضرت علیؓ کی رجعت کا قائل تھا، بادل کو دیکھتے تو کہتے یہ علی ہے، ابن حجر کے مطابق حدیث میں دروغ گوئی پر متہم اور رافضی تھا ۔

محمد بن الحجاج البغدادی المصفر۔

محمد بن سلمہ بن کہیل الحضرمی کوفی، یحیی بن سلمہ بن کہیل کے بھائی تھے۔

محمد بن سلیم ابو ہلال الراسبی، بصری، مولی، متوفی167ھ

محمد بن عمرو بن علقمہ بن وقاص اللیثی، ابو عبداللہ مدنی، متوفی144ھ

مسلم بن خالد بن قرقرہ زنجی، ابو خالد المکی۔

مطر بن طہمان الوراق، ابو رجاء الخراسانی، متوفی125ھ

مطلب بن زیاد بن ابی زہیر الثقفی الکوفی۔

مقسم بن بجرہ ابوالقاسم مولی، متوفی 101ھ

مکحول الشامی ابوعبداللہ الدمشقی مولی، راوی صحاح ستہ۔

مندل بن علی العنزی، حبان بن علی کے بھائی تھے۔

نجیح بن عبدالرحمن ابومعشر سندی، متوفی 170ھ

نضر بن عربی العامری، ابوروح الجزری۔

ہانی بن ایوب الجعفی الکوفی۔

نعمان بن ثابت ابوحنیفہ ؒ الکوفی، ولد 80ھ کوفہ متوفی 150ھ بغداد،

امام ابوحنیفہ ؒ کو ابن سعد نے حدیث میں ضعیف تحریر کیا ہے اور النسائی اور ابن عدی

نے بھی یہ ہی کہا ہے حالانکہ امام ابوحنیفہ ؒ عادل و ثقہ، ضابطہ وحافظ حدیث تھے،

جلیل القدر آئمہ نے آپکی تعریف و توثیق کی ہے

ہذیل بن بلال المدائنی ابوالبہلول فزاری۔

ہشام بن سعد مدنی ابوعباد القرشی - ابن حجر کے مطابق یہ شیعہ تھا۔

ہشام بن ابوہشام زیاد القرشی، ابوالمقدام البصری۔

وضین بن عطاء بن کنانہ الخزاعی، ابوکنانہ الدمشقی، متوفی 149ھ

یحیی بن یمان العجلی، ابوذکریا الکوفی۔

یحیی بن سلمہ بن کہیل الحضرمی، ابوجعفر الکوفی۔ حافظ ابن حجر کے مطابق شیعہ اور متروک تھا۔

یزید بن ابان الرقاشی، ابو عمرو بصری۔

یزید بن عطاء بن یزید بن عبدالرحمن لیشکری، ابو خالد واسطی البزاز۔

یزید بن عیاض بن جعدبہ اللیثی، ابو الحکم مدنی۔

یوسف بن خالد بن عمیر السمتی، ابو خالد بصری۔

ابو بکر النہشلی، ابو بکر بن عبداللہ بن ابی القطاف یا عبداللہ بن معاویہ بن قطاف،

صحاح میں روایات موجود ہیں۔

ابو بکر بن ابو موسی الاشعری، کوفی، ابو موسی اشعری صحابی رسول کے بیٹے تھے۔

ابو بکر بن عبداللہ بن ابو مریم الغسانی الشامی، متوفی 156ھ

یحیی بن ابو حیہ، ابو جناب کلبی، کوفی، متوفی 147ھ

ابو حرہ البصری، واصل بن عبدالرحمن، ابو حرہ بص متوفی 152ھ،

راوی مسلم، ابو داؤد اور نسائی۔

ابو حمزہ الثمالی، ثابت بن ابو صفیہ دینار، حمزہ الثمالی الکوفی، متوفی 148ھ

ابو عبداللہ الجدلی کوفی یا عبدالرحمن بن عبد۔

ابن سعد کے مطابق غالی شیعہ تھا، ابن حجر کے مطابق شیعہ تھا۔

ابو المہزم بن سفیان التمیمی البصری۔

ابو یحیی القتات الکوفی الکنانی یازاذان، عبدالرحمن بن دینار، مسلم، یزید، زبان وغیرہ

حصہ دوم

حجیہ بن عدی الکندی۔ ابن سعد کے مطابق معروف تھے لیکن حدیث میں معتبر نہیں تھے، سنن اربعہ میں آپکی روایات ہیں۔

زفر بن الہذیل بن قیس بن سلم ابو الہذیل العنبری، متوفی 158ھ،

ابن سعد کے بقول یہ حدیث میں کچھ بھی نہیں تھے۔

سحبل بن محمد الاسلمی، عبداللہ، متوفی 174ھ، ابن سعد کے مطابق قلیل الحدیث اور لیس بزاک تھا۔

عبداللہ بن واقد ابو قتادہ الحرانی، اصلا خراسانی، متوفی 207ھ،

ابن سعد کے مطابق حدیث میں زیادہ معتبر نہیں تھے۔

عمرو بن عبید بن باب التیمی، ابو عثمان البصری المعتزلی، متوفی 143ھ،

ابن سعد کے مطابق معتزلی اور صاحب رائے تھا لیکن حدیث میں کچھ نہ تھا۔ ابن حبان کے مطابق اصحاب رسول اللہ کو برا بھلا کہتا تھا، ابن عدی کے مطابق بدعتی تھا۔

نعیم بن حکیم المدائنی، ابن سعد کے مطابق حدیث میں معتبر نہیں تھے۔

ہبیرہ بن یریم الشیبانی، ابو الحارث کوفی، ابن سعد کے مطابق معروف لیکن حدیث میں زیادہ معتبر نہیں تھے، ابن حجر کے مطابق اس پر شیعت کا الزام لگایا جاتا رہا ہے۔

یعقوب بن اسحق بن زید حضرمی، ابو محمد بصری المقری النحوی، متوفی 205ھ،

ابن سعد کے مطابق محدثین کے ہاں ثقہ نہیں تھے، یہ چھوٹا تھا لیکن لیکن ایسے لوگوں سے حدیث بیان کرتا جن سے اسکی ملاقات ثابت نہیں تھی، راوی مسلم اور سنن اربعہ۔

ابو صادق الازدی کوفی یا عبداللہ بن ناجز یا مسلم بن یزید، ابن سعد کے مطابق قلیل الحدیث اور محدثین کے ہاں متکلم فیہ تھے ۔

حصہ سوم: بقول ابن سعد نا قابل حجت راوی

اسحاق بن عبداللہ بن ابو فروہ، ابو سلیمان المدنی۔

حکیم بن حکیم بن عباد بن حنیف بن واہب الانصاری، الاوسی المدنی، یہ راوی نسائی، ابو داؤد اور ابن ماجہ کے ہیں۔

شرجیل بن سعد الخطمی، ابو سعد الخطمی المدنی، متوفی 123ھ

شعبہ بن دینار القرشی ہاشمی، ابو عبداللہ المدنی، مولی۔

عبدالرحمن بن ابی سعید الخذری، عبدالرحمن بن سعد بن مالک بن سنان الانصاری الخزرجی، ابو حفص ابن ابو سعید الخذری المدنی۔

عبدالرحمن بن جابر بن عبداللہ الانصاری، السلمی، ابو عتیق مدنی۔

عکرمہ بربری القرشی، ابو عبداللہ مدنی، مولی، متوفی 104ھ

علی بن زید بن جدعان القرشی التیمی، ابوالحسن البصری، متوفی 131ھ

عمر بن ابی سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف القرشی، الزہری المدنی، متوفی 133ھ

عیسی ابن عیسی الحناط، ابو موسی الغفاری، متوفی 151ھ

قابوس بن ابی ظبیان الجنبی الکوفی۔

مسیب بن شریک ابو سعید التمیمی ۔

یونس بن یزید بن ابو النجاد الایلی، ابو یزید القرشی، متوفی 152ھ،

راوی بخاری اور نسائی۔

حصہ چہارم: ابن سعد کے مطابق ' مجہول اور غیر معروف رواۃ '

سوید بن جہبل الاشجعی، ابن سعد کے مطابق' یہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں لیکن مجہول ہیں'۔

عمارہ بن اکیمہ اللیثی، ابو الولید المدنی، متوفی 101ھ،

بقول ابن سعد،' زہری نے ان سے ایک روایت لی ہے، بعض اس حدیث کو قابل حجت قرار نہیں دیتے اور کہتے ہیں یہ مجہول بندہ ہے' یہ سنن اربعہ کے راوی حدیث ہیں۔

ابو العشراء الدارمی البصری، انکے نام میں سخت اختلاف ہے، بقول ابن سعد' مجہول' ہیں۔

حصہ پنجم : ابن سعد کے مطابق' مردود رواۃ' ہیں

منکر حدیث راوی

خالد بن مخلد قطوانی، ابو الہیثم الکوفی، متوفی 213ھ،

راوی حدیث صحاح ستہ بشمول بخاری و مسلم -ابن سعد کے مطابق' منکر حدیث اور غالی شیعہ تھا' ، ابو داؤد اور عجلی کے مطابق شیعہ تھا، الذہبی اور ابن حجر کے مطابق شیعہ تھا۔

سوید بن عبدالعزیز بن نویر السلمی، ابو محمد الدمشقی، متوفی194ھ،

بقول ابن سعد' منکر احادیث کی روایت کرتے تھے'۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب، ابو محمد مدنی، متوفی145ھ،

بقول ابن سعد' منکر الحدیث تھا اسکی حدیث قابل حجت نہیں'۔

علی بن قادم الخزاعی، ابوالحسن الکوفی، متوفی213ھ،

ابن سعد کے مطابق' منکر الحدیث اور غالی شیعہ تھا' ،ابن حجر کے مطابق شیعہ تھا۔

فرقد بن یعقوب السبخی،ابویعقوب البصری، متوفی131ھ،

ابن سعد کے مطابق' ضعیف اور منکر الحدیث'۔

محمد بن طلحہ بن مصرف الیامی، متوفی167ھ،

ابن سعد کے مطابق' انکی چند احادیث منکر ہیں اور بعض نے تکذیب بھی کی ہے' ،

یہ صحاح ستہ بشمول بخاری و مسلم کے راوی حدیث ہیں۔

عبدالرحمن بن شریح بن عبیداللہ بن محمود المعافری، ابوشریح الاسکندرانی، متوفی167ھ،

ابن سعد کے مطابق' منکر حدیث' ہیں۔

مقاتل بن سلیمان بن بشیر الازدی الخراسانی، ابوالحسن البلخی، متوفی150ھ،

مفسر القرآن، ابن سعد کے مطابق ' اصحاب حدیث اس سے بچتے تھے اور ناپسند کرتے تھے' ،امام بخاری' منکر الحدیث' ،امام فلاس اور امام حاتم کے مطابق ' متروک الحدیث' ،امام نسائی' کذاب'۔

موسی بن محمد بن ابراہیم بن الحارث القرشی، التیمی، ابو محمد مدنی، ابن سعد کے مطابق

' کثیر الحدیث تھااور بعض منکر روایات نقل کیں' ، اکثر محدثین نے انہیں منکر الحدیث قرار دیاہے۔

ہانی بن ہانی الہدانی، الکوفی، ابن سعد کے مطابق ' شیعہ اور منکر الحدیث تھا' ،

المدینی کے مطابق' مجہول' تھا۔ الذہبی کے مطابق' غیر معروف' تھا، انکی روایات صحاح ستہ میں موجود ہیں

یحیی بن ایوب الغافقی، ابوالعباس مصری، ابن سعد کے مطابق' منکر الحدیث' ۔

ابو خالد الدالانی، اسدی کوفی، انکے نام مختلف ہیں، ابن سعد کے مطابق' منکر الحدیث' ہیں۔

ابو غالب سعید بن الحزور، الراسبی، ابن سعد کے مطابق ' ضعیف اور منکر الحدیث' ،

نسائی کے مطابق' ضعیف' تھے۔

ابو الصدیق الناجی، بکر بن عمروابوالصدیق، الناجی البصری، متوفی198ھ،

ابن سعد کے مطابق ' محدثین نے انکی احادیث میں کلام کیاہے اور ان کوناپسند کیاہے' ،

لیکن باقی سب محدثین نے ابن سعد سے اتفاق نہیں کیا۔

حصہ ششم: بقول ابن سعد' متروک راوی '

ابان بن ابوعیاش فیروز العبدی، ابواسماعیل العبدی، متوفی138ھ،

راوی حدیث ابوداؤد، ابن سعد کے مطابق' متروک الحدیث' تھے، باقی اکثر محدثین

نے انہیں' متروک الحدیث یاضعیف' قرار دیاہے۔

ابراہیم بن محمد بن ابویحیی سمعان الاسلمی، ابواسحاق مدنی، متوفی184ھ،

بقول ابن سعد' متروک' ہیں، جمہور آئمہ کے مطابق متروک ہیں۔

بشر بن آدم بن یزید البصری، ابو عبد الرحمن بصری، متوفی254ھ،

ابن سعد کے مطابق' محدثین اسکی حدیثوں سے بچتے تھے اور نہیں لکھتے تھے'،

آپ سنن اربعہ کے راوی حدیث ہیں۔

خارجہ بن مصعب بن خارجہ الضعبی، ابو الحجاج الخراسانی السرخسی، متوفی 178ھ،

ابن سعد کے مطابق' لوگ اس کی حدیث سے بچے رہے اور اسکی احادیث کو چھوڑ دیا تھا'۔

عمر بن حفص ابو حفص العبدی، متوفی198ھ،

ابن سعد کے مطابق' محدثین کے ہاں ضعیف ہے اس سے روایات لکھ کے پھر چھوڑ دی ہیں'۔

عمرو بن شمر ابو عبداللہ الجعفی، الکوفی، ابن سعد کے مطابق' بہت ہی ضعیف اور متروک الحدیث تھا'۔

عمرو بن ہاون البلخی- ابن سعد کے مطابق' محدثین نے اس کی حدیث کو متروک قرار دیا ہے'۔

محمد بن الفضل بن عطیہ بن عمر بن خالد العبسی، ابو عبداللہ المروزی، بقول ابن سعد' متروک الحدیث'۔

نصر بن باب ابو سہل الخراسانی، ابن سعد کے مطابق' لوگوں نے اس پر تہمت کذب لگائی اور اسکی حدیث کو چھوڑ دیا'۔

نصر بن طریف الباہلی، ابو جزء القصاب، بصری، متوفی170ھ،

ابن سعد کے مطابق' حدیث میں کچھ بھی نہیں ہے اور اسکی حدیثیں چھوڑ دی گئی ہیں'۔

ابو البختری القاضی، نام وہب بن وہب بن کثیر بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود قرشی مدنی القاضی، متوفی200ھ، ابن سعد کے مطابق' منکر روایات نقل کرنے کی وجہ سے انکی احادیث چھوڑ دی گئیں'۔

حصہ ہفتم: ابن سعد کے مطابق ثقہ راوی تھے لیکن اختلاط کی وجہ سے ضعیف قرار دیا

خلف بن خلیفہ بن صاعد بن برام الاشجعی، ابو احمد الواسطی، متوفی 181ھ،

مسلم اور سنن اربعہ کے راوی حدیث ہیں، آخری عمر میں فالج کا شکار ہوئے۔

عباد بن عباد بن حبیب بن مہلب بن ابی صفرۃ العتکی، ابو معاویہ البصری، بقول ابن سعد '

ثقہ تھا لیکن کبھی کبھی غلط ہو جاتا'۔

عطاء بن سائب الثقفی، عطاء بن سائب بن مالک ابو زید الثقفی الکوفی، متوفی 136ھ

فطر بن خلیفہ القرشی المخزومی، ابو بکر الحناط الکوفی، ابن سعد کے مطابق' ثقہ تھے

اور بعض لوگ آپ کو ضعیف قرار دیتے ہیں'، امام عجلی کے مطابق ثقہ تو تھے لیکن

شیعت پائی جاتی ہے، ابن حجر کے مطابق شیعہ تھے۔ یہ صحاح ستہ کے راوی حدیث

ہیں بشمول بخاری اور مسلم۔

جعلی اور من گھڑت حدیث کی تاریخ

بشکریہ ابو حیان سعید

من گھڑت اور جعلی احادیث کی بنیادی بد عنوانی قرآن کریم کی تعلیمات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جھوٹا جواز ہے۔ حدیث کی جعلی کہانیوں کے برے اثرات کی وجہ سے بہت سے پہلوؤں پر منفی اثر پڑتا ہے جیسے کہ عقیدہ، مذہبی قانون اور عبادت کا عمل ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق جعلی احادیث کو گھڑنا پہلی صدی ہجری کے وسط میں شروع کیا گیا تھا، کوفہ، عراق، یمن، بصرہ، شام، خراسان وغیرہ حدیث سازی کے مراکز تھے، ہجرہ کی دوسری صدی کے آغاز میں جعلی احادیث گھڑنا عروج پر تھا ۔

عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، شام، خراسان، یمن وغیرہ میں ہجری کی دوسری صدی کے آغاز کے بعد سے 6500 سے زائد ، چھ ہزار پانچ سو - راوی احادیث کے گھڑنے میں دن رات مصروف تھے۔ مساجد، گلیوں، بازاروں، پارکوں میں جھوٹے لوگوں نے قال قال رسول اللہ کی بلند آوازوں سے لوگوں کو جمع کیا اور پھر من گھڑت احادیث پڑھنا شروع کیں ۔

دوسری صدی ہجری کے وسط میں، ان جھوٹے اور دھوکہ باز محدثوں نے ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ من گھڑت احادیث بنائیں جو کہ دن بدن بڑی مقدار میں بڑھ رہی تھیں، یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے آخر میں ان جعلی احادیث کی تعداد دس لاکھ شمار ہوئی، اسناد کے بغیر حدیث کا حوالہ دینا اب ایک فیشن ہے، لوگوں کے پاس اسناد، متون اور درایت کے بارے میں علم کی سطح صفر ہے لیکن وہ اپنی خواہشات پوری کرتے ہیں کہ انہیں حدیث کے بارے میں بہت مذہبی اور علمی سمجھا جائے گا۔ وہ نہیں جانتے کہ حدیث جعلی اور من گھڑت کہانیوں کی کائنات ہے، جو خفیہ مجوسی راوی بیان کر رہے تھے۔ ان مجوسی رافضی جھوٹوں کا بنیادی ہدف القرآن، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی تھے ۔ صحاح ستہ میں سینکڑوں شیعہ، رافضی راوی ہیں ۔ انہوں نے ہزاروں جعلی اور من گھڑت احادیث بیان کیں۔ روافض اور مجوسیوں نے مضبوط اسناد قائم کر کے احادیث گھڑیں اور ان من گھڑت باتوں کو صحابہ کرام سے جوڑ دیا ۔ حدیث کی دنیا میں تابعین اور تبع

تابعین کے نام سے ہزاروں جعلی راوی اور ان کی اسناد پائے جاتے ہیں ۔ میں آپ کی معلومات کے لیے کچھ مضبوط لیکن جعلی اور فراڈ اسناد کی کچھ مثالیں شامل کر رہا ہوں جو مجوسی روافض نے تیار کی ہیں جن کی بنیاد پر غلیظ کاروبار جاری ہے 1400 سال سے حدیث کا۔

جعلی اور فراڈ اسناد کی یہ کچھ مثالیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے لی گئی ہیں:

1 - یحیی بن سلیمان، حدثنی ابن وہب، قال اخبرنی یونس، عن ابن شہاب، عن عبید اللہ بن عبد اللہ، عن ابن عباس—

2 - ابراھیم بن منذر، حدثنا انس بن عیاض، عن ھشام، عن ابیہ

3 - عبد اللہ بن محمد، قال سمعت ابن عینیہ، عن ابن جریج

4 - ابو کامل، فضیل بن حسین الجحدری حدثنا بشر، یعنی ابن مفضل، حدثنا عمارۃ بن غزیۃ، عن الربیع بن سبرۃ، ان اباہ۔

5 – احمد بن سعید بن صخر الدارمی، حدثنا ابو النعمان، حدثنا وھیب، حدثنا عمارۃ بن غزیۃ، حدثنی الربیع بن السبرۃ الجھنی، عن ابیہ۔

6 – محمد بن المثنی، حدثنا غندر، حدثنا شعبہ، عن عبد الملک، سمعت جابر بن سمرۃ۔

7 – ابراھیم بن موسی، اخبرنا عبد الوہاب، حدثنا خالد، عن عکرمہ، عن ابن عباس۔

8 - سلیمان بن حرب، و محمد بن عیسی، قالا حدثنا حماد بن زید، عن ایوب، عن ابی قلابہ، عن ابی اسماء، عن ثوبان۔

9 – احمد بن صالح، عن عنبسہ، عن یونس، عن الزھری۔

10 – عثمان بن ابی شیبہ، حدثنا جریر، عن الاعمش، عن ابی وائل، عن ابی حذیفہ۔

11 – احمد بن صالح، حدثنا عنبسہ، حدثنی یونس، عن ابن شہاب، قال حدثنی حمید بن عبد الرحمن، ان ابا ہریرہ ۔

12 – احمد بن ابراہیم، حدثنا حجاج، عن ابن جریج، حدثنی یعلی، عن سعید بن جبیر، عن ابن عباس۔

13 – یوسف بن موسی، حدثنا جریر، عن منصور، عن سعید بن جبیر۔

14 – عثمان بن ابی شیبہ، حدثنا کثیر بن ہشام، حدثنا المسعودی، عن سعید بن ابی بردۃ، عن ابیہ، عن ابی موسی۔

15 – عبداللہ بن یوسف، قال اخبرنا مالک، عن ھشام بن عروہ، عن ابیہ

16 – یحیی بن بکیر، قال حدثنا اللیث، عن عقیل، عن ابن شہاب، عن عروہ بن زبیر ؓ، عن عائشہ ام المومنین ؓ۔

17 – ابن شہاب واخبرنی ابوسلمۃ بن عبدالرحمن، ان جابر بن عبداللہ الانصاری۔

18 – موسی بن اسمعیل، قال حدثنا ابوعوانہ، قال حدثنا موسی بن ابی عائشہ، قال حدثنا سعید بن جبیر، عن ابن عباس۔

19 – عبدان، قال اخبرنا عبداللہ، قال اخبرنا یونس، عن الزھری۔

20 – بشر بن محمد، قال اخبرنا عبداللہ، قال اخبرنا یونس، ومعمر، عن الزھری، اخبرنی عبید اللہ بن عبداللہ، عن ابن عباس۔

21 – ابو الیمان الحکم بن نافع، قال اخبرنا شعیب، عن الزھری، قال اخبرنی عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، عن عبداللہ بن عباس۔

22 – اسماعیل بن عبداللہ، قال حدثنی ابراہیم بن سعد، عن صالح، عن ابن شہاب، عن عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، ان عبداللہ بن عباس۔

23 – سعید بن غفیر، قال حدثنا ابن وھب، عن یونس، عن ابن شہاب۔

24 – ابوالقاسم، خالد بن خلی قال حدثنا محمد بن حرب، قال قال الاوزاعی اخبرنا الزھری، عن عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، عن ابن عباس۔

25 – مسدد، قال حدثنا یحیی، عن شعبہ، عن قتادہ، عن انس۔

26 – سعید بن عفیر، قال حدثنی اللیث، قال حدثنی عقیل، عن ابن شہاب، عن حمزہ بن عبداللہ بن عمر، عن ابن عمر۔

27 – محمد بن بشار، قال حدثنا غندر، حدثنا شعبہ، عن ابی جمرۃ۔

28 – ابن وھب اخبرنا یونس، عن ابن شھاب، عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابی ثور، عن عبد اللہ بن عباس، عن عمر۔

29 – ابراھیم بن موسی، اخبرنا ھشام بن یوسف، ان ابن جریج۔

30 – مسدد، حدثنا یزید بن زریع، حدثنا سعید، عن قتادہ۔

31 – خلیفہ حدثنا یزید بن زریع، حدثنا سعید، عن قتادہ۔

32 – محمد بن المثنی، حدثنا یحیی، حدثنا اسماعیل، قال حدثنی قیس، عن ابن مسعود۔

33 – احمد بن یونس، حدثنا ابراھیم بن سعد، اخبرنا ابن شھاب، سمع سعید بن المسیب۔

34 – ابو الیمان، اخبرنا شعیب، عن الزھری، قال اخبرنی سعید بن المسیب، سعد بن ابی وقاص۔

35 – قتیبہ بن سعید، حدثنا جریر، عن اسماعیل، عن قیس۔

36 – اصبغ اخبرنی ابن وھب، عن یونس بن یزید، عن ابن شھاب، عن ابی سلمہ، عن ابی ھریرہ۔

37 – اسماعیل بن عبد اللہ، قال حدثنی اخی، عن سلیمان، عن ھشام بن عروہ، عن ابیہ، عن عائشہ۔

38 – عبید بن اسماعیل، حدثنا ابو اسامہ، عن ھشام، عن ابیہ، عن عائشہ۔

39 – ابو النعمان، حدثنا ھشیم، حدثنا سیار، عن الشعبی، عن جابر بن عبد اللہ۔

40 – عبد اللہ بن یوسف، حدثنا اللیث، عن یزید، عن عراک، عن عروہ۔

41 – ابو الیمان، اخبرنا شعیب، حدثنا ابو الزناد، عن الاعرج، عن ابی ہریرہ۔

42 – موسی ابن اسماعیل، حدثنا عبد الواحد، حدثنا صالح بن صالح الھمدانی، حدثنا الشعبی، قال حدثنی ابو بردۃ، عن ابیہ۔

43 – سعید بن تلید، قال اخبرنی ابن وھب، قال اخبرنی جریر بن حازم، عن ایوب، عن محمد بن سیرین، عن ابی ہریرہ۔

44 – سلیمان بن حماد بن زید عن ایوب عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرہ۔

45 – قتیبہ، حدثنا اسماعیل بن جعفر، عن حمید، عن انس۔

46 – قتیبہ بن سعید، حدثنا حماد، عن ثابت، وشعیب بن الحبحاب، عن انس بن مالک۔

47 – قتیبہ، حدثنا عبد العزیز بن ابی حازم، عن ابیہ، عن سہل بن سعد الساعدی۔

48 – اسماعیل، قال حدثنی مالک، عن ابن شہاب، عن حمزۃ، وسالم، ابنی عبد اللہ بن عمر عن عبد اللہ بن عمر۔

49 – عبد اللہ بن یوسف، اخبرنا مالک، عن ابی حازم، عن سہل بن سعد۔

50 – علی بن عبد اللہ، حدثنا اسماعیل بن ابراہیم، اخبرنا ایوب، عن عبد اللہ بن ابی ملیکہ، قال حدثنی عبید بن ابی مریم، عن عقبہ بن الحارث۔

51 – الحمیدی، حدثنا سفیان، حدثنا ھشام، عن ابیہ، عن زینب، عن ام حبیبہ۔

52 – محمد بن بشار، حدثنا غندر، حدثنا شعبہ، عن ابی جمرۃ، قال سمعت ابن عباس ۔

53 – علی المدینی، حدثنا سفیان، قال عمرو عن الحسن بن محمد، عن جابر بن عبد اللہ، وسلمۃ بن الاکوع

54 – اسماعیل، حدثنی مالک، عن ابی الزناد، عن الاعرج، عن ابی ھریرہ۔

55 – علی بن عبد اللہ، حدثنا سفیان، عن اسماعیل، عن قیس، عن ابی مسعود۔

56 - ابو الیمان، اخبرنا شعیب، عن الزھری، قال اخبرنی ابو سلمہ بن عبد الرحمن، ان اباھریرہ۔

57 – یحیی بن بکیر، حدثنا اللیث، عن عقیل، عن ابن شہاب، عن ابن المسیب، عن جبیر بن مطعم۔

58 – عبد العزیز بن عبد اللہ، حدثنا ابراہیم بن سعد، عن ابن شہاب، عن انس۔

59 – ابو النعمان، حدثنا ابو عوانہ، عن ابی بشر، عن سعید بن جبیر، عن ابن عباس۔

60– عمر بن حفص، حدثنا ابی، حدثنا الاعمش، حدثنا عمرو بن مرہ، عن سعید بن جبیر، عن ابن عباس۔

61 – اسماعیل، قال حدثنی اخی، عن سلیمان، عن شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر، سمعت انس بن مالک۔

62 – موسی بن اسماعیل، حدثنا ابو عوانہ، عن مغیرہ، عن ابی وائل

63 – یحیی بن بکیر، حدثنا یعقوب بن عبد الرحمن، عن ابی حازم، قال سمعت سہل بن سعد۔

64 – مسدد، عن عبد الوارث، عن الجعد، عن ابی رجاء، عن ابن عباس۔

65 – محمد بن عرعرہ، حدثنا شعبہ، عن قتادہ، عن انس بن مالک، عن اسید بن حضیر۔

66 – محمد بن سنان، قال حدثنا فلیح، وحدثنی ابراھیم بن المنذر، قال حدثنا محمد بن فلیح، قال حدثنی ابی قال، حدثنی ھلال بن علی، عن عطاء بن یسار، عن ابی ہریرہ

67 – عمر بن حفص بن غیاث، حدثنا ابی، حدثنا الاعمش، حدثنا جامع بن شداد، عن صفوان بن محرز، انہ حدثہ عن عمران بن حصین۔

68 – عیسی، عن رقبہ، عن قیس بن مسلم، عن طارق بن شھاب، قال سمعت عمر۔

69 – ھدبہ بن خالد، حدثنا ھمام، عن قتادہ، وقال لی خلیفہ حدثنا یزید بن زریع، حدثنا سعید، و ھشام، قالا حدثنا قتادہ، حدثنا انس بن مالک، عن مالک بن صعصعۃ۔

70 – الحسن بن الربیع، حدثنا ابوالاخوص، عن الاعمش، عن زید بن وھب، قال عبداللہ بن عمر۔

71 – محمد بن سلام، اخبرنا مخلد، اخبرنا ابن جریج، قال اخبرنی موسی بن عقبہ، عن نافع، قال قال ابو ھریرہ۔

72 – ابو عاصم عن ابن جریج، قال اخبرنی موسی بن عقبہ، عن نافع، عن ابی ھریرہ۔

73 – محمد بن سلام، حدثنا ابن ابی مریم، اخبرنا اللیث، حدثنا ابن ابی جعفر، عن محمد بن عبدالرحمن، عن عروہ بن الزبیر، عن عائشہ۔

74 – اسماعیل بن ابی ادریس، قال حدثنی سلیمان بن بلال، عن یونس بن زید، عن ابن شھاب، عن عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، عن ابن عباس۔

75 – قتیبہ، حدثنا لیث، عن ابن شھاب، عن عمر بن عبدالعزیز۔

76 – محمد بن بشار، حدثنا ابن ابی عدی، عن شعبہ، عن حبیب بن ابی ثابت، عن زید بن وھب، عن ابی ذر۔

77 – محمد بن سلام، اخبرنا مخلد، اخبرنا ابن جریج، عن اسماعیل بن امیہ، ان نافعا، حدثہ عن عائشہ۔

78 – ابن مقاتل، اخبرنا عبداللہ بن مبارک، اخبرنا معمر، عن الزھری، عن عبید اللہ بن عبداللہ، انہ سمع ابن عباس۔

79 – یحیی بن سلیمان، قال حدثنی ابن وھب، قال حدثنی عمر، عن سالم، عن ابیہ۔

80 – اسماعیل، قال حدثنی مالک، عن سمی، عن ابی صالح، عن ابی ھریرہ۔

81 – ابراھیم بن المنذر، حدثنا محمد بن فلیح، حدثنا ابی، عن ھلال بن علی، عن عبدالرحمن بن ابی عمرۃ، عن ابی ھریرہ۔

82 – مسدد، حدثنا ابی عوانہ، عن الاعمش، عن ابی حازم، عن ابی ھریرہ۔

83 – عبداللہ بن یوسف، اخبرنا اللیث، قال حدثنی عقیل، عن ابن شھاب، قال سمعت ابا سلمی، قال اخبرنی جابر بن عبداللہ۔

84 – محمد بن بشار، حدثنا غندر، حدثنا شعبہ، عن قتادہ۔

85 – زھیر بن حرب، شجاع بن مخلد، عن ابن علیہ، قال زھیر: حدثنا اسماعیل بن ابراہیم، حدثنی ابو حیان، حدثنی یزید بن حیان۔

86 – محمد بن بکار بن الریان، حدثنا حسان یعنی ابن ابراہیم، عن سعید بن مسروق، عن یزید بن حیان، عن زید بن ارقم۔

87 – ابو بکر بن ابی شیبہ، حدثنا احمد بن اسحق، حدثنا وھیب، حدثنا عبداللہ بن طاؤس عن ابیہ، عن ابی ہریرہ۔

88 – سفیان بن عینیہ عن امیہ بن صفوان، سمع جدہ عبداللہ بن صفوان۔

89 – ابو بکر بن ابی شیبہ، حدثنا یونس بن محمد، حدثنا القاسم بن الفضل، الحدانی عن محمد بن زیاد، عن عبداللہ بن الزبیر، عن عائشہ۔

90 – سفیان بن عینیہ، عن الزھری، عن عروہ، عن اسامہ۔

91– ابو بکر بن ابی شیبہ، وعمرو الناقد، واسحق بن ابراھیم، وابن ابی عمر۔

92 –عبد بن حمید، اخبرنا عبدالرزاق، اخبرنا معمر، عن الزھری، عن عروہ، عن اسامہ۔

93 – ابن ابراہیم بن سعد– حدثنا ابی، عن صالح، عن ابن، شہاب حدثنی ابن المسیب، وابو سلمہ بن عبدالرحمن، ان اباھریرہ۔

94 – اسحق بن منصور، اخبرنا ابوداؤد الطلیاسی، حدثنا ابراھیم بن سعد، عن ابیہ، عن ابی سلمہ، عن ابی ہریرہ۔

95 – ابو بکر بن ابی شیبہ، وابو کریب قالا حدثنا وکیع۔

96 – ابو کامل، فضیل بن حسین الجحدری حدثنا حماد بن زید، عن ایوب، ویونس عن الحسن، عن الاحنف بن قیس۔

97 – احمد بن عبدۃ الضبی، حدثنا حماد، عن ایوب، ویونس، والمعلی بن زیاد، عن الحسن، عن الاحنف بن قیس، عن ابی بکرۃ۔

98 – محمد بن رافع، حدثنا عبدالرزاق، حدثنا معمر، عن ھمام بن منبہ، قال ھذا ما حدثنا ابو ھریرہ۔

99 – قتیبہ بن سعید، حدثنا یعقوب، یعنی ابن عبدالرحمن، عن سھیل، عن ابیہ، عن ابی ھریرہ۔

100 – حرملہ بن یحیی التجیبی، اخبرنا ابن وھب، اخبرنی یونس، عن ابن شھاب، ان ابا ادریس الخولانی۔

101 – عثمان بن ابی شیبہ، واسحق بن ابراھیم، قال عثمان حدثنا وقال، اسحق اخبرنا جریر، عن الاعمش، عن شقیق، عن حذیفہ۔

حدیث جعلی اور من گھڑت کہانیوں کی کائنات ہے، جسے مجوسی رافضی نے ایجاد کیا ہے ۔ ان مجوسی روافض جھوٹوں کا اصل ہدف قرآن، حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ رضی اللہ عنہم تھے ۔ احادیث کی کتابیں مرتب کرنے والے قرآن کے دشمن، حضور کے دشمن اور صحابہ کے دشمن ہیں ۔ بخاری، مسلم وغیرہ رافضی شیعوں کے پیروکار اور حمایتی تھے ۔شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ احادیث کی کتابیں قرآن، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کے دشمنوں کی پناہ گاہیں ہیں، احادیث کی اسناد میں زہریلے مجوسی، رافضی شیعہ سانپ چھپے ہوئے ہیں جن کی شناخت غیر فرقہ وارانہ اور غیر جانبدار احادیث کے ماہرین ہی کر سکتے ہیں۔ صحاح ستہ میں ہزاروں جعلی اور من گھڑت احادیث پائی جاتی ہیں، صحاح ستہ میں موجود کچھ جعلی اور من گھڑت احادیث کی مثال جو انکار قرآن کے مترادف ہیں جن کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ مجوسی روافض کے غلیظ پروپیگنڈہ کی نوعیت کیا تھی؟

مندرجہ ذیل جعلی روایتیں فتنہ انکار قرآن کی بنیاد ہیں :

الحدیث المتعہ :

اللحوم والحبر :

الحدیث قرطاس وقلم :

حدیث سحر علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

حدیث الثقلین :

حدیث مہدی:

جمیع الاحادیث عن آل علی و آل عقیل وآل جعفر وآل عباس:

حدیث المنزلہ:

لاوانی اوتیت القرآن و مثلہ معہ :

حدیث الکساء :

اثنا عشر خلفاء:

کل الروایات عن الحروف وقراءت القرآن :

احادیث فتن و الملاحم :

حدیث مائۃ سنہ من یجد دلہا دینہا :

الشوم فی المراۃ والدار والفرس :

آخر میں، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بخاری، مسلم، الترمذی، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے چھ مجموعوں کی صداقت بہت زیادہ مشکوک ہے۔ ان سب کو مجوسیوں، رافضیوں اور شیعوں کی ہزاروں جعلی اور من گھڑت روایات کو اپناتے ہوئے شرم نہیں آئی ۔

قرآن مجید اور اہل بیت

اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں جو کہ جعلی اور من گھڑت احادیث سے پیدا ہوئی ہیں۔ شادی کے بعد بیٹی اپنے شوہر کی اہل بیت بن جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں محترم بیٹیاں شادی کے بعد اپنے محترم شوہروں کی اہل بیت بن گئیں۔ قرآن مجید میں واضح الفاظ میں ازواج مطہرات کو اہل بیت کہا گیا ہے۔ قرآن کریم میں 'اہل بیت' تین جگہ استعمال ہوا ہے اور تینوں جگہ 'خاتون خانہ' کیلئے۔

سورت ھود، آیت، 73 ترجمہ کنزالایمان

ترجمہ - فرشتے بولے کیا اللہ کے کام کا اچنبھا کرتی ہو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اس گھر والو! بیشک وہی ہے سب خوبیوں والا عزت والا۔

آیت مبارکہ میں اہل بیت کا لفظ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا کے لیے استعمال ہوا ہے۔

دوسری جگہ قرآن میں ہے:

سورت قصص، آیت، 12 ترجمہ کنزالایمان

اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام کر دی تھیں تو بولی کیا میں تمہیں بتادوں ایسے گھر والے کہ تمہارے اس بچہ کو پال دیں اور وہ اس کے خیر خواہ ہیں ۔

اس سے مراد ام موسی ہے

تیسری جگہ قرآن میں ہے:

سورت احزاب، آیت،33 ترجمہ کنزاالیمان

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی،

اور نماز قائم رکھو اور زکواۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اللہ تو یہی چاہتا ہے،

اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے

جناب طاہر مکی نے کتاب ' حقیقی اہل بیت یعنی رسول اللہ کی گھر والیاں ' سعید الرحمن علوی کی کتاب اہل بیت، کے علاوہ عزیر احمد صدیقی کی کتاب ' اہل بیت رسول اور تحقیق آل محمد ' ، بہت معلوماتی کتابیں ہیں

اسلام میں مہدی کون ہے ؟ کیا مہدی ایک حقیقی شخص ہے ؟

مسلمانوں کو نجات دہندہ کی ضرورت کیوں ہے ؟

عادل سعید

مسلم فرقوں میں مہدی کا تصور یہودیت اور عیسائیت سے اپنایا گیا۔ دو مہدی تصورات ہیں ۔

ایک شیعہ مہدی اور دوسرا سنی مہدی۔

مہدی کے بارے میں تمام احادیث بہت زیادہ متصادم ہیں جنہیں ہم نے (اسناد) ،

موضوع (متون) کے ساتھ ساتھ حالات (دارایت) کے ثبوت بھی کہا ہے۔

مہدی کے بارے میں روایات میں درجنوں سے زیادہ تنازعات پائے جاتے ہیں:

اہم تنازعات یہ ہیں :

شیعہ کا خیال تھا کہ مہدی 259 ہجری میں پیدا ہوئے تھے اب ہم (1443 ہجری میں ہیں) ،

اس کا مطلب یہ ہے کہ اب مہدی کی عمر تقریبا 1186 سال ہے اور وہ عراق کے ایک غار میں رہتا ہے۔ شیعوں کا خیال تھا کہ مہدی کا تعلق حسین بن علیؓ سے ہے اور وہ امامت کے سلسلہ کے 12 ویں امام ہیں۔ یہ بہت دلچسپ بات ہے کہ شیعہ مسلک میں صرف اثنا عشری شیعہ دھڑا مہدی کو مانتا ہے۔ زیدی، اسماعیلی، فاطمی، بوہری وغیرہ اس مہدی کو نہیں مانتے ۔

سنیوں کا خیال تھا کہ مہدی پیدا نہیں ہوا اور وہ قیامت کے قریب پیدا ہو گا۔ سنیوں کا خیال تھا کہ مہدی، حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے نسب میں ہوں گے۔

مہدی کا ایک منی ایڈیشن بھی ہے جس کا تعلق سنیوں کے صوفی گروہ نقشبندی سے ہے۔

ان کا ماننا تھا کہ ہزاروں جنوں نے نقشبندی کے مہدی کی حفاظت کی ۔

سنیوں میں، بریلوی فرقہ امامت کے نظریہ میں مہدی کے بارے میں شیعوں کی طرح مانتا تھا، لیکن دیوبندی، سلفی اور ندوی وغیرہ شیعہ مہدی کے نظریہ سے مختلف ہیں۔ مہدی کی آمد کے حق میں دیوبندی، بریلوی اور سلفی علماء کی لکھی ہوئی درجنوں سے زیادہ کتابیں ہیں اور مہدی کے انکار کے بارے میں کچھ کتابیں اردو، عربی اور انگریزی میں دستیاب ہیں۔

سنی فرقے کا مہدی :

صحاح ستہ سے پہلے مہدی کے بارے میں جعلی کہانیاں گھڑنے والے جن میں عبد الرزاق بن حمام، ابن ابی شیبہ، نعیم بن حماد جعلی احادیث بیان کرنے والے مجوسی رافضی کے پیروکار تھے۔

تین افراد جنہوں نے اپنی شیطانی کتابوں میں مہدی کے بارے میں جعلی اور من گھڑت حدیث پیش کی :

عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری صنعانی : 126ھ - 211 ھ،

مصنف عبد الرزاق، روایات 20769 - 20775

مصنف ابن ابی شیبہ: 159ھ - 235ھ روایات 38793 – 38807

نعیم بن حماد البصری : متوفی 228ھ - کتاب الفتن میں مہدی کے بارے میں

سیکڑوں جعلی اور مضحکہ خیز احادیث ہیں۔

مہدی کے بارے میں، تمام صحاح ستہ مرتب کرنے والوں نے ان کتابوں سے جعلی احادیث لی ہیں۔

پہلا شخص جس نے مہدی کے بارے میں سینکڑوں حدیثیں گھڑیں، نعیم بن حماد ایک خفیہ رافدی تھا،

اس کی کتاب 'کتاب الفتن' ہے. اس کتاب میں ہزاروں روایات اور جنگوں، تنازعات اور

خونریزی کی پیش گوئیاں' مہدی کے بارے میں سینکڑوں روایات اور پیش گوئیاں.

در حقیقت، تقریبا تمام روایات / احادیث میں اسناد متون، اور درایت میں بڑی خرابیاں ہیں۔

دلچسپی رکھنے والے اس کتاب کو ضرور پڑھیں وہ ذاتی طور پر تلاش کریں کہ کس طرح جھوٹے،

فراڈی، بے شرم، شیطان مجوسی رافضی حدیث رسول کے نام پر جعل سازی کرتے ہیں۔

ملاحظہ کریں: کتاب الفتن کا ترجمہ مولانا ابو بکر واحدی نے کیا، پروفیسر مولانا محمد رفیق نے جائزہ لیا، جو ال علم ٹرسٹ، لاہور نے شائع کیا۔ صفحہ 98 - 100، صفحہ 325 - 402۔ روایت 893 - 1234۔

تمام صحاح ستہ مرتب کرنے والوں نے ان کتابوں سے مہدی کی روایات لی تھیں۔ روایات کی اہم

کتاب سنن ابی داؤد : باب کتاب المهدی حدیث 4279 - 4290 ۔ مہدی کے بارے

میں تمام احادیث ۔ اسناد، موضوع ۔ متون، کے ساتھ ساتھ حالات کے ثبوت ۔

درایت، سے بہت زیادہ متضاد ہیں ۔

کوئی بھی مہدی کے بارے میں جعلی اور من گھڑت احادیث کو درست ثابت نہیں کر سکتا۔

ایک اور بہت اہم سوال یہ ہے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مہدی قسم کے شخص کی کوئی ضرورت ہے؟

نہیں، بالکل نہیں، مہدی کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے پاس القرآن الکریم کی تعلیم اور رہنمائی ہے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، ان کے بعد نہ کوئی مہدی آئے گا اور نہ ہی کوئی دوسرا نبی آئے گا ۔

" مہدی امامت کے افسانے کا ایک کردار ہے۔ مہدی کی کہانی صرف افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں اور مہدی کے بارے میں احادیث جعلی اور من گھڑت ہیں۔ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی سنت کے بعد مہدی کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں کسی نجات دہندہ کی ضرورت نہیں ہے اللہ نے دین اسلام کو مکمل کیا اور رسول کریم نے بھی اپنا تمام کام مکمل کیا تو مسلمانوں کو کسی نجات دہندہ مہدی یا کسی اور نبی کی ضرورت کیوں ہے؟ اس کا واضح جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کو نہ کسی مہدی کی ضرورت ہے اور نہ ہی رسول کریم کے بعد کسی نبی کی ۔ القرآن کریم اور رسول کریم کی سنت تمام انسانوں کے لیے کافی ہے اگر وہ اسے اپنی بہتری اور فلاح کے لیے سمجھیں۔

وحی الٰہی بمقابلہ الہام کیا ہے

الہام کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ کوئی دعوی کرتا ہے کہ اللہ تعالی نے بغیر کسی ذریعہ اور الفاظ کے اس کے لئے وحی بھیجی ہے :

الہام کی حقیقت کیا ہے؟

ابو حیان عادل سعید

الہام کے ڈرامے کی تجدید سید قطب الدین احمد المعروف شاہ ولی اللہ دہلوی 1703ء– 1762ء نے کی وہ الہام کا پختہ عقیدہ رکھتے تھے اور اس عقیدے کو اپنی تحریروں سے پھیلاتے تھے۔ الہام مجددیت کا ایک سلسلہ ہے۔ مجددیت ایک فرضی کہانی ہے جو تصوف کی بنیاد ہے۔

اپنی کتاب "انفاس العارفین" میں شاہ ولی اللہ نے اپنے بہت سے الہام کا ذکر کیا ہے۔
دلچسپی رکھنے والے حضرات الہام کی اس کتاب "انفاس العارفین" کو پڑھ کر لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ تصوف میں الہام، مکاشفہ، مراقبہ، وحدت الوجود، وحدت الشہود وغیرہ کی درجہ بندی مجھے نہیں معلوم لیکن یہ تمام چیزیں بالکل مضحکہ خیز ہیں۔ الہام کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ کوئی دعوی کرتا ہے کہ اللہ نے بغیر کسی ذریعہ اور الفاظ کے اس کے لیے وحی بھیجی ہے ۔
اس نکتے کو ثابت کرنے کے لیے لوگ قرآن کریم کی آیات کی اپنی مرضی سے تشریح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ وہ اپنی تشریح دوسرے لوگوں پر مسلط کرنا چاہتے ہیں۔
متحدہ ہندوستان ایک ایسی سرزمین تھی جہاں متعدد فتنے پیدا ہوئے، اکبر کا دین الٰہی، امروہہ، لکھنؤ اور رام پور کا شیعہ مذہب، بریلویہ، دیوبندیہ، سلفیہ، قادیانیہ وغیرہ جیسے منکر القرآن

فرقے متحدہ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ درجنوں مجدد، مہدی قسم کے لوگ مشہور ہوئے اور
سادہ لوح لوگوں نے ان کی پیروی کی۔ اعلی حضرت و قدس سرہ اور شیخ الحدیث و
فضیلۃ الشیخ اور مفتی اعظم قسم کی سینکڑوں مضحکہ خیز مخلوق اس خطہ میں پائی جاتی ہے۔

مجددیت :

کا یہ قصہ سنن ابوداؤد نمبر 4291 کی ایک حدیث پر مبنی ہے، یہ مجددیت کے عقیدہ کی ایک
جعلی حدیث ہے ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اللہ اس امت کے لئے ہر صدی کی ابتداء میں ایک ایسے شخص کو مبعوث فرمائے گا جو اس کے
لیے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔

مجددیت کے اس فلسفے نے مرزا غلام احمد قادیانی کو متاثر کیا، اس نے سب سے پہلے اپنے
آپ کو مجدد، پھر مہدی، پھر مسیح الموعود کا دعوی کیا- مرزا غلام احمد قادیانی نے سوچا
مجددیت کی بہتی گنگا میں ہم بھی ہاتھ دھولیں، یہ وہی گنگا تھی جس میں شیخ احمد سرہندی،
شاہ ولی اللہ نے بھی اشنان کیا تھا۔

صحابہ کرام سے مروی احادیث اور صحیحین کا رویہ

بخاری اور مسلم نے کتنی احادیث رد کیں

امام بخاریؒ : چھ لاکھ حدیثیں جمع کیں جن میں سے 2762 یا 2630 رکھیں

امام مسلمؒ : تین لاکھ حدیثین جمع کیں جن میں سے 4348 رکھیں

امام ترمذیؒ : تین لاکھ حدیثیں جمع کیں جن میں سے 3115 رکھیں

امام ابوداؤدؒ : پانچ لاکھ حدیثیں جمع کیں جن میں سے 4800 رکھیں

امام ابن ماجہؒ : چار لاکھ حدیثیں جمع کیں جن میں سے 4000 رکھیں

امام نسائیؒ : دو لاکھ حدیثیں جمع کیں جن میں سے 4321 رکھیں

☆☆☆☆☆☆☆

صحابہ ؓ کی بخاری و مسلم نے کتنی احادیث شامل کیں

ابوہریرہ ؓ: کل احادیث کی تعداد 5374 ۔ بخاری میں 1004 اور مسلم میں 1121

بخاری نے 4370 احادیث رد کیں اور مسلم نے 4253 رد کیں۔

ام المومنین عائشہ ؓ: کل احادیث 2210 ۔ بخاری میں 710 اور مسلم میں 503

بخاری نے 1459 اور مسلم نے 1697 رد کیں۔

عبداللہ ابن عمر ؓ : کی احادیث کی کل تعداد۔ 1630 ۔ بخاری میں 81 اور مسلم میں 32

بخاری نے 1549 اور مسلم نے 1598 رد کیں۔

جابن بن عبداللہ انصاری ؓ : کل احادیث 1540 ۔ بخاری میں 281، مسلم میں 445

بخاری نے 1259 رد کیں اور مسلم نے 1059 رد کیں ۔

عبداللہ ابن عباس ؓ : کل احادیث کی تعداد 1660 – بخاری نے 321 اور مسلم نے 594
بخاری نے 1339 اور مسلم نے 1066 رد کیں۔

انس بن مالک ؓ : کل احادیث کی تعداد 2286 – بخاری نے 792 اور مسلم نے 558
بخاری نے 1490 اور مسلم نے 1728 رد کیں۔

ابوسعید خدری ؓ : کل احادیث کی تعداد 1170 – بخاری میں 180 اور مسلم میں 204

بخاری نے 990 اور مسلم نے 966 رد کیں–

عبداللہ بن عمر بن العاص ؓ : کل احادیث 700 – بخاری نے 64 اور مسلم نے 56

بخاری نے 636 اور مسلم نے 646 رد کیں۔

علی ابن ابی طالبؓ : کل احادیث586 – بخاری نے 95 اور مسلم نے 51

بخاری نے 491 اور مسلم نے 532 روایات رد کیں۔

عبداللہ ابن مسعودؓ: کل احادیث848 – بخاری نے219 اور مسلم نے133

بخاری نے 629 اور مسلم نے 715 رد کیں ۔

اسحق ابن راویہ : مسند اسحق بن راویہ – بخاری، مسلم و دیگر کے استاد ۔

کل احادیث 2425 -

انہوں نے 543 احادیث ابوہریرہؓ سے اور 1272 ام المومنین عائشہؓ

سے لیں۔

امام بخاری نے صرف51 احادیث مسلم سے لیں اور 66 اسحق بن راویہ سے–

ابو بکر عبداللہ بن زبیر الحمیدی :

مسند حمیدی ۔ کل احادیث 1360 ۔ 254ابوہریرہؓ سے، اور 136 ام المومنین عائشہؓ

سے اور 20 عبداللہ بن عمر بن العاصؓ سے لیں ۔بخاری نے ان سے صرف 75

احادیث لیں۔

ابن طاہر القیسرانی : پیدائش449ھ اور وفات507ھ ہے

نے پانچویں صدی ہجری میں ابن ماجہ شامل کر کے صحاح ستہ کی ایجاد کی–

شیعہ اثناعشری محدثین :

محمد یعقوب کلینی: کافی۔ پیدائش250ھ رے، متوفی329ھ بغداد۔ 16199 احادیث

محمد ابن بابویہ القمی: من لایحضر الفقیہ۔ پیدائش 310ھ خراسان، متوفی 380ھ رے 9044 احادیث

ابو جعفر طوسی: تہذیب الاحکام اور استبصار۔ پیدائش 385ھ طوس۔ متوفی 460ھ نجف۔

13590 اور 5511 احادیث۔

دیگر شیعہ اکابرین میں: ابن الحدید معتزلی، جمال الدین شیرازی، احمد بن ابی یعقوب عباسی،

سبط ابن جوزی۔ ابو نعیم اصفہانی، ملا باقر مجلسی کے جد اعلی تھے۔

ابو حنیفہ دینوی، ملا حسین کاشف سب شیعہ تھے۔

علی بن ابراھیم قمی متوفی 307ھ، الحلی، الحسن عاملی، علی طباطبا

بھی شیعہ تھے۔

اسماعیلی: دائم الاسلام۔ قاضی نعمان۔ متوفی 363ھ

عبادی: ترتیب المسانید۔ جامع صاحب۔ الربیع بن حبیب فراہیدی ۔742 اور 263 احادیث

☆☆☆☆☆☆

امام بخاری ؒ سے روافض اور نیم روافض کی ناراضگی کی ایک وجہ:

صحیح بخاری میں کئی روافض اور شیعہ راویوں کو جگہ دی گئی ہے لیکن اس میں بہت سے علویوں کو نظر انداز کیا ہے جن میں شیعہ امام جعفر صادق، زیدیہ امام زید بن علی اور دیگر شیعہ امام کاظم، رضا، تقی اور نقی شامل ہیں اس وجہ سے نہ صرف رافضی بلکہ نیم رافضی اور صوفی بھی شدید ناراض ہیں، اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے رہتے ہیں ،ابو طالب کے کفر کے بارے میں حدیث بھی انہیں کانٹا بن کر چبھتی رہتی ہے۔ بنی امیہ اور خلفائے بنی امیہ کی فضیلت والی احادیث بھی انکے لئے سوہان روح ہیں۔

کوفہ

اسلام سے قبل نعمان بن منذر کا خاندان جو عراق عرب کا فرمانروا تھا کا صدر مقام یہی تھا اور ان کی مشہور عمارات خورنق وسدیر وغیرہ اسی کے قریب واقع تھیں۔

سن 14ھ میں عتبہ بن غزوان ؓ کی امارت میں اسلامی افواج نے قادسیہ میں فتح حاصل کی تھی ان میں سے تیس ہزار کوفہ اور 5 ہزار بصرہ میں آباد ہوئ۔ لوئس مسنگن کے مطابق ساتویں صدی ھجری میں 3 لاکھ کے قریب اسلامی افواج بصرہ کی فوجی چھاؤنی میں آباد تھیں۔

کوفہ شہر کی بنیاد 17ھ میں فتح قادسیہ کے بعد خلیفہ دوم حضرت عمر ؓ کے حکم سے سعد بن ابی وقاص ؓ کے ذریعہ رکھی گئی تھی-کوفہ کی بنیاد رکھنے کا سب سے بڑا سبب اس علاقے میں ایک فوجی چھاؤنی قائم کرنا تھی تاکہ مملکت ایران میں ہونے والی اسلامی فتوحات کو بہتر طور پر انجام دیا جاسکے۔ اس لئے چالیس ہزار آدمیوں کی آبادی کے قابل مکانات بنائے گئے۔

حضرت عمرؓ نے بذات خود اس شہر کی پلاننگ کی تھی -انہوں نے حکم دیا تھا کہ اس شہر کی مسجد اتنی بڑی ہوئ چاہیئے کہ تمام مجاہدین اس میں جمع ہو سکیں- لہذا اس وقت کوفہ کی اس مسجد میں چالیس ہزار افراد کی گنجائش تھی، اسکے علاوہ انکے احکامات کے مطابق شارع عام40، 40 ہاتھ اور چھوٹی سڑکیں تیس تیس اور گلیاں بیس اور سات ہاتھ چوڑی رکھی جائیں، جامع مسجد کی چہار جانب دور تک زمین کھلی چھوڑی گئی تھی-

اول تو عارضی مسجد تعمیر کی گئی تھی لیکن آگ لگنے کے واقعہ کے بعد حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اینٹ گارے سے تعمیر کی جائے، جامع مسجد کے آگے ایک وسیع سائبان بنایا گیا تھا، جو دو سو ہاتھ لمبا تھا، اور سنگ رخام کے ستونوں پر قائم تھا، یہ ستون نوشیروانی عمارت سے نکال کرلائے تھے جن کی قیمت جزیہ میں وضع کی گئی تھی مسجد سے دو سو ہاتھ کے فاصلے پر ایوان حکومت تعمیر ہوا، جس میں بیت المال بھی شامل تھا، ایک مہمان خانہ بھی تعمیر ہوا جس میں باہر سے آئے مسافروں کو کھانا بھی ملتا تھا۔ نزدیکی آبادی کیلیئے علیحدہ مسجدیں بھی بنائ گئیں اور مختلف قبائل آباد کئے گئے، جن میں بارہ ہزار یمنی، آٹھ ہزار نزاری تھے-

حفظ قرآن کیلیئے مکاتیب قائم کئے اور جبری تعلیم کا نفاذ کیا۔

کوفہ کی بنیاد پڑنے کے بعد مملکت اسلامیہ کے تمام حصوں سے لوگ اس میں آباد ہونے کیلیئے آنے لگے۔

ایک تو یہ شہر دریائے فرات کے نزدیک ہونے کی وجہ سے آب و ہوا خوشگوار تھی دوسرے یہاں کے اقتصادی حالات قدرے بہتر تھے۔ مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں فتوحات کے بعد مال غنیمت اور خراج بھی یہاں آنے لگ گیا تھا۔

صحابہ کرام ، تابعین اور تبع تابعین کے مختلف بلاد اور امصار چلے جانے سے وہاں کتاب وسنت کی تعلیم کے مدارس کھل گئے جہاں دور دراز علاقوں کے طلبہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے چشمہ علم سے اپنی

پیاس بجھاتے۔ اس دور میں مساجد تعلیم گاہ اور دارالحدیث کی حیثیت رکھتی تھیں۔ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین مختلف مساجد میں بیٹھ کر ان کے تلامذہ انکے گرد حلقہ باندھ کر ان سے استفادہ کرتے اور اسے اپنے سینوں میں جاگزیں کر لیتے تھے۔

عہد صحابہ میں یہ کوفہ علم حدیث کا مرکز اور مخزن تھا۔ یہ شہر چونکہ نو مسلم افراد کا مسکن تھا اس لئے یہاں تعلیم و تربیت کی طرف حضرت عمر ؓ نے خصوصی توجہ دی اور صحابہ کرام ؓ کی بڑی تعداد کو یہاں بسایا۔ صحابہ کرام رسول اللہ صلعم کے تربیت یافتہ تھے، ان کے افعال و اقوال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم قدسی کی ایک جھلک تھی۔ ان ہی کی بدولت دین میں ایک تسلسل قائم ہوا۔

حضرت عمر بن الخطاب ؓ نے جب عبد اللہ بن مسعود ؓ کو کوفہ بھیجا تو فرمایا ' تم ان کی اتباع کرو اور سنو، بے شک میں نے عبد اللہ بن مسعود ؓ کو تمہارے پاس بھیج کر تمہیں اپنی ذات پر ترجیح دی ہے'۔

اسلام میں صحابہ کرام کی مقتداء حیثیت ہمیشہ سے مسلم رہی ہے اس لئے انہیں محتاط رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔

کوفہ کو حضرت علی ؓ نے 36ھ میں اپنا دارالخلافہ بنایا۔ بقول حافظ ابن حجر عسقلانی انکے قیام کی مدت چار سال تھی۔

بقول امام ابن تیمیہ ؒ ' بلاشبہ حضرت علی ؓ کا تمام علم کوفہ میں ہی رہا تاہم اہل کوفہ حضرت علی ؓ کے وقت تو کیا حضرت عثمان ؓ کے خلیفہ ہونے سے پیشتر قرآن و سنت کا علم رکھتے تھے'۔

' لوگ ایمان، قرآن، تفسیر قرآن، فقہ اور سنت کا علم حضرت عبد اللہ ابن مسعود ؓ وغیرہ سے حضرت علی ؓ کی آمد سے پہلے ہی حاصل کر چکے تھے'،

' جب حضرت علی ؓ کوفہ تشریف لیگئے تو اہل کوفہ وہاں آپ کے آنے سے پیشتر حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ، حضرت عبد اللہ ابن مسعود ؓ، حضرت حذیفہ ؓ، حضرت عمار ؓ اور حضرت ابو موسی اشعری ؓ وغیرہ سے جن کو حضرت عمر ؓ نے کوفہ روانہ کیا تھا دین حاصل کر چکے تھے'،

حوالہ – منہاج السنہ – ج4 صفحہ 139، ج4 صفحہ 142 اور صفحہ 157 – جامعہ الامام محمد بن سعود، 1986ء

شعبی کہتے ہیں کہ :

' قرظہ بن کعب الانصاری ؓ نے ہم سے کہا کہ ہم نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر بن الخطاب ؓ با اصرار ہمیں رخصت کرنے کیلئے ہمارے ساتھ چلے۔ آپ نے وضو و غسل کیا اور فرمایا تم جانتے ہو میں تمہارے ساتھ رخصت کرنے کیوں آرہا ہوں؟ ہم نے کہا ہم جانتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، اس لئے آپ ہمارے ساتھ چل رہے ہیں، آپ نے فرمایا یہ بات تو درست ہے لیکن ایک اور بات بھی ہے کہ تم ایسے لوگوں کی طرف جارہے ہو کہ وہ تلاوت قرآن کرتے رہتے ہیں اور اس طرح گنگناتے رہتے ہیں جیسے شہد کی مکھیاں بھنبھناتی رہتی ہیں ۔ تم احادیث کے ذریعہ ان کو اس چیز سے روک مت دینا کہ کہ وہ احادیث کے ذکر و شغف میں مشغول ہو کر قرآن کو مہجوری کی حالت میں ڈال دیں۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات بہت کم بیان کیا کرنا ۔ جاؤ دین کی حفاظت اور اشاعت کا کام انجام دو اور اس کام میں تمہارا شریک ہوں'

حوالہ –الطبقات الکبری ط العلمیۃ جلد 6 صفحہ 87

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کی حیات میں کوفہ کی علمی حیثیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب حضرت علیؓ وہاں تشریف لائے تو آپ نے یہاں کی فضا کو علم سے معمور پایا۔ امام ابو بکر داؤد یمانی فرماتے ہیں کہ ' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وفات کے بعد جب حضرت علیؓ کا کوفہ میں ورود ہوا یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ وہاں پر لوگوں کو فقیہ بتانے میں مصروف تھے، خلیفہ رابع نے مسجد کوفہ میں آکر دیکھا تو چار سو کے قریب دواتیں رکھی ہوئی تھیں اور طلباء کتابت علم میں مصروف تھے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا ' بلاشبہ ابن ام عبد یعنی ابن مسعود ؓ نے ان لوگوں کو کوفہ کا چراغ بنا کے چھوڑا ہے'

حوالہ – امام ابو بکر داؤد۔ عتیق بن داؤد یمانی۔ متوفی 460ھ۔ صاحب الرسالہ فی مناقب ابی حنیفہ، رسالۃ فی فضل ابی حنیفہ ۔ مناقب الامام الاعظم از صدر الآئمہ مکی جلد 2 صفحہ 140

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے مدرسہ کے 6 شاگرد مشہور ہیں :

علقمہ، اسود، مسروق، عبیدہ، حارث اور عمرو بن شرجیل وغیرہ

دیگر شاگرد مدینہ جا کر حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ، حضرت معاذ بن جبل ؓ سے بھی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ قاضی شریح نے یمن جا کر معاذ بن جبل ؓ سے تعلیم حاصل کی ۔

قادسیہ کی جنگ میں اسلامی افواج کی تعداد تیس ہزار تھی ۔ یہاں 24ھ میں بعہد حضرت عثمان ؓ رہائشی افواج کی تعداد 40 ہزار ہو گئی تھی۔ قادسیہ کی جنگ میں حصہ لینے والے صحابہ کرام کی تعداد 680 تھی جس میں سے 70 بدری صحابہ، 310 بیعت الرضوان والے صحابہ، 300 وہ صحابہ تھے جنہوں نے فتح مکہ میں حصہ لیا تھا ۔ کوفہ میں قریشی صحابہ کرام کی تعداد 30 تھی، انصار کے 40، ازد کے 28، قیس کے 28، تمیم کے 27 ، اور اسد کے 25 صحابہ رضوان اللہ اجمعین شامل تھے۔

مسجد کوفہ کے بارے میں بعض ریسرچ پیپرز میں جھوٹی داستانیں پھیلائی گئی ہیں جن میں حضرت نوح کی قبر وہاں ہے اور طوفان نوح یہاں سے شروع ہوا تھا وغیرہ۔ حال ہی میں آرکیٹیکچر والوں نے کھدائی کی تو مسجد کوفہ کے ساتھ حضرت سعد ان ابی وقاص ؓ کے بنائے گئے دارالامارہ کی بنیادیں دریافت ہوئی ہیں ۔

تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں ابو بکر بن داؤد کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب میں کوفہ آیا تو ایک ماہ میں تیس ہزار حدیثیں لکھ لیں جن میں مقطوع اور مرسل بھی شامل تھیں۔ طبقات شفعیہ سبکی۔صفحہ 130

عفان بن مسلم سے روایت ہے کہ جب ہم کوفہ پہونچے تو وہاں ہم نے چار ماہ قیام کیا، حدیث کا وہاں اس قدر چرچا تھا کہ اگر ہم حدیثیں لکھنا چاہتے تو ایک لاکھ لکھ سکتے تھے۔ لیکن ہم نے صرف پچاس ہزار پر اکتفا کیا۔

ابو بکر بن عبداللہ بن ابی داؤد فرماتے ہیں کہ میں جب کوفہ میں داخل ہوا تو میرے پاس صرف ایک ہی درہم تھا جس کا میں نے ایک باقلا خرید لیا، پھر میں اس کو کھاتا رہا اور محدث اشج سے حدیثیں لکھتا رہا، اس طرح میں نے باقلا ختم ہونے سے پہلے تیس ہزار حدیثیں لکھ لیں، جن میں مقطوع اور مرسل بھی شامل تھیں۔

ترمذی کے مطابق اگر جابر جعفی جیسا کذاب نہ ہوتا تو حنفی مذہب کے پاس کوئ حدیث نہ ہوتی ، اگر حماد کوفی نہ ہوتے تو حنفیت فقہ سے تہی دست ہوجاتے۔جابر جعفی کو امام ابو حنیفہ ؒ سب سے بڑا کذاب فرماتے ہیں، حماد بھی متکلم فیہ یعنی غیر معتبر ہیں۔بعض کے نزدیک یہ قول وکیل بن الجراح کا ہے۔

امام ابو حنیفہ ؒ کا شجرہ نسب یہ ہے :

نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان بن قیس بن یزدگر بن شہریار بن نوشیروان ۔

سیوطی نے تبییض الصحیفہ فی مناقب ابو حنیفہ میں تحریر کیا ہے سرور کائنات نے امام ابو حنیفہ کے بارے میں بشارت دی ہے ' اگر علم ثریا پر بھی ہوتا تو کچھ لوگ ابناء فارس کے اس کو ضرور حاصل کرلیں گے'۔ یہ حدیث بخاری، مسلم اور طبرانی میں بھی ہے ۔

خارجی یا خوارج

خارجی یا خوارج کوئ فرقہ نہیں تھا بلکہ بہت بعد میں مؤرخین نے انہیں یہ نام دے دیا تھا۔ انکے باقاعدہ حالات کسی مؤرخ نے غیر جانبداری سے تحریر نہیں کئے اور دیکھا جائے تو طبری نے وہی روایات تحریر کی ہیں جو اس نے شیعہ تاریخ نویسوں سے حاصل کیں۔ بعد میں سنی مؤرخین نے بھی اسی سے حوالے دئے۔ یہ بنیادی طور پر عرب تھے اور انکا ایران سے کوئ تعلق نہیں تھا ان میں کئ عرب قبائل شامل تھے اور ان علاقوں میں آباد تھے جو کوفہ کے باقاعدہ چھاؤنی بننے سے قبل وہاں موجود تھے۔ قبل از اسلام یہ ساسانی اور بیزنطینی سلطنتوں کے درمیانی علاقے جسے بفر سٹیٹ کہتے میں آباد تھے اور ان سے ہی وابستہ قبائلی گروپ تھے۔یہ ایک طرح سے ویسل سٹیٹ کی طرح تھے۔ فتح قادسیہ کے بعد یہ سب مسلمان ہوگئے تھے اور انکی خلافت سے وابستگی بہت

زیادہ تھی، حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں جب ردہ کی جنگیں ہوئیں تو انہوں نے بہت مدد کی ۔ اسی وجہ سے خلافت شیخینؓ میں انہیں کچھ مراعات حاصل ہوئیں۔ جب کوفہ چھاؤنی بنی تو ایک بڑی تعداد میں غیر عرب بھی وہاں آباد ہوئے جن میں ایرانی اور افریقی النسل شامل تھے۔

حضرت عثمانؓ کے دور میں زمینوں پر دی گئی مراعات کم کر دی گئیں جس پر یہ ناراض تھے۔ اگر تاریخ کا بطور مطالعہ کیا جائے تو کوفہ میں سب ہی موجود لوگ شیعہ نہیں تھے۔ البتہ انہیں بعد میں سیاسی لحاظ سے عراقی اور شامی افواج کا ٹائٹل دیا گیا تھا ۔ جس میں بصری اکثر معاملات میں کوفیوں کے خلاف تھے۔ جنگ جمل میں یہ تقسیم سامنے آگئی تھی ۔

خارجیوں کے عقائد بہت سے ایسے ہیں جو آج بھی بڑے فرقوں میں مروج ہیں۔

وہ خلافت شیخینؓ کو عین حق سمجھتے تھے۔یہ اس زمانے کے دیگر فرقے مثلا زیدیہ وغیرہ بھی ان کے ہم خیال تھے۔اس وقت شیعہ امام زین العابدین اور دیگر ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

وہ خلافت عثمانؓ کے مخالف تھے۔ایسے بہت سے سنی گروہ بھی اپنی کتابوں میں اسی قسم کی ہرزہ سرائی کرتے ہیں ۔دیوبندیوں، ندویوں، مولانامودودی نے بھی طبری کی کہانیوں کو آگے بڑھایا ہے۔

خارجی حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ صفین میں شامل تھے۔

دوران تحکیم حضرت علیؓ کو خلافت سے معزول کیا گیا تو انہوں نے فیصلہ ماننے سے انکار کر دیااور خوارج حضرت علیؓ سے ناراض ہو کر کوفہ کے نزدیک دجلہ کے کنارے مقام نہروان پر اکٹھے ہو گئے ۔ حضرت علیؓ نے 38ھ میں حضرت ابو موسی اشعریؓ کو بات چیت کیلئے بھیجا۔جس میں انہوں نے تحکیم سے برائت کا مطالبہ کیا۔ بعد میں بجائے اس کے حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کو بھی مظلومانہ قرار دے دیا لیکن حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف جنگ کا اعلان بھی کر دیا۔ جس پر انہوں نے حضرت علیؓ کو کافر قرار دے دیا۔ حضرت علیؓ نے شام جانے کی بجائے پہلے اسی سال نہروان میں ان پر حملہ کرکے اکثر کو

ہلاک کر دیا۔ اسی شکست کا بدلہ لینے کیلئے انہوں نے حضرت علی ؓ کو شہید کر دیا۔ 41ھ میں صلح ہوئی اور خلافت امیر معاویہ ؓ کے بعد آپ ؓ اور حضرت عمرو بن العاص ؓ خارجیوں کا سب سے بڑا ٹارگٹ بنے

سنی تاریخوں میں آج بھی حضرت معاویہ ؓ اور بنی امیہ کے خلاف جو سب و شتم کیا جاتا ہے اسکی بنیاد خارجیوں نے رکھی۔

خارجیوں نے سب سے پہلے مسلمانوں کو انکے عقائد کے خلاف کافر ہونے کی روایت ڈالی۔ یہ کون سی نئی بات ہے آج ہر فرقہ دوسرے کو کافر قرار دے کر سنت خوارج ادا کر رہا ہے۔ شیعہ سنی کو اور سنی شیعہ کو، سنی آپس میں باہم دست و گریبان ہیں۔ ایک کتاب نظر سے گزری جس میں تمام فتوے کسی نے جمع کئے ہیں جسکی روسے تمام بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث، منکرین قرآن، منکرین حدیث، منکر اولیا، صوفیاء ،بدعتی اور بعض انفرادی سکالر کافر اور زندیق قرار دئے گئے ہیں۔

خارجیوں نے اپنا خلیفہ بھی نامزد کر دیا۔ انکے ساتھ بعض جید تابعین بھی شامل ہو گئے۔ عبید اللہ ابن زیاد نے 43ھ میں کوفی خوارج کا صفایا کر دیا ، لیکن انہوں نے بصرہ مرکز بنالیا۔ بعد میں عبد اللہ ابن الزبیر ؓ اور خلافت بنی امیہ کی افواج میں لڑائی کے دوران انہوں نے اموی افواج کے خلاف عبد اللہ ابن زبیر ؓ کا ساتھ دیا۔ وہ بعض جگہ زیدیہ خروج میں انکے حمایتی بھی رہے۔ خلافت عبد اللہ ابن زبیر ؓ کے بعد یہ انکے بھی مخالف ہو گئے۔ اس دوران بعض علاقوں پر خارجی حکومتیں بھی قائم ہوئیں اور قطری بن الفوجاء کے عہد میں سکے ڈھال کر جاری کئے ۔ بعد میں شمالی افریقہ، عمان اور مشرقی افریقہ میں انہوں نے حکومتیں قائم کیں آج بھی یہ مشرق وسطی اور افریقہ میں موجود ہیں۔ ابادی اور اباضی کہلاتے ہیں۔

انکے مطابق سنی تھیوری کہ خلافت قریش میں اور شیعہ تھیوری کہ فاطمی امامت ہونی چاہیئے غلط ہے بلکہ خلیفہ بجائے نسل کے تقوے کی بنیاد پر ہونا چاہیئے۔ ان کے ازرقہ فرقہ کے مطابق مشرک اور ارتداد کے قصور وار مسلمان کو قتل کر دینا چاہیئے ۔ ہمارے یہاں آجکل سر تن سے جدا بہت پاپولر نعرہ ہے۔ انکے مطابق بنی امیہ کی حکومت دارالکفر ہے اس لئے ہجرت کرنا واجب ہے۔

خوارج کا اعتقاد تھا کہ سب مسلمان برابر ہیں اور موالی یعنی غیر عرب بھی خلافت کے حقدار ہیں۔ دراصل انکے بعض اعتقادات شیعہ تھیوری کو نکال کے فرقہ ملامتیہ سے بھی ملتے ہیں۔ان کے سیاسی نظریات اپنی جگہ لیکن یہ دور صحابہ کا تھااور دین وشریعت کے بارے میں بہت متشددتھے،انکی قرآت مشہور تھی،ماتھے پر نماز کی محراب پڑی ہوتی تھی، بعد کے دور میں معتزلہ نے بھی انکے کئی عقائد کو اپنایا۔بصرہ میں معتزلی مرکز تھا انکی بنیاد بھی علویوں اور بنی امیہ کے خلاف تھی اور بعد ازاں صوفی ازم کی بنیاد بھی بنی امیہ کے خلاف رکھی گئی ۔

دراصل یہ سب بغاوتیں عرب حکمرانی کے خلاف تھیں چونکہ اس وقت خالص عرب بنی امیہ حکمران تھے اور ایک بڑی تعداد میں موالی ہر خروج میں آگے آگے ہوتے تھے۔ حسن بصری کا بھی یہی اسلوب تھا۔اہم بات یہ ہے کہ خوارج کا لفظ ایجاد ہونے سے پہلے یہ اہل القراء کہلاتے تھے۔ جو قرائت قرآن سے ہے۔ حضرت عثمان ؓ کی خلافت میں کوفہ، بصرہ اور فسطاط فوجی چھاؤنیاں تھیں۔ قاتلین عثمان ؓ کا تعلق اور شہادت میں ان ہی علاقوں کے موالی شامل تھے۔ بعد میں یمنی دہشتگرد بھی انکے ساتھ شامل ہوگئے تھے ۔ ایک دانشور نے اپنی طرف سے تیر مارتے ہوئے کہا کہ ابوذر غفاری ؓ، عماریاسر ؓ، سلمان فارسی ؓ، حجر ابن عدی اور بنی امیہ کے خلاف موالی اسلام کے اولین کامریڈ اور سوشلسٹ و کمیونسٹ تھے۔گو اس نے نام انتہائی بدتمیزی سے لئے تھے اور مراتب کا خیال نہیں رکھا تھا لہذا میں صرف نعوذباللہ ہی کہہ سکا۔ البتہ برصغیر میں مولائی یا مولائی ہونا اعزاز کی بات ہے۔ عراق سے کئی موالی جہاد سے بھاگ کر ہندوستان میں آگئے تھے۔بعض لوگ 'مزدکی ' بھی کہلاتے ہیں اور فرقہ کیسانیہ کے مختار ثقفی کے نام پر مختار فورس اور مختار بریگیڈ بھی بنا رکھی ہے۔

خوارج میں جن عرب قبائل کے لوگ شامل تھے ان میں بنو تمیم، بنو قیس، بنو ربیعہ، بکر بن وائل، بنو شیبان، بنو یشکر، بنو مضر شامل تھے۔جبکہ غیر عرب قبائل میں سے بنو طائی، بنو ازد اور بنو کندہ شامل ہیں۔ ان میں کوئی ایرانی قبیلہ شامل نہیں تھا۔

خلافت کیلئے عراقی اور شامی گروپس میں صحابہ ؓ کی تقسیم

جنگ صفین: میں صحابہ کرام ؓ کی تقسیم

عراقی کیمپ: ان میں بصرہ کے 4، کوفہ کے 25، فارس 1، شام 4، مصر 4، یمن 1، مکہ 1، مدینہ 6 ۔

کل صحابہ کرام ؓ 46 ۔

شامی کیمپ: شام 8، حمص 4، دمشق 1، فلسطین 2، مصر 5، حجاز 1، واسط 1، دامت 1 ۔

کل صحابہ کرام ؓ 24 ۔

غیر جانبدار صحابہ کرام ؓ: 6 صحابی غیر جانبدار تھے، دو صحابی شامی کیمپ میں مزید غیر جانبدار تھے

صحابہ کرام ؓ میزان کل: 82

سمک بن مخزمہ الاسدی ؓ، عقیل بن ابی طالب ؓ، عمرو بن العاص ؓ، کعب بن مر السلامی ؓ، شامی کیمپ میں یعنی حضرت امیر معاویہ ؓ کے ساتھ۔

عبداللہ بن عمر ؓ، سعد بن ابی وقاص ؓ اور محمد بن سلمہ ؓ غیر جانبدار تھے ۔

سب صحابہ کرام کی تعداد 142 تھی ۔ جن میں قریش، انصار، ثقیف، کندہ، قضاعہ، طائ اور تقریبا 28 دیگر قبائل کے صحابہ کرام ؓ شامل تھے۔ ان سب صحابہ ؓ میں عراقی کیمپ میں 88 صحابہ کرام ؓ تھے۔ جبکہ شامی کیمپ میں 35 صحابہ کرام شامل تھے۔ 19 غیر جانبدار یا نامعلوم صحابہ کرام تھے۔

عام الجماعت 41ھ کا واقعہ ہے۔ امیر یزید بن معاویہ ؓ نے 50 ھ میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا اور اسی دوران ابو ایوب انصاری ؓ کی وفات 51ھ میں ہوئ ۔ آخری صحابہ کرام میں خارجہ بن زید ؓ کی وفات 100ھ اور ابو الطفیل عامر بن وائلہ اللیثی ؓ کی وفات 100ھ یا 110ھ میں ہوئ۔

سب صحابہ کرام ؓ کی وفات دوران خلافت بنو امیہ یااس سے پہلے ہوئی، لیکن اس وقت صحابہ ؓ کی اولادیں اور تابعین حیات تھے، خلفائے بنو امیہ ان سے ہی مشاورت کرتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ ؓ کی وفات 60ھ میں ہوئی، اسکے بعد یزید اول سے لیکر پہلے 8 خلفاء بنی امیہ تابعین میں سے تھے۔ اور آخری چار تبع تابعین میں سے تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ ؒ بھی تابعین میں سے تھے اور انہوں نے 52 سال اپنی زندگی کے خلافت بنی امیہ میں گزارے، اور صرف 18 سال خلافت بنو عباس میں گزارے، حضرت امام مالک ؒ بھی تابعین میں سے تھے انہوں نے 37 سال خلافت بنی امیہ میں گزارے، اور 47 سال خلافت بنو عباس میں گزارے، حضرت امام شافعی ؒ اور حضرت امام احمد بن حنبل ؒ کو تبع تابعین کی فضیلت حاصل تھی اور انکی تمام زندگی خلافت بنو عباس میں گزری۔ صحاح ستہ کے تمام محدثین عہد بنو عباس میں گزرے اور شاید کوئی تبع تابعین کی فضیلت سے بھی بہرہ مند نہیں ہو سکا -

ایک اہم واقعہ کہ جب خلیفہ ولید بن عبد الملک متوفی 96ھ میں مسجد نبوی میں توسیع کا ارادہ کیا تو انہوں نے گورنر مدینہ عمر بن عبد العزیز متوفی 101ھ کو خط لکھا کہ یہ بہت حساس معاملہ ہے۔ اس میں قدیم حجرات نبوی و امہات المومنین ؓ شامل ہیں اسکے علاوہ قدیم مسجد کو گرا کر دوبارہ تعمیر کرنا شامل ہے۔ مزید تحریر کیا کہ مسجد نبوی میں توسیع کیلئے قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق ؓ اور سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب ؓ کا تعاون حاصل کیا جائے اس دوران روم کے بادشاہ نے خیر خواہی کیلئے توسیع مسجد نبوی کیلئے ایک لاکھ مثقال سونا، 100 ماہرین تعمیرات بھی روانہ کئے، 40 اونٹوں پر قیمتی نایاب پتھر بھی خلیفہ ولید بن عبد الملک کی خدمت میں روانہ کئے۔ جو بلند و باوقار تعمیر کی خشت اول سمجھی جاتی ہے۔ سیرۃ التابعین: 172

بصرہ

بصرہ کی بنیاد سن 16ھ میں حضرت عمرؓ کے حکم سے رکھی گئی۔ اسی سال تعمیر کوفہ شروع ہوئی اور فتح بیت المقدس ہوئی۔ بنیادی طور پر یہ فوجی چھاؤنی تھی تاکہ ساسانی سلطنت پر نظر رکھی جاسکے اور اسکی تعمیر حضرت عتبہ بن غزوان المازنیؓ نے شروع کی۔ حضرت عمرؓ نے اس پر حضرت ابوموسی اشعریؓ کو پہلا گورنر تعینات کیا۔ سن 30ھ میں عبداللہ ابن عامرؓ کو گورنر تعینات کیا گیا جنہوں یزدگر کے خلاف مہم میں ساسانی حکومت کا خاتمہ کیا۔ خلافت علیؓ میں عثمان بن حنیفؓ اور بعد میں عبداللہ ابن عباسؓ کو گورنر متعین کیا گیا۔ خلافت امیر معاویہؓ میں زیاد ابن ابی سفیان کو گورنر تعینات کیا گیا اور انکی وفات کے بعد 54ھ میں انکے بیٹے عبیداللہ ابن زیاد کو گورنر بصرہ لگایا۔

خلافت عبداللہ ابن الزبیرؓ عنہ میں پہلے عمر بن عبیداللہ بن معمر کو گورنر لگایا اور بعد میں 66ھ میں معصب بن الزبیرؓ کو تعینات کیا جنہوں نے 67ھ میں مختار ثقفی کے فتنہ کا قلع قمع کیا۔ اموی خلافت میں حجاج بن یوسف کو تعینات کیا گیا۔

بصرہ کو پلاننگ کے بعد تعمیر کیا گیا، نہریں نکالی گئیں اور کہا جاتا ہے تیس ہزار زنگی دن رات اسکی تعمیر میں مصروف رہے۔ کوفہ کے بعد یہ دوسرا سول انجینئرنگ پروجیکٹ تھا جو حضرت عمرؓ کی ٹاؤن پلاننگ اور انجینئرنگ کی اعلی بصیرت کا شاہکار ہے۔

بصرہ میں قریش سے تعلق رکھنے والے 19 صحابہؓ آباد ہوئے، اسکے علاوہ بنو تمیم سے 52، قیس اعلان سے 39، کنان سے 26، بکر بن وائل سے 16، انصار سے 29 صحابہؓ آباد ہوئے۔

خلافت بنی امیہ کے سپہ سالار اور جرنیل

یہ عالم اسلام کی خوش قسمتی ہے کہ خلافت بنی امیہ کے دور میں ایسے جرنیل پیدا ہوئے جن کے بغیر اسلامی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی۔ ان میں عمرو بن العاص ؓ، عتبہ بن ابی سفیان ؓ، عقبہ بن نافع الفہری ؓ، حجاج بن یوسف ثقفی، قتیبہ بن مسلم ؒ، موسی بن نصیر ؒ، طارق بن زیاد ؒ، مجاعہ بن سعر ؒ، محمد بن قاسم ؒ جیسے مجاہد شامل تھے۔ اسلامی افواج کو قدم قدم پر فتح و کامرانی مل رہی تھی۔ 42ھ میں سندھ، 43 ھ سوڈان، 44ھ میں کابل، 45ھ میں فتوحات افریقہ، 47ھ میں فتح لیبیا، قسطنطنیہ پر حملہ، فتوحات بخارا، 56 ھ سمرقند کا محاصرہ، 72 ھ کوفہ کی فتح، 77 ھ میں رومیوں سے جنگ اور فتح، 82ھ میں شہر واسط کی تعمیر، 85ھ فتح آرمینیا، 86ھ فتح ارض روم، 88ھ فتح فرغانہ، 90ھ فتح طالقان، 92ھ محمد بن قاسم کی سندھ آمد، 92ھ فتح اندلس، 105ھ جنگ آرمینیا، 107ھ فتح قیساریہ، 108ھ فتح غور، 113ھ سمرقند کی تیسری جنگ، 119ھ ترکوں کے ساتھ جنگ۔ اس دوران مستقل علویوں اور خارجیوں کے خروج چلتے رہے۔ 132ھ تک خلافت بنی امیہ میں سپین سے لیکر منگولیا کی سرحد تک علاقے اسلامی مملکت میں شامل ہوگئے تھے۔

حجاج بن یوسف ثقفی

حجاج بن یوسف صرف جرنیل ہی نہیں بلکہ تابعین میں سے تھے انکی پیدائش 41ھ میں اور وفات 96ھ دوران خلافت بنی امیہ ہوئی ۔ ابن اثیر کے مطابق انہوں نے کئی احادیث کی روایت کی ہے۔ عالم اسلام کیلئے اسکے کارناموں پر بے شمار کتابیں لکھی جاچکی ہیں لیکن ان میں سے صرف ایک کارنامہ ایسا ہے جو اپنے وقت کے بڑے بڑے اماموں نے بھی سرانجام نہیں دیا ۔

حجاج کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن کریم کے نسخوں میں یکسانیت پیدا کرنا، مختلف قرائتوں کے بارے میں متکلمین کے جھگڑوں کو ختم کرکے ایک ہی متن مقرر کرنا اور حروف قرآن پر نقطے اور اعراب لگانا ہے، یہ اتنا بڑا دینی احسان ہے جس سے ملت اسلامیہ رہتی دنیا تک عہدہ برآ نہیں ہوسکتی۔ مشہور مستشرق نولدیکی کا خیال ہے کہ قرآن مجید کے علیحدہ علیحدہ اجزاء یعنی تیس پاروں کی تقسیم بھی اسی کا کارنامہ ہے۔ بہرکیف حجاج

نے اس مستند متن کا اعلان کیا جس کی تلاوت ہم آج تک کر رہے ہیں- اور نقاط اور اعراب کی موجودگی میں صحیح تلفظ کے ساتھ کر رہے ہیں۔ جب تک قرآن پڑھا جائے گا اس کے محسن بیضا کی روح اس ثواب جاریہ میں برابر کی شریک ہوتی رہے گی۔ محمد بن قاسم ان کا بھانجہ تھا جس نے سندھ فتح کیا۔

حجاج بن یوسف لگاتار 72ھ، 73ھ اور 74 ھ میں امیر حج رہے، انہوں نے سبائیت اور خارجیت کے کس بل نکال دئے تھے- عراق میں نہریں کھدوانے اور اسلامی ٹکسال میں سکہ ڈھالنے کا ناظم اعلی بلکہ بانی بھی وہ تھے-

عربی ادب کی کتابوں میں انکے ادبی شہ پارے مثال کی حیثیت سے سند کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں، مستدرک حاکم، تاریخ کبیر بخاری، مسند احمد اور ابن اثیر وغیرہ شامل ہیں۔ اسکے علاوہ اردو انسائیکلوپیڈیا یا دائرہ معارف اسلامی میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

حجاج بن یوسف پر الزامات لگانے والوں کے اخلاقی دیوالیہ پن میں کوئی شک نہیں، یہ صرف اپنے آپ کو معتبر بنانے کیلئے حجاج پر گھٹیا الزام لگاتے ہیں۔ برصغیر میں صوفی ازم کی کھوکھ سے جنم لینے والے انیسویں اور بیسویں صدی عیسویں میں وجود میں آنے والے فرقے اس کام میں پیش پیش ہیں، آیئے ایک مذاحیہ الزام پر تبصرہ کرتے ہیں، یہ الزام عبداللہ بن ابوداؤد سجستانی نے اپنی 'کتاب المصاحف' میں تحریر کیا ہے کہ حجاج نے ' قران مجید میں گیارہ حروف تبدیل کر دئے' ۔ یہ الزام اس دور کا ہے جب عالم اسلام کے مشہور آئمہ حیات تھے اور کئی صحابہ کرام اور تابعین بھی حیات تھے ان میں سے کسی نے نہ تو ان گیارہ حروف کی نشاندہی کی اور نہ ہی قرآن مجید میں انکی واپسی کی کوئی روایت ہے۔ اس قسم کی ہرزہ سرائی کی کوئی علمی حیثیت نہیں ہے۔

80ھ میں حجاج نے عبدالرحمن بن اشعث کو مجوسی رتبیل کے مقابلہ کیلئے ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ بھیجا۔ عبدالرحمن نے جنوبی خراسان کا علاقہ بازیاب کرالیا۔ لیکن وہاں ان کے بعض مصاحبین نے انہیں اکسایا جس کی وجہ سے رتبیل سے صلح کرکے مرکز کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس بغاوت کی حمایت میں سعید بن جبیر اور امام شعبی بھی ساتھ دینے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ الذھبی کے مطابق قراء نے بھی ساتھ دیا، جبکہ قراء خارجیوں کو کہا

جاتا تھا، جو قرات قرآن میں مشہور تھے۔ 81ھ میں عبدالرحمن ابن اشعت نے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن 82ھ میں حجاج نے اسے واپس لے لیا۔ ابن اشعت باغیوں کے ہمراہ کوفہ پہونچ گیا۔ دیر الجماجم تاریخ میں بہت مشہور ہے یہ مقام کوفہ سے 21 میل جنوب کی سمت ہے۔ کوفی علماء کی کافی تعداد بغاوت میں شریک تھی، حسن بصری بھی انکے ساتھ شریک تھے۔ خلیفہ عبدالملک نے ابن اشعت کو فراخدلانہ پیش کش کی کہ عراقی فوج کی تنخواہیں شامی فوج کے برابر کر دی جائیں گی۔ ابن اشعت کو تاحیات اسکے پسند کے شہر کی حکومت دے دی جائے گی۔ اگر یہ پیشکش قبول نہیں کرتے تو حجاج کو اختیار ہو گا جس طرح چاہے بغاوت کچل دے۔ جسے ابن اشعت نے نہیں مانا، جس کے بعد حجاج نے اسکی فوجوں کو شکست دے دی اور وہ بھاگ کر بصرہ چلے گئے اور 83ھ میں ہی بصرہ میں شکست کے بعد رتبیل کے پاس پناہ لی جس نے قتل کر دیا۔ غالی شیعوں کی ایک بڑی تعداد اسکے ساتھ شریک تھی جن میں شیعہ راوی سائب بن کلبی اور کمیل بن زیاد نخعی بھی شامل تھا جو قاتلین حضرت عثمان میں سے تھا جسے یزید نے معافی دے دی تھی۔ اسے دیگر باغیوں کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ کئی مشہور نام جو بغاوت میں شامل تھے مسلم بن یسار مزنی اور دیگر جو مارے گئے ان میں عقبہ بن عبد الغافر، عقبہ بن وساج اور میمون بن ابی شبیب شامل تھے۔ دیگر راویان میں عبداللہ بن غالب جہنی، ابو مرانہ عجلی، عبدالرحمن بن زید الکوفی، ابو الجوزاء الربعی، ابو البختری الطائی، عمران بن عصام الضبعی، مارے گئے اور عبدالرحمن بن ابی لیلی اور عبداللہ بن شداد فرار ہوئے لیکن لاپتہ ہو گئے۔ بعض علماء جو بعد میں معافی کے طلبگار ہوئے ان میں سیار بن سلامہ ابو المنہال، مالک بن دینار، نضر بن انس بن مالک، ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود، مرہ بن وہاب، طلحہ بن مصرف، زبیدہ ابن الحارث الایامی، عطاء بن سائب، ابو نجید الجہضمی، ابو الشیخ ہنائی، سعید بن ابی الحسن، امام شعبی اور حسن بصری شامل تھے جنہیں معافی مل گئی یا روپوش ہو گئے۔ مسلم بن یسار نخعی میدان جنگ میں کھڑے ہو گئے جسکی وجہ سے انکے شاگردوں کی بڑی تعداد جنگ میں ماری گئی۔ تابعی سعید بن جبیر جنہیں شیعہ محدثین اپنی روایات کا اہم ذریعہ سمجھتے ہیں انہیں بھی کوفہ سے بے دخل کر دیا گیا لیکن وہ خفیہ باغیوں سے ملنے آتے تھے اسی وجہ سے انہیں موت کی سزا ہوئی۔

حوالہ۔ امیر حجاج یوسف ثقفی۔ محمد فہد حارث۔ مکتبہ فہیم، تاریخ دمشق، تاریخ خلیفہ بن خیاط، تاریخ الکبیر بخاری وغیرہ

محدثین اور سیرت نگاروں کے اختلاف

' اس وحی کی حفاظت اور حقانیت کی ذمہ داری خود رب کریم نے اٹھائی ہے' -سورۃ نجم 53- 3،4

سنت کی روایت کرنے والوں کے دو طبقہ بن گئے ہیں:

حدیث جنہیں روایت کرنے والوں کو محدثین کہا جاتا ہے۔

اور سیرت کو روایت کرنے والے کو سیرت نگار کہا جاتا ہے۔

روایت کے دو مستقل سلسلہ بننے سے ان کے ماہرین اور انکے اصول و قواعد میں بھی کافی فرق پیدا ہو گیا ہے۔ دو مستقل فنون بننے سے ان میں مشترکات بھی ہیں اور مختلفات بھی- مختلفات وجود آنے پر کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح یا ایک کو قبول اور دوسرے کو رد کیا جائے گا۔

اسکا کچھ حصہ تو وہ ہے جو حدیث و سنت سے ثابت شدہ سیرت کے موافق ہے اور کچھ حصہ وہ ہے جو حدیث و سنت میں بیان کردہ سیرت سے زائد یا اس کے مخالف ہے۔

محدثین کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے تمام پہلوؤں کو محفوظ کرنا ہے۔ بالخصوص احکام شریعت سے متعلق روایات کو محفوظ کرنا۔ اس کے لئے وہ سند اور متن کی تحقیق کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے روایت کرتے ہیں۔ محدثین صرف وہی روایت نقل کرتے ہیں جن کی رسول اللہ کی طرف نسبت ان کے اصولوں کے مطابق یقینی ہوتی ہے۔ ان روایات سے شرعی احکام مستنبط ہوتے ہیں۔ لہٰذا انکی حفاظت کا معیار بھی نہایت بلند ہے۔ حتیٰ کہ کسی لفظ کے بارے میں شک ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لفظ استعمال کیا تھا یا دوسرا کوئی لفظ تو ایسے موقعہ پر محدثین راویوں کی صراحت کے ساتھ اس لفظی فرق کو بھی واضح کرتے ہیں۔

سیرت نگاروں کا مقصد بھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور انکے متعلقات کے تمام پہلوؤں کو محفوظ کرنا ہے۔ تاہم ان روایات سے شرعی احکام کا استنباط اصلا مقصود نہیں ہوتا، اس لئے ان روایات کو

قبول کرنے کا معیار بھی محدثین کے معیار سے فروتر ہوتا ہے۔ دوسری بات مؤرخین اور سیرت نگاروں کے پیش نظر یہ ہوتی ہے کہ سیرت کے واقعات کو زمانی ترتیب اور واقعاتی تسلسل کے ساتھ بیان کریں۔ اس لئے وہ روایت کے الفاظ کی نسبت روایت میں بیان کردہ واقعہ کو مرتکز کرتے ہیں۔ اس طرح ان کے پاس تواریخ، اماکن اور متعلقات سیرت کا علم زیادہ ہوتا ہے۔

محدثین اور سیرت نگاروں کے اختلاف میں وجوہ ترجیح:

اگر حدیث کا صحیح مفہوم لیا جائے تو یہ اختلاف خود ختم ہو جاتا ہے۔

واقعات کو تاریخی حقائق کے نام سے پرکھنا۔ اگر کوئی حدیث کسی تاریخی واقعہ سے ٹکرائی تو تاریخی واقعہ کو جھٹلانے والی حدیث کو غلط سمجھنا۔ تاریخ اسلام کے ابتدائی مؤلفین میں سے اکثر غیر مستند اور جھوٹے تھے ۔ واقعات کی سندیں بیان نہیں کی گئیں۔ اگر بیان بھی کی گئیں تو ان کا ضعف بیان نہیں کیا گیا۔ ادھر بظاہر حدیث کی جانچ کیلئے بیسیوں فن استعمال کئے گئے، راویان حدیث کی جانچ پڑتال کی گئی انکی ثقاہت، کردار، حفظ واتقان کو پرکھا گیا ۔ سند کو دیکھا گیا کہ متصل ہے یا منقطع ۔

تاریخ اور حدیث کا تضاد اپنی جگہ لیکن نقد وجرح کرنے والوں اور موضوع احادیث پرکھنے والوں نے نیا پنڈورہ بکس کھول دیا۔ ایک کہتا ہے ثقہ نہیں دوسرا کہتا ثقہ تو ہے لیکن رافضی ہے، ایک کہتا ہے کہ کذاب ہے اور روایات گھڑتا ہے، جبکہ دوسرا کہتا ہے صرف اسی کے پاس یہ حدیث تھی لہذا اسے قبول کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ بیسیوں ایسی احادیث اور تاریخی واقعات ہیں۔ خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے بارے میں شخصی روایات یا ایسی روایات جنہیں خاص طور سے امامت، ولایت اور حکومت کے بارے میں گھڑا گیا۔ مختلف فرقوں کے اپنے اپنے محدثین اور اپنے راوی تھے۔

حدیثوں اور تاریخ میں سرعام بنی امیہ کی حکومت کو خلافت سے باہر نکال کر لکھا گیا کہ خلافت ختم ہو گئی اور ملوکیت شروع ہو گئی ۔ ملوکیت کو غیر شرعی نظام حکومت ظاہر کرکے انتہائی کراہت آمیز شکل میں پیش کیا گیا جس کے نتیجہ میں صحابہ اکرام ؓ اور دوسرے اکابرین کو محض دنیادار، مکار اور خوشامدی بتایا گیا۔

کوئی صحابی ؓ کسی صحابی ؓ کے خلاف زہر فشانی کر رہا ہے۔ کوئی کسی کے خلاف نبرد آزما ہے۔ آپس میں تلواریں چل رہی ہیں ۔ غرض یہ کہ جس معاشرے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کیا وہ اسلام سے کوسوں دور تھا۔ وہ افراد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ تھے وہی صحیح معنوں میں مسلم نہیں تھے۔ تو بعد والوں کا کیا کہنا ۔

احادیث اور سیر میں ایک واقعہ کے اختلاف کے بعد کہا جاتا ہے کہ یہ راوی بغض رکھتے تھے اس لئے اس واقعہ کو گھٹا کر یا دوسرے کی حمایت میں بڑھا کر بیان کیا گیا ہے۔ یا ان کا تعلق فلانے گروپ سے تھا۔ اگر بخاری میں ایک واقعہ نہیں ہے تو وہ مسلم یا دیگر صحاح ستہ میں موجود ہے۔

اہل سیر کے باہمی اختلافات کی ایک مثال: غزوات کی تعداد 19، 21، 24 یا 27 ۔ اسطرح کے تضادات کو بیان کرنے کیلئے پوری ایک کتاب درکار ہے۔

محدثین کے بارے میں جو تحفظات تھے انہیں پہلے بیان کر دیا گیا ہے، تاریخ طبری اور ابن سعد کے بارے میں مختصر معلومات شامل کی گئی ہیں۔ بعد کے ادوار کے جانبدار محققین نے جب کتابیں تحریر کیں تو انہیں اپنے سیاسی اور مذہبی خیالات کو بیان کرنے کیلئے اخبارات کی ضرورت تھی جہاں سے اپنے تعصب اور عناد کے حوالے سے مواد میسر آجائے، بعض کتابیں تو متروک ہو چکی ہیں لیکن انکے حوالے سے مصالحہ دار واقعات سیرت نگاروں اور مؤرخین نے نقل کر دئے ہیں۔ بعض مشہور مؤرخین نے ہر قسم کی منفی روایات اتنی کثیر تعداد میں بیان کی ہیں کہ تاریخ اسلام کو پڑھنے کے بعد ایسا منفی تاثر اور نفرت ابھرتی ہے کہ لوگوں نے تاریخ و سیرت کی کتابیں پڑھنا ہی چھوڑ دی ہیں ۔

فقہ کا ایک مختصر جائزہ:

صحابہ اور فقہاِ تابعین کے مختلف شہروں میں مقیم ہونے کی وجہ سے فقہی مسائل میں اختلافات کی بھی کثرت ہوئی؛ کیونکہ ایک تو خلافتِ راشدہ میں خاص کر حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت تک اہل علم یکجا تھے یا ایک دوسرے سے قریب واقع تھے، اس کی وجہ سے بہت سے مسائل میں اتفاق رائے ہو جاتا تھا۔

عہد تابعین میں فقہائے مدینہ: اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت ابو ہریرۃؓ، سعید بن مسیبؓ، زید بن ثابت ؓ۔ ان صحابہ کرام ؓ سے جن تابعین نے علم حاصل کیا، ان میں فقہائے سبعہ ہیں جنھوں نے فقہ، فتویٰ، علم اور حدیث کے میدان میں اہم خدمات انجام دیں۔ انہوں نے صحابہ کرام کے دور میں ہی فتوے دینا شروع کر دئے تھے - ان میں سعید بن المسیب متوفی 94ھ۔ عروہ بن الزبیر متوفی 94ھ۔ قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق متوفی 108ھ۔ خارجہ بن زید بن ثابت متوفی 98ھ۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود متوفی 98ھ۔ سلیمان بن یسار متوفی 109ھ۔ ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن حشام متوفی 94ھ۔ انکے علاوہ سالم بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب، نافع مولی ابن عمر، ابان بن عثمان، ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف معروف تابعین ہیں۔ اسکے بعد ایک اور طبقہ آیا جن میں ابو بکر محمد بن عمرو بن حزم۔ عبد اللہ بن عثمان بن عفان ۔ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری اور ربیعہ رائ نمایاں تھے۔ اس شہر کے فقہاء کی قیادت بالآخر حضرت امام مالک کو منتقل ہو گئی۔ رحمہم اللہ

عہد تابعین میں فقہائے مکہ مکرمہ: عبد اللہ ابن عباس ؓ، ان سے علم سیکھنے والے تابعین میں عطاء بن ابی رباح متوفی 105ھ۔ عبد اللہ بن عبید بن ابی ملیکہ متوفی 117ھ۔ عمرو بن دینار 126ھ۔ عکرمہ مولی ابن عباس متوفی 105ھ۔ مجاھد بن جبیر متوفی 103ھ۔

عہد تابعین میں فقہائے کوفہ: عبد اللہ بن مسعود ؓ، ابو موسی اشعری ؓ، سعد بن ابی وقاص ؓ، عمار بن یاسر ؓ، حذیفہ بن یمان ؓ، انس بن مالک ؓ نمایاں صحابہ کرام تھے - عبد اللہ بن مسعود جنہیں حضرت عمر نے کوفہ بھیجا تھا انکے مکتب فکر سے مستفیذ ہونے والے علماء میں علقمہ بن قیس نخعیؒ، اسود بن یزید نخعیؒ، ابو میسرۃ عمرو بن شراحیل ھمدانی، مسروق بن اجدع ھمدانی اور شریح بن حارث کندی شامل ہیں۔ ان فقہاء کے بعد دوسرا طبقہ

آیا جن میں حماد بن ابی سلیمان، منصور بن معتمر سلمی، مغیرہ بن مقسم الضبی اور سلیمان بن مہران الاعمش اور سعید بن جبیر نمایاں ہیں۔ اس مدرسہ فکر کی انتہاء ابن ابی لیلی، ابن شہرمہ، شریک القاضی اور امام ابو حنیفہ پر ہوئی۔ رحمہم اللہ

عہد تابعین میں فقہائے بصرہ: انس بن مالک ؓ نے سلسلہ تعلیم و تعلم شروع کیا۔ تابعین میں ان سے مستفید ہونے والوں میں حسن بصری، محمد بن سیرین، کعب بن اسود، ابو شعشاء جابر بن زید، حسن بن ابی حسین مولی زید بن ثابت شامل تھے۔ رحمہم اللہ

عہد تابعین میں فقہاء شام: حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں عبد الرحمن بن غنم اشعری ؓ، معاذ بن جبل ؓ، عبادۃ بن صامت ؓ، اور ابو درداء ؓ کو شام کی طرف بھیجا۔ ان سے تعلیم حاصل کرنے والے تابعین میں ابو ادریس الخولانی، مکحول بن ابی مسلم دمشقی، رجاء بن حیوۃ، اور عمر بن عبد العزیز شامل تھے۔ رحمہم اللہ

عہد تابعین میں فقہاء مصر: عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ نے علمی تحریک کا آغاز کیا۔ مصر میں تابعین کی جماعت میں، مرثد بن عبد اللہ بن البزی، یزید بن ابی حبیب بطور مفتی مشہور ہوئے اور لیث بن سعد نے استفادہ کیا۔ رحمہم اللہ۔

یمن: طاؤس بن کیسان، وہب بن منبہ صنعانی، یحیی بن ابی کثیر رحمہم اللہ

ذرائع آمد و رفت مفقود ہونے اور عالم اسلام کا دائرہ وسیع ہو جانے، دور دراز شہروں میں مقیم ہونے کی وجہ سے اجتماعی اجتہاد کی جگہ انفرادی اجتہاد کا غلبہ تھا، دوسرے مختلف شہروں کے رسم و رواج، حالات اور کاروباری طریقے مختلف تھے۔ اس اختلاف کا اثر مختلف شہروں میں بسنے والے فقہاء کے نقطہ نظر پر بھی پڑتا تھا۔ اس لئے حضرت عثمان ؓ کی شہادت کے بعد کثرت سے اختلاف رائے پیدا ہوا۔ خوارج اور علویوں نے اجماع سے انکار کر دیا۔ یہ دونوں گروہ متعدد قسم کے متعصبانہ افکار اور شدت پسند رویوں کے حامل تھے، حکومت کے خلاف آئے دن خروج کرتے اور مسلمانوں کے ساتھ کسی بھی قسم کے اجماع کے منکر تھے۔

فرقہ ورانہ تاریخ تو پہلے کافی تفصیل سے بیان ہو چکی ہے یہاں صرف اہل الرائے اور اہل الحدیث کے فرق کے بارے میں مختصر روشنی ڈالنا مقصود ہے جن کا ذکر باب بنی امیہ اور اہل سنت میں کیا ہے۔

اہل حدیث: اس دور کے علماء میں ایک طبقہ ایسا تھا جو نصوص و آثار پر ممکن حد تک وقف کرتے تھے۔ اور ان سے کسی صورت انحراف نہ کرتے تھے۔ اور رائے اور قیاس کی طرف انتہائی ضرورت کے وقت ہی متوجہ ہوتے تھے۔ یہ طبقہ اہل حجاز کے علماء کا تھا۔ ان کے سربراہ سعید بن مسیب تھے۔ اور انکے ساتھیوں کی رائے یہ تھی کہ وہ اہل حرمین میں سب سے زیادہ حدیث و فقہ کو جاننے والے تھے۔ پس اہل حرمین کے پاس جو آثار تھے ان کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں یاد کر لیا۔ پس انہوں نے ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے فتاوی اور احکامات کو جمع کیا، انہوں نے ام المومنین عائشہؓ، عبداللہ ابن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، زید بن ثابتؓ، ابو ہریرہؓ کے فتاوی کو بھی جمع کیا۔ مدینہ کے قاضیوں کے فیصلے بھی جمع کئے اور ان میں سے اکثر کو یاد کیا، ان کی رائے یہ تھی کہ ان سب کی موجودگی میں وہ رائے کے استعمال سے مستغنی تھے۔ تاریخ فقہ اسلامی

اہل الرائے: یہ عراقی گروپ تھا جن کے رہنما ابراہیم نخعیؒ تھے۔ فقہاء کے اس گروہ کی رائے یہ تھی کہ شرعی احکام معقول المعنی اور ایسی مصالح پر مشتمل ہوتے ہیں جو بندوں کی طرف لوٹتی ہیں اور ان احکام کی بنیاد محکم اصولوں اور منضبط اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ پس یہ علماء اس علل کو تلاش کرتے تھے اور ان حکمتوں کا کھوج لگاتے تھے جن کے لئے یہ احکامات دئے گئے ہیں۔ یہ علماء ان علل و حکم کے ساتھ حکم شرعی کے وجود و عدم وجود کو مربوط کرتے تھے۔ بعض اوقات یہ علماء ان احادیث کو بھی رد کر دیتے تھے جو ان علل کے خلاف ہوتی تھیں۔ خاص طور پر جبکہ وہ احادیث ان علل و حکم کے مخالف بھی ہوں جبکہ اہل حدیث علل کی تلاش کی بجائے نصوص یعنی احادیث و آثار کو تلاش کرتے تھے۔ یا یہ کہ کسی مسئلہ میں بالکل ہی کوئی نص موجود نہ ہو۔ تاریخ فقہ اسلامی
۔محمد علی السایس۔ مطبع مصر۔ صفحہ 73،74۔

یہ مختصر تعارف تھا تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

کتابیات

1. قرآن پاک
2. کتب صحاح ، سنن وسیرت
3. اخبار مکہ۔ ابی الولید محمد بن عبداللہ بن، احمد الارزقی الغسانی المکی (م 250ھ) مکتبہ الاسدی
4. اخبار الزمان وعجائب البلدان—المسعودی
5. ابطال فتح اسلامی۔ محمد علی قطب۔ دارالدعوۃ اسکندریہ
6. ابن طقطقی، ابن طباطبا۔ الفخری فی آداب سلطانیہ والدولا سلامیہ
7. ابن شاہین ابی حفص عمر۔ 385ھ—کتاب ناسخ والمنسوخ۔ پروگریسو بکس
8. ابن ابی حاتم الحنظلی الرازی۔ 240-327ھ—کتاب العلل
9. ابراج الزجاج فی سیرت الحجاج۔ عبدالرحمن، بن سعید بن علی بن وھف۔ الریاض
10. اٹلس ایران۔ فارسی
11. اثر التشیع علی الروایات تاریخیہ فی القرن اول ھجری۔ عبدالعزیز محمد نور۔ مدینہ منورہ
12. اخبار دولت عباسیہ - اخبار عباس۔ عبدالعزیز دوری
13. اختلاف اصول مذہب ۔ قاضی نعمان
14. اسلامی انسائیکلو پیڈیا ۔سید قاسم محمود
15. اسماعیلی موومنٹ ان سندھ، ملتان اینڈ گجرات۔ علی جان دامانی
16. اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ پنجاب یونیورسٹی۔لاہور
17. احوال الرجال (عربی) ۔ ابی اسحاق ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی متوفی 259ھ ۔مؤسسۃ الرسالہ بیروت
18. الجامع فی اخبار قرامطہ۔ سہیل اذکار
19. اختلاف اصول المذاہب القاضي النعمان بن محمد—مصطفی غالب
20. اکمال تہذیب الکمال فی اسماء الرجال۔ مغلطائی ابن قلیم بن عبد اللہ البکچری الترکی

الاصل المصری689ھ-762 ھ ۔ الفاروق الحدیثہ للطباعتہ والنشر
21. الاصابہ فی تمیز الصحابہ۔ ابن حجر عسقلانی۔773ھ-852ھ دارالکتب علمیہ بیروت 1995ء
22. الکامل فی التاریخ۔ ابن الاثیر 555ھ - 630ھ۔ دار الکتاب عربی۔ بیروت 2012ء
23. اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ ۔ ابن اثیر 555ھ۔630ھ- مکتبہ نبویہ لاہور۔1407ھ
24. البدایہ و النہایہ ۔ عمادالدین ابن کثیر دمشقی 701ھ-784ھ۔ نفیس اکیڈمی کراچی
25. الفاروق ۔ مولانا شبلی نعمانی
26. الدور ایرانی فی العصر الاموی- محمد عبد الحمید الرفاعی
27. الخلافت۔ رشید رضا
28. الخلفاء فی عصر السیطرۃ البویہیا 334-447ھ، محمود شاکر، المکتب الاسلامی
29. الہارون۔ عمر ابو النصر
30. البغدادی۔ متوفی 429ھ۔ الفرق بین الفرق
31. اسماعیلی تاریخ کا مختصر جائزہ۔ فرہاد دفتری
32. البصرہ ادوارھا التاریخیہ، عبد القادر باش اعیان العباسی، مطبعہ دار البصری بغداد 1961ء
33. الضعفاء و المتروکین ۔ الدار قطنی
34. الضعفاء و المتروکین ۔ النسائی
35. الضعفاء ۔ العقیلی۔ 322ھ
36. الضعفاء مجہولین والمتروکین النسائی۔ وصی اللہ بن محمد عباس
37. القرامطہ ۔ عبد الرحمن جوزی
38. الامامہ و السیاستہ ۔ ابن قتیبہ الدینوری متوفی 276ھ موٗستہ الحلبی و شرکاء للنشر والتوزیع
39. المفسرون فی بلاد ماوراء النہر۔ احمد الامیر محمد جاھین
40. الکامل فی ضعفاء رجال۔ ابن عدی الجرجانی 365ھ
41. الزیدیہ۔ ثائر علی الحلاق۔ جرنل آف اسلامک سٹڈیز
42. اولیائے رجال الحدیث۔ عبد المصطفے اعظمی

43. اہل بیت۔ سعید الرحمن علوی

44. تلبیس ابلیس - ابی الفرج ابن جوزی

45. تاریخ علویین ۔ سٹیفن ونٹر

46. تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام۔ الذھبی۔ 673ھ - 748ھ۔ دار الکتاب العربی

47. صحیح تاریخ اسلام والمسلمین۔ جماعت مسلمین۔ مسعود احمد

48. تاریخ الکبیر۔ امام بخاری۔ 194 ھ -256ھ /856ء

49. تاریخ المملوک والامم۔ ابن الجوزی 597ھ۔ دار الکتب علمیہ بیروت

50. تاریخ بخارا ۔ ابو بکر محمد بن جعفر الزشخی، 206-348ھ۔ مطبع دولتی 1362ھ

51. تابعین کے واقعات۔ مولانا محمد انور بدخشانی۔ دارالھدی کراچی 2009ء

52. تاریخ معتزلہ۔ رئیس احمد جعفری

53. تاریخ ابن خلدون ۔ عبدالرحمن ابن خلدون 732ھ-808ھ، نفیس اکیڈمی کراچی

54. تاریخ دولت امویہ۔ ڈاکٹر محمد سہیل طقوش، دار النفائس بیروت 2010ء

55. تاریخ دولت عباسیہ۔ ڈاکٹر محمد سہیل طقوش، دار النفائس بیروت 2009ء

56. تاریخ الخلفاء۔ جلال الدین سیوطی 849ھ-911ھ مکہ پبلشنگ کمپنی لاہور

57. تاریخ الاسماء و الضعفاء و الکذابین۔ ابن شاہین 385ھ

58. تاریخ ابن کثیر۔ البدایہ والنہایہ 774ھ

59. تاریخ طبری۔ تاریخ الامم والمملوک۔ 310ھ

60. تہدیم وتخریب میں باطنیہ کا کردار۔ علی شرف الدین

61. تقریب الثقات ۔ ابی حاتم محمد بن حبان، البسیتی الخراسانی-متوفی 354ھ
دارالمعرفہ بیروت 2007ء

62. تذکرۃ الحفاظ۔ شمس الدین محمد الذھبی، متوفی 748ھ، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور

63. تذکرۃ المحدثین۔ ضیاء الدین اصلاحی۔ مطبع معارف اعظم گڑھ

64. تقویم تاریخی ۔عبدالقدوس ہاشمی ۔ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

65. تقریب التہذیب ۔ابن حجر عسقلانی۔دارالنشر الکتب نومبر1985ء
66. جامع کتب الضعفاءوالمتروکین وکذابین ۔شادی آل نعمان
67. حیات فکریہ فی خراسان من فتح عربی حتی سقوط دولت امویہ۔ولید عبدالوہاب
68. خلیفہ عبدالملک بن مروان دورہ وفتوحات اسلامیہ۔ علی الصلابی
69. خلافت امیر المومنین عبداللہ ابن الزبیرؓ، علی محمد الصلابی،مؤسستہ قراء قاہرہ2006ء
70. خلافت اسلامیہ ۔عبدالقدوس ہاشمی،موتمر عالم اسلامی کراچی 1981ء
71. دیوان ضعفاء والمتروکین و ذیل دیوان الضعفاء ۔ الذہبی
72. ذکر اسماء التابعین و من بعد ھم الحافظ ابی الحسن علی بن عمر بن احمد الدار قطنی م385ھ۔مؤسستہ الکتب الثقافیہ بیروت۔ 1406ھ
73. روایات سیرت کا تنقیدی جائزہ–محمد ناصر الدین البانی–دارالنوادر لاہور
74. سلسلہ احادیثہ ضعیفہ والموضوع ۔ البانی
75. شعر البصرہ فی العصر اموی۔عون شریف قاسم
76. شفٹنگ آئیڈنٹیٹیز ان ماڈرن سندھ اسماعیلی۔ مہک خواجہ
77. صوفی ازم اینڈ شیعہ ازم۔کمال مصطفے الشیبی
78. ضعفاء صغیر البخاری۔امام البخاری۔امام النسائیؒ۔ محمود ابراہیم زائد
79. طبقات ابن سعد ۔محمد بن السعد م 230ھ،نفیس اکیڈمی کراچی
80. طبقات علماء الحدیث ۔ ابی عبداللہ محمد بن احمد بن عبد الھادی الادمشقی الصالحي متوفی744ھ مؤستہ الرسالہ بیروت 1996ء
81. طبقات محدثین اصفہان۔ ابی شیخ انصاری جعفر بن حیان
82. علی محمد الصلابی۔فکر الخوارج والشیعۃ فی میزان اھل السنۃ والجماعت
83. عبداللہ ابن الزبیرؓ۔ ماجد لحام، دار القلم دمشق1995ء
84. عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ،احمد بن علی الداوری ۔وار مکتبہ الحیاۃ بیروت
85. عراق فی العہد حجاج بن یوسف ثقفی–عبدالواحد زنون طحہ

86. فتوحات مصر وفارس۔ فرحان احمد

87. فارس نامہ –ابن البلخی

88. فقہ السنۃ۔ محمد عاصم الحداد

89. قبل از فرید پنجابی کے ادبی رحجان ۔سعید بھٹہ

90. کتاب حذف من نسب قریش، مؤرج بن عمر السدوسی متوفی 195ھ، مکتبہ دارالعروبہ، قاھرہ

91. کتاب المعارف ، ابن قتیبہ دنیوری، متوفی 276ھ

92. کتاب الضعفاء والمتروکین، امام ابی الحسن علی بن عمر الدار قطنی

93. کتاب تاریخ الثقات الہیتمی، ابن حجر۔العجلی 261ھ۔عبد المطیع قلعہ جی

94. کتاب الکامل الضعفاء- ابن عدی الجرجانی 365ھ

95. کتاب الضعفاء ۔العقیلی 322ھ

96. کتاب المجروحین من المحدثین۔ ابن حبان حاتم البسیطی۔ 354ھ

97. کتاب الثقات۔ ابن حبان حاتم البسیطی۔ عثمانیہ یونیورسٹی

98. کتاب الضعفاء۔ ابی نعیم الاصفہانی 430ھ

99. کتاب المجالس والمسامرات - قاضي النعمان بن محمد المغربي

100. مسلمانوں کی سیاسی تاریخ۔ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن۔ مجلس ترقی ادب

101. محض الفرحۃ بفضائل طلحہؓ، یوسف بن حسن بن الھادی الدمشقی صالحي الحنبلی ابن المبرد 840-909ھ۔ غراس الکویت 2012ء

102. مختصر الکامل فی الضعفاء وعلل الحدیث ابن عدی- المقریزی 845ھ

103. معجم الکبیر۔ قاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ،260ھ-360ھ۔مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ

104. معارض اقلیم خراسان دولت امویہ اسباب واثرات سقوط دولت -جھیدہ بوجمعہ

105. محدثین عظام حیات وخدمات –محمد عاصم اعظمی

106. نوبختی۔ فرق الشیعہ

107. ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت –ڈاکٹر زاہد علی

The Renaissance of Shiʿi Islam –Farhad Daftary .108

The Nizari Ismaili Tradition in Hind and Sind – Azim Nanji .109

Shifting Identities in Modern Sindh Ismailis – Mahek Khawaja .110

William F. Tucker – Mahdis and Millenarians. Shiite Extremists in .111
Early Muslim Iraq

Matti Moosa – Ghulat Sects Extremist Shiia. Syracuse University .112

Farhad Daftary The Ismailis Their History and Doctrines , Institute .113
of Ismaili Studies

Madina Munawara – The Capitol of Riasat e Madina

ریاست مدینہ کا دارالخلافہ

Masjid Abubkar Siddique – Makkah Mukarma
Was Demolished

Masjid Abu Bakr As-Siddiq – which was located on a plot of land belonging to the people of Bani Jumah in Makkah Al-Mukarramah – before it was demolished some years ago.

قدیم مسجد ابو بکر الصدیق مکہ مکرمہ، جو مسجد حضرت ابو بکر الصدیق کے گھر کے صحن میں قائم کی گئی تھی، ہجرت کے بعد اس گھر میں انکے والد حضرت ابوقحافہ قیام پذیر رہے اور جو مسجد قبا سے بھی قدیم ہے۔ اس کا ذکر اہم روایات میں کیا گیا ہے جسے مسمار کر دیا گیا۔

اسلام کی تشکیل نو پر ایرانی اثرات

This is the approximate location where the house of Abu Bakr Siddiq (رضي الله عنه) was located in Makkah and from where Hijrah to Madinah commenced. It is in the Makkah Towers Hotel block, a Masjid has been built on the 4th floor in the name of Abu Bakr Siddiq (R.A).
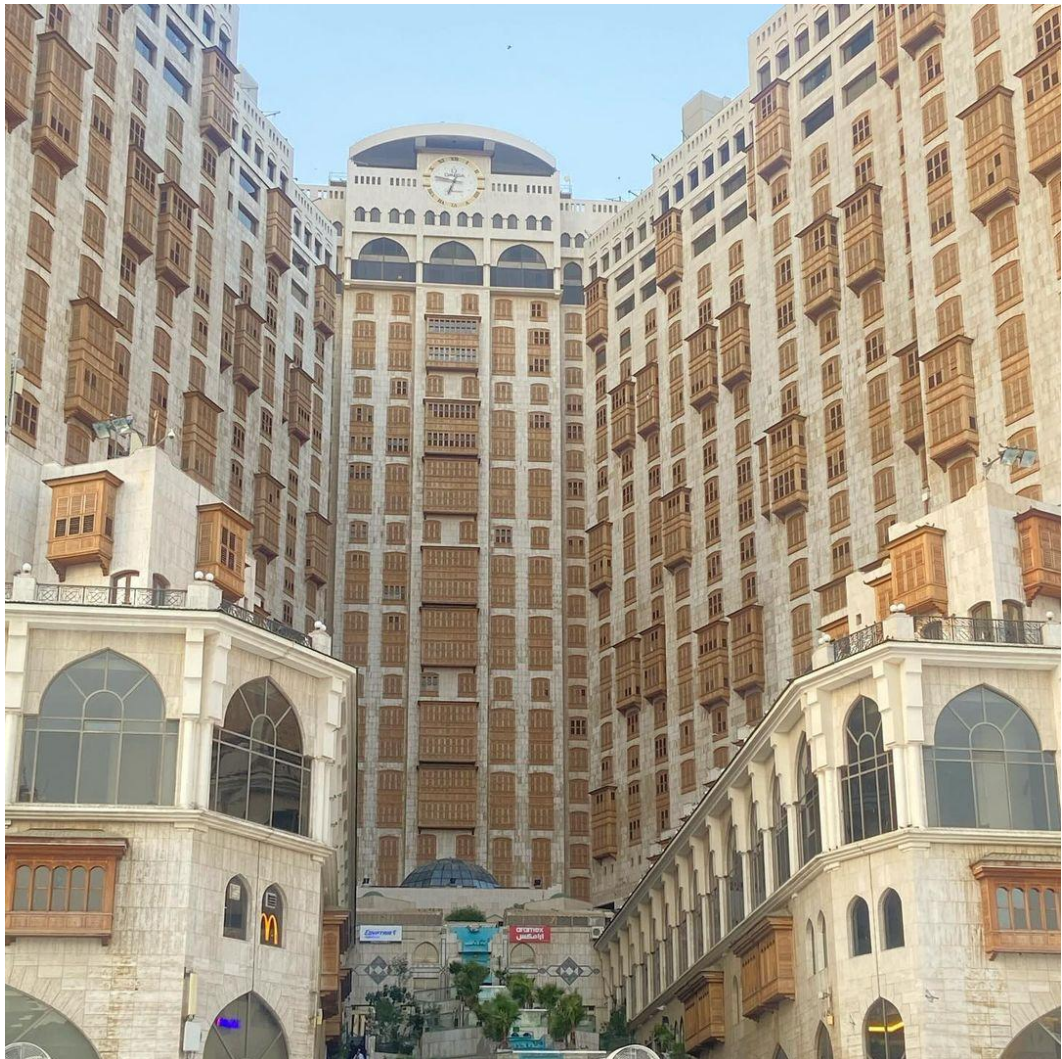
Masjid Abubakar Siddiqui (رضي الله عنه)– 4th floor Hilton Hotel Makkah Mukarma
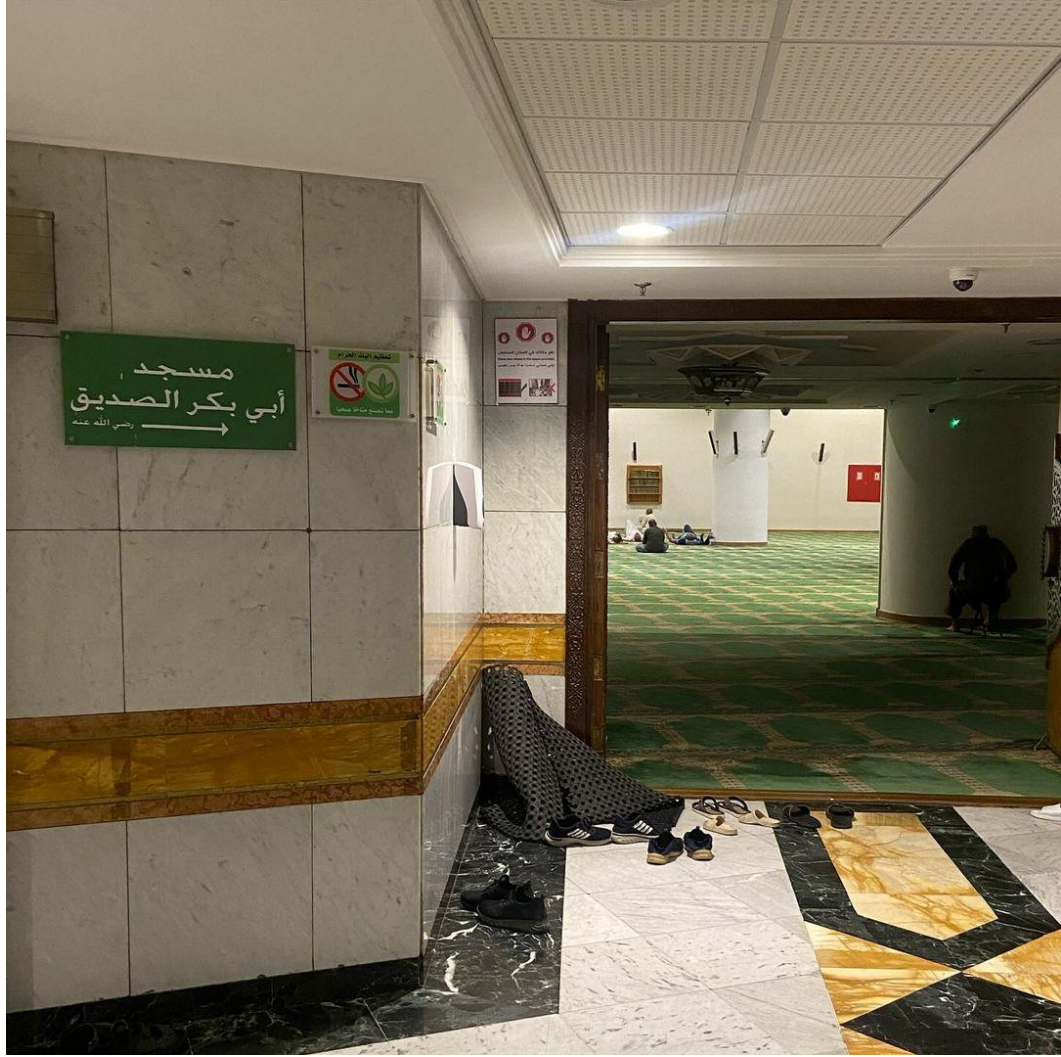
ہلٹن ہوٹل مکہ مکرمہ 4th floor مسجد ابو بکر صدیق
(رضی اللہ عنہ)

Saqifa e Bani Saada – Madina Munawara

سقیفہ بنی ساعدہ ۔ مدینہ منورہ

The Door of the House of Abubakar Siddique(رضي الله عنه) in Masjid Nabvi

خوخہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ مسجد نبوی مدینہ منورہ

Masjid Abubakar Siddique – Madina Munawara

مسجد ابو بکر صدیق – مدینہ منورہ

An Elegy for Gaza

ما ضر لو جعلو ا العلاقة فی غد

بين الشعوب مودة و اخاء

جرح يصيح على المدى و ضحية

تتلمس الحرية الحمرا

How would it have harmed them if they had made bonds?

Between peoples those of friendship and brotherhood?

It is a wound which shrieks forever and a victim

Who gropes blindly for blood-stained freedom?

-Ahmed Shawqi, Elegy for Omar Mukhtar

But as the night came round

I heard its lonely sound

It wasn't roaring, it was weeping

-Dan Heymann

Stop and pause and weep for our beloveds, their ruined campsites

Still smoking, souls, grief rising from the missiles' firelight

Stop and weep, don't be stingy with your tears and your sad sighs

Pour them out as a river whose springs will never run dry

Perhaps they will wash away all the flames and all the lies

And the walls and all the fear that has trapped the truth inside

From al-Jabaliya's tents and the ruins of Beit Hanoun

Down the road of al-Rasheed, cats and sheep cry for the moon

And the moon herself's wasted, scarred and charred by what she's seen

And the caught fish look around at the carnage in pity

The white stars fall from blue skies, in a milky way of tears

From the blue stars on the white, what they do from hate and fear

Grief has blanched the black eyes white, and burned all the dark hair grey

The White Sea has been stained red, hopes green sprouts hidden away

This old wound badly bandaged, will bleed out another way

Annexed pretexts strike, perplexed, dark hearts rise on darker days

They have stolen the water; they've even stolen the tears

And they've run off with the light and then, worse, stolen the years

"A life for a life," it's said, "an eye for an eye," blind, clear

But it's multiplied instead, and they now want all the ears

Rules of gold have overruled our golden rule's gentle hold

Living sacrifices for armories bought, shipped, and sold

Ask the Maya and the Sioux, the Mau Mau and Herero

Ask Warsaw and Watts' ghettoes, the hills of Bulawayo

Ask the Mississippi's depths, ask the rains of Soweto

Ask Algiers and Uluru; ask them what your own tears know

Children ask for what crime they were buried beneath rubble

Gunshots echo back coldly, "for being disposable"

For being born in a cage, with a Ḍād upon their tongues

Freedom's dreams within their hearts, meant their lives are cut short, done

Stolen land will always quake; orphan's wealth will always burn

Feasts of peace purchased with blood all will into ashes turn

This bullet, supremacy, has bounced all around the world

Ricocheting genocides, only swine could love this pearl

Small bodies outnumber all the words of all poetry

And the wounds they bear are more than the branches on the trees

What can this weak wind of words do against these heavy crimes?

Whisper life to sparks of hope? Brush silence's dust of lies?

Where's our dear Dr. Dabbour? And Yousef the young poet?

Where'd the Amash sisters go? Young Muhammad al-Khayyat?

Has humanity all died in the ruins of Khan Younis?

How can we let our money, leaders, and ourselves do this?

Bombs fall and they pulverize old churches and Hāshim's mosque

They blaspheme blessed HaShem, killing worlds without a thought

Tragedy's carved to a knife, grief smelted to explosives

How can hearts this hard still beat? How can tears all turn to shivs?

Though they think they have you trapped, that you're up against the wall

You are flying in Truth's skies, even as your shadow falls

Jailers never rest easy settled in their own prison

All fearing that what they do will one day be done to them

Fearing what they have become, fearing mirrors and eyes of friends

If you call your brothers "beasts," then you've become one of them

Evil's sword has no handle; it is pointed at both ends

One carves up skin, flesh, and bone, the other, hearts, souls, it rends

The drumbeats of the protests, wounded hearts echo the same

Though the leaders try to hush and broadcasters all proclaim:

"Until they die, flee, submit, our crusade will not relent

And if any should ask why, we reply that 'God wills it!'"

"As long as my order reigns, I'll be damned if I explain

Why fear's walls, hate's open flame, and the guns must all remain"

But as all the TVs fade and the drums of war subside

In the quiet of the dawn, comes a child's soft reply:

"If you burn us down to coals, and then squeeze us in a vice

You'll have made some small diamonds that will shatter you like ice"

Gaza, you're the most stubborn, the smallest of all beauties

And the loveliest of all from your people's bravery

Though you're scarred and cut, limping, half-starved, sleepless through the nights

You rise up like the new moon, beauty marks upon faith's light

All betrayed you and then wept, when you rose, refused to die

And we're all ashamed to stand before your unflinching sight

God please water this poor land drenched by tears, fire, and blood

Yā Shāfī heal al-Shifa', nurture hope's fragile heart-buds

Bring them into your gardens—they've walked through Hell's shadow's blight—

Underneath which rivers flow: rest, repose, peace, and delight

Stop and pause and weep for our beloveds, their ruined campsites

We must live this land's daylight or we'll share its graves' dark nights

ان للمتقين مفازا

و اصدق للمتقين بغزة

An Elegy For George Floyd

Did lightning just flash from the far northern plains?

Or is it thunder crying out with their names?

Is it from recalling our beloved slain?

That tears mix with blood in the hot, heavy rain?

Or has the tear gas on the smoked southern breeze

Brought news of strange fruit, from new, mace-perfumed trees?

Is that dawn in the West? Or the midnight firelight?

Has the sun finally set on this nightmarish life?

Red sky at morning, old soldiers take warning

You strike a rock and the earth quakes in mourning

The long night withheld its sweet sleep from me

Like grains in my eyes are the bitter killings

His murder made even the driest eyes weep,

The heartless of this age ripe with misery

Our tears fell like rain, as vast as the seas

But vanish in their desert's sympathy

How then to write, for George, elegy?

My only ink's tears, my paper's burning

My grief has made me a pillar of salt

The water's run out, but the sobs will not halt

On God, I'll mourn you as long as there's talking

As long as the flesh on my bones moves with longing

How can I praise you, when we cannot breathe?

When there are no more words, what words do we need?

Bring music, light fires, and let them see us bleed

What can we say now, except, "now you fly free."

He cried for his dead, 'cause the living were deaf

But where were you, God, at his hard, last breath?

—We are closer to him, but you do not see

I was sick, you ain't visit; hungry, nothing to eat

And dying, you choked me, 'till I couldn't breathe—

But what of the murderous devil, his knee?

—take refuge from all such dark shadows in Me—

God, your lovers are fine but your fan club's a mess

And I'm honestly not too sure 'bout the rest

The earth's choked with so much injustice and greed

Where is there left any humanity?

What shrouds can we stitch with shreds of decency?

Is it only in death that we can be free?

There's none like him in life, and there never will be

But in death, he joins a vast company:

Ahmaud, Breonna, Trayvon, and Sandra

Philando and Alton, Atatiana

Amadou, ‘Umar, and Fatoumata

Biko, Cabral, Emmett, Lumuumba

Breffu, Boukman, Makandal, Dandará

Tamir, Tony, David, Walter, Mujinga

Takyi and Jati, Bouna, Eliza

Michael and Eric, our mothers and fathers

Huey, Fred, Medgar, and Malcolm and Martin

Millions more—names lost—but they, not forgotten

For you, I will weep as long as doves cry

As long as the stars and the moon in the sky

brighten the way of a kind passer-by

As long as the truth stands out from the lies

As long as there’s water and light in the eyes

and warmth in a hug, soft strength our thighs

I’ll never make peace with your enemies

There’s no truce for light with the shadows of fleas

We fight and we struggle, how? By any means.

‘til the sun’s burned to ashes, all cold and unseen

’til we reach that home where life’s just a dream

What’d we do to you, Death, that you do us like this?

I know life’s unfair, but where’s your justice?

My heart’s well of tears is rising higher

they toss bodies in, our souls catch fire

They trample and curse, spit, shit all on ours

and just like the earth, we keep feeding them flowers

It seems some evils even time can't devour

because they refuse to repent 'till the Hour

Time's gnawed at this wound, and bit me and cut

it's about damn time, even Hell says "enough!"

No doubt, we'll beat those who've forgotten defeat

their bloody idylls are perched on clay feet

Their idols all stained by the lives of the meek

as they sacrifice us for their cannibal feasts

Their laws and their order are causes of murder

the jaws of their jails filled with dreamers deferred

The Big House is built on our ancestor's bones

bricks baked with their blood, sweat mortars each stone

What ghouls could ever call such places home?

Only the most hungry, amnesiac ghosts

But with all of these bodies in the wall

this house built on crimes is bound to soon fall

Like 'Ad and Thamud, like Rome, Babylon

this piled-up dust will be scattered and gone

God bless all those brave and desperate souls

thrown out in the fields, shivering in the cold

Nothing left to lose, no more fucks to give

they give all the fire to stand up and live

The comfortable kneel and pray for taut peace

but real ones are out here stirring up a breeze

I envy the birds, I envy the trees

they've never seen such from their own species

Our hearts are broken, now smash theirs, diseased!

return them to form, or destroy the donkeys!

Come down now Moses! Your people are dying!

Ditch the palace, come run with the lions

There's no time to wait, no place for hiding

Kick off your shoes and come take us flying

Part the waters, make Sinai's climb

Bring down the light and the fire this time

You were sent as mercy to the Red and the Black

Now our black blood runs red from the stripes on our backs

from the blows of the Pharoah's warlocks and their staffs

Deaf, dumb, and blind, will they never go back?

Intercede now and heal us, they're on the attack

Have we not always sheltered the people of Haqq?

They lie on our skins, dance and feast on our pain

And then pretend to care, liars without shame

Their faces like death, armored, masked in hate

The Legion Christ cast into pigs now renamed

God give us the strength, and please keep us sane

Please grant us justice, and keep us humane

From Oakland to Addis, London to Brisbane

We ask by our best, your Mightiest Name

Have mercy upon all of our friends slain

by poverty, hate, by illness and Cain

they're not dead, but living, in skies and our veins

Bless all our mothers, and our sisters in pain

Bless our fathers and our brothers in chains

Bless all those who stand with us not for fame

And grant us a good end, free of any shame

But now we'll still shout and still dance and still sing

the desperate joy of the last human beings

Did lightning just flash from the far northern plains?

Or is it thunder crying out in our pain?

-Oludamini

12 Shawwal, 1441

Refaat Alareer

If I must die

If I must die,

you must live

to tell my story

to sell my things

to buy a piece of cloth

and some strings,

(make it white with a long tail)

so that a child, somewhere in Gaza

while looking heaven in the eye

awaiting his dad who left in a blaze—

and bid no one farewell

not even to his flesh

not even to himself—

sees the kite, my kite you made, flying up above

and thinks for a moment an angel is there

bringing back love

If I must die

let it bring hope

let it be a tale

Refaat Alareer
(1979 - 2023)

Influence of the Iranian Religious Dogma